امام حسنؓ

(ایک قابل تقلید عبقری شخصیت)

مصنف

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری ایڈووکیٹ

سابق ریڈر و صدر شعبۂ اردو مہاتما گاندھی پی۔جی کالج، فتح پور (یو۔پی)

سابق نگراں تحقیق چھترپتی شاہو جی مہاراج یونیورسٹی، کانپور

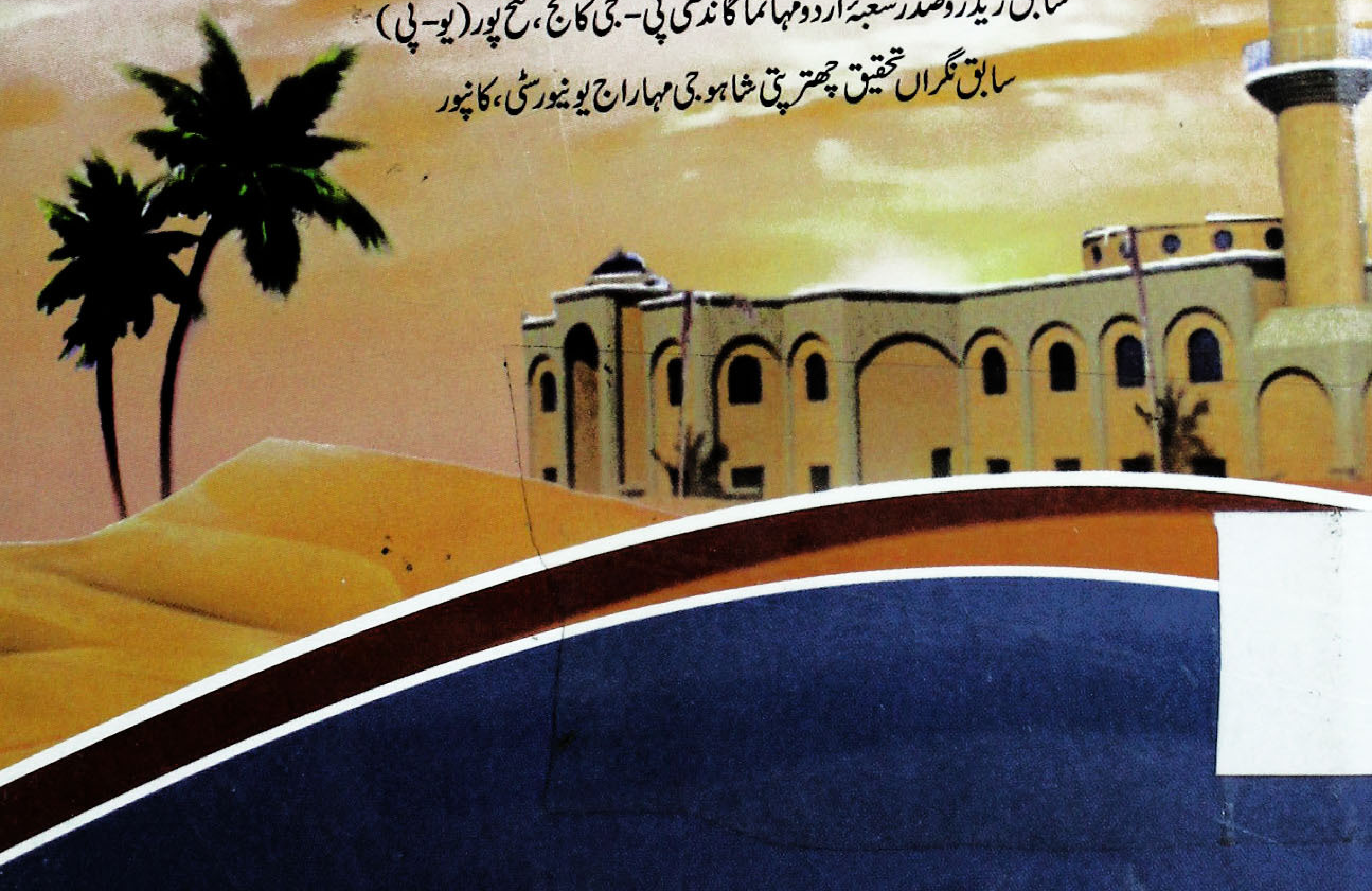

Marfat.com

216869
DATA ENTERED

امام حسنؓ

(ایک قابلِ تقلید عبقری شخصیت)

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتحپوری ایڈوکیٹ

سابق ریڈر و صدر شعبۂ اُردو، مہاتما گاندھی پی۔ جی۔ کالج فتحپور (یوپی)

سابق نگران تحقیق، چھترپتی ساہو جی مہاراج یونیورسٹی، کانپور (یوپی)

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی۶

Marfat.com

© جملہ حقوق بحق مصنف وناشر محفوظ

IMAM HASAN

(Ek Qabil-e-Taqleed Abqari Shakhsiat)

by

Dr. Mohd. Ismail Azad

Year of Edition 2013
ISBN 978-93-5073-084-3
Price Rs. 250/-

کتاب کا نام : امام حسن (ایک قابلِ تقلید عبقری شخصیت)

مصنف کا نام : ڈاکٹر محمد اسماعیل آزادؔ فتحپوری ایڈوکیٹ

پتہ : (۱) ۱۳۰ محلّہ مہاجری، فتح پور - 212601 (یوپی)

(۲) لال حویلی، امام گنج، جی۔ٹی روڈ، فتح پور۔212601 (یوپی)

ای میل : shanawarnu@yahoo.com

موبائل : 09670799795 - 9415157070

ضخامت : ۱۹۰

قیمت : دوسو پچاس روپئے

اشاعت : ۲۰۱۳ء

کمپوزنگ : یونک کمپیوٹر سینٹر، شباب مارکیٹ، ندوہ روڈ لکھنؤ (یوپی)

مطبع : عفیف پرنٹرس، دہلی ۶

کتاب ملنے کے پتے

۱۔ شاہدہ لاج، ۱۳۰ مہاجری، فتح پور (یوپی) ۲۔ راجہ بک اسٹال، پریڈ، کانپور (یوپی)

Published by

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE

3108, Vakil Street, Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6 (INDIA)
Ph: 23214465, 23216162, Fax: 0091-11-23211540
E-mail: info@ephbooks.com,ephdelhi@yahoo.com
Website: www.ephbooks.com

Marfat.com

انتساب

راقم اپنی اس کتاب، امام حسنؓ (ایک قابل تقلید عبقری شخصیت) کا انتساب اپنے جد امجد مرحوم حافظ لال محمد ولد مولانا عصمت اللہ عرف حاجی بھولا ولد مولانا مفتی محمد نعمت اللہ مرحوم کے نام کرتا ہے جو ایک اللہ والے بزرگ تھے جن کی قبر کھودتے وقت اندرون قبر سے نکلنے والی عجیب وغریب خوشبو قریبی ماحول کو معطّر کر رہی تھی۔ ماحول کو عطر آگیں بنانے والی یہ عجیب نوعیت کی خوشبو جد امجد کی تدفین کے بعد بھی چوبیس گھنٹوں تک محسوس کی جاتی رہی۔ اس واقعہ کو راقم سے اس کے والد حافظ محمد جمیل مرحوم نے بارہا بتلایا تھا۔ اس واقعہ کی روایت کرنے والے حضرات آج سے ۳۰۔۴۰ سال پیشتر تک بقید حیات تھے جو وقتاً فوقتاً اس کا تذکرہ کرتے رہتے تھے۔ ان شامہ نواز حضرات میں مرحوم عبدالحق عرف حقّو بابا اور راقم کے خواجہ تاش حاجی محمد یوسف انصاری کے مرحوم والد مؤذنِ مسجد خضراء جناب محمد اسماعیل کے نام خاص ہیں اور اہم بھی۔ راقم کی سوتیلی ماں کے فرزند ارجمند محمد انصار مرحوم نے راقم کو ایسے بہت سے نام بتلائے تھے۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد
فتحپوری ایڈوکیٹ

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	مشـــــمـــــولات	صفحہ نمبر
۱۔	انتساب	۳
۲۔	کتاب کے بارے میں چند فقرات	۱۱
۳۔	حضرت امام حسن کے دادا کے دادا یعنی ہاشم اور ان کی بیوی سلمیٰ	۱۵
۴۔	زم زم کی تلاش	۱۷
۵۔	عبدالمطلب کے عہد کے دو عجوبۂ روزگار واقعات	۱۸
۶۔	عبداللہ کے ذبح کا فدیہ	۱۸
۷۔	اصحاب فیل یعنی ہاتھی والوں سے متعلق واقعہ	۱۹
۸۔	جناب ابوطالب	۲۲
۹۔	طالب	۲۳
۱۰۔	حضرت عقیل	۲۳
۱۱۔	حضرت جعفر طیّار	۲۵
۱۲۔	حضرت فاطمہ بنت اسد	۲۶
۱۳۔	حضرت ام ہانی	۲۷
۱۴۔	حضرت جمانہ اور ان کے شوہر	۲۹
۱۵۔	حضرت صفیہ	۳۱

Marfat.com

۱۶۔	حضرت اروٰی	۴۳
۱۷۔	حضرت امامہ بنت ابوالعاص	۴۳
۱۸۔	حضرت حسن کے نانا نبی آخرالزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۳۵
۱۹۔	ولادت حضرت عبداللہ	۳۵
۲۰۔	والدہ کی وفات	۳۵
۲۱۔	داداعبدالمطلب کی وفات	۳۵
۲۲۔	حضرت خدیجہ سے نکاح	۳۵
۲۳۔	ہجرت مدینہ	۳۷
۲۴۔	خلافت میرے بعد تیس سالوں تک چلے گی	۴۲
۲۵۔	حضرت حسن کی بیعت	۴۴
۲۶۔	حضرت معاویہؓ بادشاہ تھے خلیفہ نہ تھے	۴۴
۲۷۔	حضرت حسن کا خطبہ	۴۴
۲۸۔	امام حسن کا والد کی جانب سے شجرۂ نسب	۴۶
۲۹۔	امام حسن کا ماں کی جانب سے شجرۂ نسب	۴۶
۳۰۔	حضرت خدیجہ کی اولادیں	۴۶
۳۱۔	حضرت فاطمہ کی اولادیں	۴۷
۳۲۔	حضرت ام کلثوم	۴۷
۳۳۔	حضرت زینب بنت حضرت فاطمہ	۵۴
۳۴۔	حضرت فاطمہ کی مادر گرامی حضرت خدیجہ کا بلند مقام	۵۶
۳۵۔	حضرت فاطمہ کے مقام کی رفعت اور بلندی	۵۷
۳۶۔	حضرت امام حسین اوران کی شہادت	۶۰
۳۷۔	پہلا بحری غزوہ (غزوۂ قبرص)	۶۲
	دوسرا بحری غزوہ (غزوۂ روم)	

Marfat.com

۳۸۔	میسون بنت بحدل	۷۱
۳۹۔	حضرت عاتکہ بنت یزید	۷۲
۴۰۔	حضرت حسین کی سخاوت اور ان کا جذبۂ اخوت ومساوات	۸۵
۴۱۔	آپ کے چند اقوال زرّیں	۸۵
۴۲۔	حضور ﷺ کی حضرت حسین کی شہادت کی پیشن گوئیاں	۸۶
۴۳۔	دوسری حدیث	۸۷
۴۴۔	تیسری حدیث	۸۷
۴۵۔	حضرت فاطمہ کے خسر اور حضرت امام حسن کے جد امجد جناب ابوطالب	۸۸
۴۶۔	ابوطالب اور ان کا مقام	۸۹
۴۷۔	جناب ابوطالب اور نبی کریم ﷺ کے نکاح کا خطبہ	۹۰
۴۸۔	ابوطالب کے ایمان کے بارے میں حضرت عباس کا قول	۹۱
۴۹۔	حضرت امام حسن کے والد محترم حضرت علی کی خدمات اور ان کے متعلق نبی آخر الزماں ﷺ کے زرّیں ارشادات	۹۲
۵۰۔	خلیفہ دوم وخلیفہ چہارم	۹۵
۵۱۔	حضرت امام حسن ابن حضرت علی	۹۷
۵۲۔	امام حسن کے متعلق حضرت محمد ﷺ کے مقدس ارشادات	۹۸
۵۳۔	حضرت امام حسن کا جود وسخا	۱۰۰
۵۴۔	امام حسن کی بابت نبی ﷺ کی پیشن گوئیاں اور امام صاحب پر ان کے نفسیاتی اثرات	۱۰۴
۵۵۔	حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ کی نگاہ میں	۱۰۵
۵۶۔	حضرت حسنؓ وحضرت معاویہؓ	۱۰۵
۵۷۔	حضرت حسن کی شہادت	۱۱۰

Marfat.com

۵۸۔ حضرت امام حسن کی خلافت سے دستبرداری اور ان کا صلح کا فیصلہ درست اور صحیح تھا ۱۱۳

۵۹۔ حضرت حسن کی پیدائش ۱۱۴

۶۰۔ حضرت امام حسن نبی ﷺ کے عہد مبارک میں ۱۱۵

۶۱۔ حضرت امام حسن صدیقی عہد میں ۱۱۵

۶۲۔ امام حسن عہد فاروقی میں ۱۱۵

۶۳۔ امام حسن عثمانی عہد میں ۱۱۶

۶۴۔ حضرت عثمان کے خلاف فتنہ اور حضرت حسن کی دفاعی کوشش ۱۱۶

۶۵۔ اسلام میں دہشت گردی/ فتنہ پروری/ آتنک واد کی سزا ۱۱۷

۶۶۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد خلافت کے واسطے ۱۱۷
حضرت علی کی بیعت اور اس موقع پر امام حسن کا خوش آیند مشورہ
اور اس میں مخفی حضرت حسن کی دور اندیشی

۶۷۔ حضرت امام حسن کا اپنے والد محترم کو جنگ جمل سے روکنا ۱۱۸

۶۸۔ جنگ جمل اور حضرت امام حسن ۱۱۸

۶۹۔ حضرت امام حسن اور جنگ صفین ۱۱۹

۷۰۔ حضرت علی کی شہادت ۱۱۹

۷۱۔ حضرت حسن کی بیعتِ خلافت ۱۲۱

۷۲۔ امام حسن کی جنگ کی تیاری اور واپسی ۱۲۱

۷۳۔ حضرت حسن کی خلافت سے دستبرداری ۱۲۳

۷۴۔ حضرت معاویہؓ اور حضرت قیس ابن سعد ابن عبادہ کے مابین صلح سمجھوتہ ۱۲۵

۷۵۔ امام حسن کا انتقال ۱۲۶

۷۶۔ امام حسن کی تدفین ۱۲۶

Marfat.com

۷۷۔ امام حسن کی تدفین پر نزاع ۱۲۷
۷۸۔ امام حسن کی شہادت سے مدینہ میں ماتم ۱۲۷
۷۹۔ امام حسن کا حلیہ ۱۲۸
۸۰۔ امام حسن کی بیویوں کی کثرت ۱۲۸
۸۱۔ حضرت حسن کا اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک ۱۳۰
۸۲۔ حضرت حسن کی مبارک اولادیں ۱۳۱
۸۳۔ حضرت حسن کا ذریعۂ معاش ۱۳۱
۸۴۔ حضرت حسن کا احترام واکرام اور آپ کی خصوصیات ۱۳۲
۸۵۔ حضرت امام حسن اور روایتِ حدیث ۱۳۲
۸۶۔ حضرت حسن کے اقوالِ زریں ۱۳۲
۸۷۔ حضرت امیر معاویہؓ اور ان کا امور سلطنت میں حضرت امام حسن سے مشورہ لینا ۱۳۴
۸۸۔ حضرت امام حسن کا زہد واتقا ۱۳۵
۸۹۔ امام حسن نے خلافت سے دستبرداری فوج کی کمزوری اور بزدلی کی بنا پر کی یا مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی خاطر ۱۳۵
۹۰۔ امام حسن اور عقیدہ کی پختگی وصفائی (اگر ہمارا یہ عقیدہ ہوتا، تو نہ آپؓ کی میراث تقسیم ہوتی اور نہ آپؓ کی بیویوں کا عقد ثانی ہوتا۔) ۱۳۹
۹۱۔ امام حسن کی زاہدانہ زندگی ۱۴۰
۹۲۔ امام صاحب کی دوسروں سے ہمدردی اور حاجتمندوں کی حاجت روائی اور آپ کی اجتہادیت ۱۴۰
۹۳۔ امام حسن کا تحمل، آپ کا ضبطِ نفس اور آپ کی قوتِ برداشت ۱۴۱
۹۴۔ امام حسن کی عظمت ورفعت ۱۴۳
۹۵۔ امام حسن وحضرت حسین کے اختصاصات ۱۴۳

Marfat.com

۹۶۔	امام حسن اور ان کے محترم والد کے بارے میں محمد ﷺ کے خوش آیند اقوال	۱۴۵
۹۷۔	امام حسن کے چند خطبوں کا خلاصہ	۱۴۷
۹۸۔	امام حسن اور قرآن پاک کی تفسیر میں آپ کا ملکہ و مہارت	۱۵۰
۹۹۔	کچھ دلچسپ سوالات اور ان کے امام حسن کے ذریعہ جوابات	۱۵۱
۱۰۰۔	فن خطابت اور فن شاعری	۱۵۳
۱۰۱۔	اصحاب رسول ﷺ اور حضرت امام حسن	۱۵۳
۱۰۲۔	مؤذنِ رسول حضرت بلال ابن رباح اور ان کی آخری اذان	۱۵۴
۱۰۳۔	حضرت بلال کی بیویاں	۱۶۰
۱۰۴۔	خلیفۂ دوم و خلیفہ پنجم	۱۶۲
۱۰۵۔	حضرت امام حسن کے خطبے حضرت علی کی نگاہ میں	۱۶۴
۱۰۶۔	حضرت امام حسن کی شاعری	۱۶۶
۱۰۷۔	حضرت امام حسن اور آپ کی بیویوں کی کثرت ایک بدترین الزام	۱۶۶
۱۰۸۔	کسی واقعہ کی صداقت پرکھنے کے شرعی پیمانے (روایت اور درایت)	۱۸۰
۱۰۹۔	اہم واقعات قلم بند کرنے کے بابت قرآنی احکامات	۱۸۳
۱۱۰۔	کتابیات	۱۸۵

Marfat.com

کتاب کے بارے میں چند فقرات

رب العالمین وخلاق عالم اللہ پاک کی بے شمار حمد وثنا اور خاتم الانبیاء والمرسلین اور آپ کے اہل بیت کرام، جن کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ وہ نوحؑ کی کشتی کے مانند ہیں، جو اس میں بیٹھا نجات پا گیا اور جس نے اس پر بیٹھنے سے گریز کیا وہ ہلاک ہو گیا، اور آپ کے اصحاب کرام پر لاتعداد درود وسلام کے بعد راقم کا یہ خیال ہے کہ متعدد وجوہ سے نبی کے عزیز نواسے حضرت امام حسنؓ کی شخصیت میں بہت سے ایسے مخصوص اوصاف ہیں جن کی بنا پر آپ کی ذات اقدس میں مقناطیسیت و کہربائی ہے اور آپ کی ذات قابل تقلید ہے۔ ثقاہت وعدالت، جود وسخا، تفقہ واجتہادیت نرم دلی ونرم خوئی اور تبحر علمی آپ کی جبلت کے اجزائے لاینفکہ ہیں۔ آپ نے مسلمانوں کو جنگ وجدل اور کشت وخون سے بچانے کی خاطر عرب کے ایک وسیع علاقہ سے حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں دست برداری لکھ دی۔ آپ مزاجاً صلح کل تھے۔ آپ نے حضرت عثمانؓ کے گھیراؤ کے دوران اپنے والد کو مدینہ منورہ چھوڑنے کا مشورہ دیا تھا اور ان سے جمل وصفین کے جنگوں سے علاحدہ رہنے پر اصرار کیا تھا۔ نبی آخر الزماں نے حضرت حسن کو سید (سردار) کا خطاب مرحمت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اللہ پاک ان کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح فرمائے گا۔ زہری نے نبی ﷺ کے خادم خاص حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ حسن سر سے سینہ تک پیغمبر اسلام کے مشابہ تھے۔ اسی روایت کے ایک راوی حضرت علیؓ بھی ہیں۔ امام حسن واقعتاً اور حقیقتاً خلیفہ ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ خلافت میرے بعد تیس سالوں

Marfat.com

تک چلتی رہے گی اور اس کے بعد وہ کٹکھنی شہنشاہیت میں تبدیل ہو جائے گی۔ واضح ہو کہ جب حضرت امام حسن نے حضرت معاویہؓ کے حق میں اپنے واقعی حقوق سے دستبرداری کی تھی، تب ہجری سن ۴۱ کا تیسرا مہینہ (ربیع الاول) تھا اور پیغمبر اسلام کو اپنے رفیق اعلیٰ سے ملے ہوئے تیس سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ حضرت ابو اسحٰق سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت علیؓ نے اپنے پسر ارجمند حضرت حسن کو دیکھ کر فرمایا کہ میرا یہ فرزند سید ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے ان کو سید فرمایا تھا اور ان کے صلب سے ایک ایسی شخصیت متولّد ہوگی جن کا نام نبی ﷺ کے نام پر ہوگا اور جو خصلت میں نبی ﷺ کے عادات واطوار کی پیروی کرنے والے ہوں گے۔ اس کے بعد حضرت علی نے فرمایا کہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے (المشکوٰۃ ص۔ ۴۷) ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے لیکن انھوں نے یہ فقرہ، کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے، رقم نہیں کیا۔ واضح ہو کہ یہ پیشن گوئی حضرت امام مہدی کی بابت ہے۔

حضرت امام حسن کا نبی ﷺ کا نواسہ ہونا بہت فخر کی بات ہے۔ اس بابت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرے رشتہ و تعلق کے علاوہ سبھی رشتے و علائق منقطع ہو جائیں گے۔ ابن سعد و اصابہ میں مرقوم ہے کہ خلیفہ دوم نے یہ بات تب کہی تھی جب انھوں نے حضرت امام حسن کی ہم شیر حضرت ام کلثوم سے نکاح کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے یہ بھی کہا تھا کہ میں نے اپنی دختر حفصہؓ کی شادی محمد ﷺ سے کی تھی اب میری یہ خواہش ہوئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی سے میری شادی ہو جائے۔

یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ راقم کو اتنی عظیم و وقیع شخصیت کے بارے میں کوئی چھوٹی یا بڑی کتاب نظر نواز نہیں ہوئی۔

راقم کے پکّے اور سچّے دوست مرحوم نواب سید قیصر حسین رضوی نے اپنی حیات میں اس سے بار بار کہا تھا کہ راقم حضرت امام حسن کا چند لفظوں میں تعارف کراتے ہوئے، ان کی شخصیت کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالے۔ ان کی حیات میں بات آئی گئی ہو گئی۔ مشہور

Marfat.com

مثل ہے کہ "کل امر مرھون باوقاتھا" یعنی ہر کام کے لیے عدم سے وجود میں آنے کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ راقم کو خود بھی نہیں معلوم کہ اس کو کہاں سے اس بات کی تحریک ملی کہ اس نے ۲۰۱۱ء کے ماہ مئی کی گیارہ تاریخ بروز سہ شنبہ رات ساڑھے نو بجے امام حسن پر کچھ قلم بند کرنے کی خاطر اپنا قلم اٹھایا اور امام حسن پر وہ کچھ حوالۂ قرطاس کرنے کا آغاز کر دیا جو اس کے ذہن میں محفوظ تھا۔ راقم نے ایک مختصر سی کتاب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مبارک شخصیت پر "علی المرتضیٰ" نام سے لکھی تھی اور اسی سلسلے میں اس نے آل عبا یعنی علی، فاطمہ، حسن، حسین (مسلم شریف) کی بابت متعلقہ کتابیں پڑھی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت تطہیر کے نزول پر علی، فاطمہ، حسن و حسین کو بلا کر کہا تھا، اے رب! یہی میرے گھر والے ہیں (المشکوٰۃ) چونکہ فرمودۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرمودۂ حق ہوتا ہے اس لیے یہ جلیل القدر ہستیاں اہلبیت میں داخل ہوگئیں۔ راقم نے وہ سب کچھ جو حضرت امام حسن سے متعلق اس کے ذہن میں محفوظ تھا، حوالۂ قرطاس کرنا شروع کر دیا اور اس طرح یہ کتاب معرض وجود میں آ گئی۔

راقم کی تمام کتابوں کے مسوّدات کو مبیّضیات میں تبدیل کرنے کا کام میرے مخلص خواجہ تاش اور ہمدم دیرینہ مولوی نجیب اصغر فتح پوری دام اقبالہ کرتے ہیں اور مفید مشوروں سے نوازتے رہتے ہیں۔ راقم موصوف کا ممنون ہے۔

اس کتاب (جو دیوناگری رسم الخط میں ہے) کی طباعت و اشاعت کے بعد متعدد احباء و اصدقاء اور ہندی زبان و دیوناگری رسم الخط سے نابلد حضرات نے راقم پر دباؤ ڈالا کہ وہ ان سبھی حضرات کا لحاظ کرتے ہوئے جو کتاب مذکور سے کماحقہ مستفید نہیں ہو سکتے اس کو اردو زبان اور فارسی رسم الخط میں بھی قلم بند کر کے اشاعت پذیر کرے۔ اس قسم کا مطالبہ کرنے والوں میں تین نام اتنے اہم ہیں کہ راقم ان کی بات ٹال نہ سکتا تھا۔ مشہور ادب نواز سید محمد علی نقوی فتح پوری، مشہور شاعر قمر صدیقی اور ڈاکٹر حکیم حبیب الرحمٰن طلاق محل کانپور، اب ضرورت صرف توفیق الٰہی کی تھی۔ ان تمام حضرات کی بات میں دم تھا، اس لیے راقم نے اللہ پاک سے دعا مانگی کہ وہ راقم کو اتنی طاقت و سکت دے کہ وہ شائقین کی خواہش کو

Marfat.com

عملی جامہ پہنا سکے۔ ابھی تین دن قبل تاریخ ۱۸/ مارچ ۲۰۱۲ء کو کتاب ''امام حسن'' (ہندی) کا رسم اجراء گرین پارک کے پاس (اسٹاک ایکسچینج آڈیٹوریم کانپور) میں ہوا تھا اور آج ۲۱/ مارچ ۲۰۱۲ء کو بروز چہارشنبہ اللہ پاک نے اس کو توفیق عطا فرمادی اور اس نے کتاب امام حسن کے مفہوم کو اردو میں منتقل کرنے کا آغاز کر دیا۔ راقم کو اس بات کا عملی تجربہ ہے کہ توفیق خداوندی کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا۔

واللہ المستعان

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری ایڈوکیٹ

۳۱/ مارچ ۲۰۱۲ء بروز دوشنبہ

Marfat.com

حضرت امام حسنؑ کے دادا کے دادا یعنی جناب ہاشم اور ان کی بیوی سلمیٰ

امام حسن کے متعلق کچھ قلم بند کرنے سے پیشتر، ان کے شجرۂ نسب میں سے ان کے جد اور جد کے جد کا اختصار کے ساتھ تعارف کرانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ حضرت امام حسن کے دادا جناب ابو طالب کے دادا جناب ہاشم تھے۔ ہاشم کے دو سگے بھائی عبدالشمس و مطلب اور ایک سوتیلے بھائی نوفل تھے، عبدالشمس بسلسلۂ تجارت اکثر و بیشتر یمن اور شام میں رہتے تھے۔ نوفل کی تجارت عراق میں پھیلی ہوئی تھی اور وہ وہیں کارہائے تجارت میں مشغول رہتے تھے۔ اس طرح یہ دونوں بھائی سال کے بیشتر مہینوں میں مکے سے باہر رہتے تھے۔ عبدالشمس کی مالی حالت کمزور تھی۔ ان کی آمدنی کم اور اولادیں زیادہ تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب حج کے ایام آتے تھے، تو ہاشم قریش (قصی کی اولاد) کو جمع کرتے اور ان سے کہتے کہ بخدا اگر میری مالی حالت اس کی اجازت دیتی کہ میں بنفس نفیس حاجیوں کے طعام کا انتظام کر سکوں تو اس کا بوجھ میں تم لوگوں پر نہ ڈالتا۔ لہٰذا تم لوگ خدا کے مہمانوں یعنی حاجیوں کے لیے اتنے دنوں کا چندہ کر دو جتنے دنوں تک ان کا یہاں رہنا لازمی ہے۔ قریش کا ہر فرد اپنی مالی حالت کے مطابق چندہ دیتا اور اس طرح حاجیوں کے کھانے کا انتظام ہو جاتا۔ ہاشم وہ پہلے شخص ہیں، جنھوں نے حاجیوں کو مکہ میں وہ کھانا کھلایا، جس کو ثرید کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہاشم کا نام عمرو تھا لیکن وہ اپنی قوم میں حاجیوں کو روٹیاں توڑ کر کھلانے کی وجہ سے ہاشم کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔ قریش یا عرب کے ایک شاعر نے اس واقعہ کو اس طرح نظم کیا ہے۔

عمرو وہی ہیں، جنھوں نے روٹیاں توڑ کر اپنی قوم کو ثرید کھلایا جو مکہ میں قحط کی وجہ سے کمزور ہو گئی تھی۔ شوربے میں روٹی کے ٹکڑے توڑ کر انھیں اچھی طرح بھگو دیا جائے تو

Marfat.com

اسے ثرید کہا جاتا ہے (ابن ہشام حصہ اوّل صفحہ۔۱۶۲)

ہاشم بن عبد مناف مدینہ بھی آیا جایا کرتے تھے۔انھوں نے عدی ابن نزار کی ایک خاتون سے، جن کا نام سلمٰی اور لیلیٰ تھا، جو عمر کی دختر ارجمند تھیں اور پہلے احیحہ ابن جلاح کی زوجہ رہ چکی تھیں (احیحہ سے ان کا ایک لڑکا متولد ہوا تھا جس کا نام عمرو تھا) اس خاتون کا قبیلہ خزرج میں اتنا رتبہ تھا کہ انھوں نے ہاشم سے شادی کرنے کی رضامندی اس وقت تک نہیں دی جب تک انھوں نے ہاشم سے یہ عہد نہیں لے لیا کہ ناراضگی کی صورت میں طلاق یعنی جدائی کا اختیار صرف انھیں کو حاصل ہوگا (اسلام میں بیوی کو شوہر سے اس طرح کا طلاق کا اختیار اب بھی حاصل ہے۔۔۔۔اور اس طلاق کو طلاق مفوضہ کہا جاتا ہے) اس خاتون کے پیٹ سے ہاشم کا ایک فرزند ولادت پذیر ہوا جس کا نام سلمٰی نے شیبہ رکھا۔ سلمی کے یہی فرزند مستقبل میں عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہوئے۔ ہاشم نے اپنے اس فرزند کو ایک معاہدہ کے تحت مدینہ (اس وقت یثرب) میں چھوڑ دیا تھا تاکہ اس کی اچھی تعلیم و تربیت ہو سکے کیونکہ مدینہ کے انصاری ان چار سو علمائے یہود کے اخلاف و اولاد تھے جو حضورﷺ کی ولادت مسعودہ سے ایک ہزار قبل تبعّ کی معیت میں آئے تھے اور یثرب میں نبی آخرالزماں کے دارالہجرت کے آثار دیکھ کر وہیں اقامت گزیں ہو گئے تھے۔

سلمی نے ہاشم سے شادی سے پیشتر ایک شرط یہ بھی لگا دی تھی کہ وہ اپنے معاملات میں مکمل طور پر آزاد ہوں گی اور اگر ان سے کوئی لڑکا پیدا ہوگا تو وہ چودہ برس یا اس سے زیادہ عرصہ تک یثرب میں رہے گا۔

ہاشم بسلسلہ تجارت شام کا سفر کیا کرتے تھے۔ وہ اپنے تجارتی سفر میں آتے جاتے یثرب میں ٹھہرا کرتے تھے کیونکہ شادی سے قبل سلمٰی نے ہاشم سے ایک شرط یہ بھی منوالی تھی کہ وہ یثرب ہی میں قیام کریں گی اور ہاشم یہاں آیا کریں گے۔

ہاشم ایک تجارتی سفر میں شام (فلسطین) میں بیمار پڑے اور وہیں انتقال کر گئے (محمدﷺ مارٹن لنگس ترجمہ معین احمد قادری ص۔۲۹)

ہاشم کے انتقال کے بعد مطلب نے یہ محسوس کیا کہ وہ اپنے وارث کا اعلان

Marfat.com

کردیں۔ ہاشم کی دوسری بیویوں سے تین لڑکے سلمیٰ کے ساتھ شادی کے پہلے سے تھے، لیکن چونکہ سلمیٰ نے شادی سے قبل ہاشم سے ایک عہد یہ بھی لے لیا تھا کہ ان کی کوکھ سے متولد پسر ہی قریش کا سردار ہوگا۔ اس لیے ہاشم کے انتقال کے بعد ہاشم کے بھائی مطلب شیبہ (عبدالمطلب) کو لینے یثرب گئے۔ سلمیٰ نے کہا کہ وہ اپنے لڑکے کو مطلب کے ساتھ نہیں بھیج سکتیں۔ مطلب نے سلمیٰ کو سمجھایا کہ شیبہ کے لیے یہی مناسب اور بہتر ہے کہ وہ مکہ جائیں اور وہاں کی سرداری اپنے ہاتھ میں لیں۔ شیبہ نے اپنے چچا مطلب سے کہا کہ جب تک میری ماں اجازت نہ دیں گی میں آپ کے ساتھ نہیں چل سکتا اور اپنی ماں کو نہیں چھوڑ سکتا۔ مطلب کے سمجھانے بجھانے پر سلمیٰ نے شیبہ کو مکہ جانے کی اجازت مرحمت کردی۔ سلمیٰ کے فرزند شیبہ میں سپہ سالاری کی لیاقت فطری تھی۔ جب مطلب شیبہ کو لیے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے تو قریش نے کہا کہ یہ مطلب کا غلام ہے جس کو وہ خرید کر لائے ہیں۔ اسی وجہ سے شیبہ عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہو گئے۔ مطلب نے کہا کہ نالائقو! یہ تو میرے بھائی ہاشم کا فرزند ہے جسے میں مدینہ سے لایا ہوں۔

اس واقعہ کے کچھ ہی دنوں بعد مطلب رومان نام کی بستی میں انتقال کر گئے جو یمن میں واقع ہے۔ اس طرح عبد مناف کے فرزندوں میں سے ہاشم کا انتقال فلسطین کے غزہ میں مطلب کا یمن کے رومان میں اور نوفل کا عراق کے سلمان نامی بستی میں ہوا۔ (ابن ہشام۔ جلد۔ ا، ص۔ ۱۶۵)

زم زم کی تلاش

مطلب کی وفات کے بعد شیبہ یعنی عبدالمطلب قریش کے سردار ہو گئے ان کو اپنی قوم سے بہت محبت تھی اور ان کی قوم بھی ان پر جان چھڑکتی تھی۔ عبدالمطلب نے حجر میں ایک خواب دیکھا کہ کوئی انھیں زم زم کی تلاش کا حکم دے رہا ہے۔ انھوں نے خواب کے مطابق اپنے لڑکے حارث کو ساتھ لے کر کدال سے کھدائی شروع کی اور نتیجتاً ان کو چاہ زمزم مل گیا۔

Marfat.com

عبدالمطلب کے عہد کے دو عجوبۂ روزگار واقعات

(۱) حضرت عبداللہ کے ذبح کا فدیہ

کہا جاتا ہے کہ زم زم کھودتے وقت قریش کی جانب سے بہت سی رکاوٹیں ڈالی گئیں۔اس موقع پر عبدالمطلب نے یہ نذر مانی کہ اگر ان کے دس لڑکے متولد ہو کر عنفوان شباب کو پہنچ گئے تو وہ اپنے ایک لڑکے کو کعبہ کے پاس اللہ پاک کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ذبح کریں گے۔اس لیے

عبداللہ کے ذبح کا فدیہ

جب عبدالمطلب کے دس لڑکے پیدا ہو گئے اور عنفوان شباب میں پہنچ کر اس لائق ہو گئے کہ حفاظت کا بار اپنے کندھوں پر اٹھا سکیں تو عبدالمطلب نے کہا کہ تم میں سے ہر ایک، ایک ایک کاغذ کا ٹکڑا لے کر اس پر اپنا نام ثبت کر کے ان کے پاس آئے۔سبھی فرزندوں نے عبدالمطلب کے حکم کی تعمیل کی۔وہ ان سبھی کاغذ کے ٹکڑوں کو لے کر کعبہ کے اندر ہبل (یہ بت کعبہ کے اندر ایک باؤلی میں رکھا تھا) کے پاس آئے۔عبدالمطلب نے تیروں سے قرعہ نکالنے والے سے کہا کہ میرے ان فرزندوں کے رقعاتِ قرطاس کو ہلا کر قرعہ نکالو۔عبداللہ اپنے والد کے سبھی لڑکوں سے چھوٹے تھے۔وہ فاطمہ بنت عمر کے کوکھ سے متولد ہوئے تھے جو قبلہ بنی مخزوم سے تھیں۔قرعہ نکالنے والے نے جب تیروں سے نام نکالا تو عبداللہ کا نام نکلا۔عبدالمطلب نے اپنے مذکورہ بالا فرزند کا ہاتھ پکڑا اور چھری لے کر ان کو ذبح کرنے کے لیے حرم کی جانب چل پڑے۔

مغیرہ ابن عبداللہ مخزومی نے کہا کہ اگر اس کا فدیہ ہماری دولت سے ہو سکے تو یہ فدیہ ہم دے دیں گے۔یہ طے ہوا کہ عبدالمطلب پسر عبداللہ کو حجاز (مدینہ) لے چلیں وہاں ایک عرّافہ (غیب کی باتیں بتانے والی) رہتی ہے، اس سے پوچھا جائے۔اگر وہ بچنے کی کوئی ترکیب بتلا دے تو اسے اپنا لیا جائے ورنہ لڑکا ذبح کر دیا جائے۔مدینہ پہنچنے پر معلوم ہوا کہ اس وقت وہ عرافہ خیبر میں ہے۔یہ لوگ خیبر گئے اور اس کو پوری روئداد بتلائی۔اس نے

Marfat.com

پہلے دن کہا کہ اس کے قبضہ میں جو طاقت ہے وہ اس کے آنے پر کل کوئی ترکیب بتلائے گی۔ یہ لوگ دوسرے دن جب اس عورت کے پاس گئے تو اس نے دریافت کیا کہ تم لوگوں میں خوں بہا کی کیا قیمت ہے؟ انھوں نے بتلایا دس اونٹ۔ اس نے کہا کہ تم لوگ اپنی بستی لوٹ جاؤ اور اس لڑکے اور دس اونٹوں کو رکھ کر تیروں کے ذریعہ قرعہ نکالو اور اونٹوں کی تعداد بڑھاتے جاؤ جب تک کہ تمھارا رب خوش نہ ہو جائے اور جب اونٹوں پر تیر نکل آئے تو اونٹوں کو ذبح کر دینا۔ وہ ایسا کرتے رہے اور جب اونٹوں کی تعداد ایک سو ہوگئی تو تیر اونٹوں پر نکلا۔ لہٰذا اونٹ ذبح کر دیے گئے۔

(۲) اصحاب الفیل یعنی ہاتھی والوں سے متعلق واقعہ

یہ عبدالمطلب کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ اس زمانہ میں حبشہ کی سلطنت یمن کے تابع تھی۔ حبشہ میں ابرہہ نام کا حبشی وہاں حکومت کر رہا تھا جو عیسائی مذہب کا پیرو تھا۔ اس نے دارالسلطنت صنعا میں ایک شاندار کلیسا (چرچ) بنوایا۔ اس کو امید تھی کہ اس کا یہ چرچ تمام عرب میں شہرت حاصل کر کے بیت اللہ پر برتری حاصل کر لے گا۔ یہ چرچ سبا کی ملکہ بلقیس کے محل کے کھنڈر کے باقیات سے بنا تھا۔ اس فعل شنیع سے عرب والے بہت ناراض ہوئے۔ قریش کی ایک شاخ کنانہ کے ایک شخص نے اس چرچ میں گندگی کر دی۔ ابرہہ نے اس کی خبر پا کر قسم کھائی کہ وہ اس کا بدلہ اس طرح لے گا کہ کعبہ کو گرا کر زمین کے برابر کر دے گا۔

وہ ایک بڑی فوج لے کر مکہ کی جانب چل دیا اور مکہ کے قریب مغمس نام کے مقام پر ٹھہر گیا اور اس نے گھوڑ سواروں اور ہاتھی سواروں کی ٹکڑی مکہ کی باہری آبادی کی جانب بھیجی۔ فوج کی یہ ٹکڑی عبدالمطلب کے دو سو اونٹ ہانک لے گئی۔ ابرہہ نے عبدالمطلب کو بلوایا جو اپنے لڑکوں کے ساتھ ابرہہ کے پیغام رساں کے ساتھ اس کے کیمپ کی جانب چل دیے۔

ابرہہ عبدالمطلب کا حلیہ اور ان کی وضع قطع سے اتنا متاثر ہوا کہ وہ خود اپنے تخت سے اتر پڑا اور عبدالمطلب سے پوچھا کہ وہ اس سے کیا چاہتے ہیں؟ عبدالمطلب نے کہا کہ

Marfat.com

آپ کے فوجی میرے دوسو اونٹ پکڑ لائے ہیں، وہ اونٹ مجھے لوٹا دیجیے۔ یہ جواب سن کر ابرہہ بھونچکارہ گیا اور اس نے کہا کہ میں آپ کے معبد کو ڈھانے آیا ہوں، آپ کو اس کی کوئی فکر نہیں ہے اور آپ اپنے دوسو اونٹوں کی بات کررہے ہیں۔ عبدالمطلب نے کہا جس جس طرح میں اونٹوں کا مالک ہوں، اسی طرح اس گھر کا بھی ایک مالک ہے۔ وہ اس کی حفاظت کرے گا۔ ابرہہ نے کہا کہ وہ میرے مقابلہ میں کامیاب نہ ہوگا، عبدالمطلب نے کہا کہ دیکھیں گے۔ تم تو میرے اونٹ لوٹا دو۔ ابرہہ نے حکم دیا کہ اونٹ لوٹا دیے جائیں عبدالمطلب اپنے دوسو اونٹوں کو لیکر واپس آ گئے اور انھوں نے قریش کو مشورہ دیا کہ وہ شہر چھوڑ کر آس پاس کی پہاڑیوں پر چلے جائیں۔ اس کے بعد وہ چند لوگوں کی ہمراہی میں حرم میں داخل ہوئے اور انھوں نے اللہ پاک سے دعا مانگی کہ وہ ابرہہ کی فوج کے مقابلہ میں ان کی مدد فرمائے اور ان کو فتح یاب کرے۔

ابرہہ اگلے دن بوقت صبح مکہ شہر میں داخل ہوا۔ اس نے اپنی فوج کو حکم دے رکھا تھا کہ صرف کعبہ کو زمین کے برابر کرنا ہے۔ لوگوں سے تعارض نہیں کرنا۔ فوج کے آگے ایک بہت بڑے جسم کا ہاتھی تھا جس کا نام محمود تھا۔ وہ بیٹھ گیا اور تمام قسم کی کوششوں اور انکش مارنے پر بھی نہ اٹھا۔ لیکن جب اس کا رخ یمن کی جانب کردیا جاتا تو چلنے لگتا اور جب بھی اس کا رخ کعبے کی جانب کیا جاتا تو وہ پھر بیٹھ جاتا۔ گھوڑ سوار اپنے مقصد اور مہم میں سرگرم تھے کہ اچانک آسمان میں اندھیرا چھا گیا اور عجیب وغریب آواز سنائی پڑنے لگی۔ سمندر کی جانب سے سیاہی پھیلی اور اس کے ساتھ شور بھی تھا۔ جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی پرندے ہی پرندے تھے۔ چشم دید گواہوں کا، جو الوہی عذاب سے بچ گئے تھے، بیان تھا کہ ان پرندوں کی اڑان ابابیل کی اڑان کے مانند تھی۔ ہر پرندے کے پاس سوکھے مٹر کے دانوں کی طرح کے تین پتھر کے دانے تھے، ایک دانہ ان کی چونچ میں اور ایک ایک دانہ ان کے دونوں پنجوں میں تھا وہ فوج کی قطاروں پر کبھی آگے کی جانب اور کبھی پیچھے کی جانب اتنی طاقت کے ساتھ گرتے تھے کہ جسم سے مس کرتے ہی گوشت گلنے لگتا تھا۔ اس کا اثر کسی شخص پر فوری طور پر اور کسی پر دھیرے دھیرے ہوتا تھا۔ ان پتھروں کی بارش سے ہاتھی کا مہابت اُنیس اور اس

Marfat.com

کے ساتھ متذکرہ بالا ہاتھی بھی پتھر کے دانوں کی مار سے بچ گیا تھا۔ بچ جانے والوں میں سے کچھ حجاز میں بس گئے تھے یہ لوگ بھیڑ بکریاں چرا کر اپنا پیٹ پال لیتے تھے اور کچھ نے مزدوری کر کے اپنے پیٹ پالنے کا بندوبست کیا۔ کچھ لوگ جس میں ابرہہ بھی شامل تھا صنعاء پہنچ کر فوت ہو گئے۔

اس واقعہ کے بعد عرب والوں کی عزت میں مزید اضافہ ہو گیا اور وہ الوہی قبیلہ والے کے لقب سے معروف و مشہور ہو گئے۔

عبدالمطلب کے پسر ارجمند جناب عبداللہ ابابیل کے ذریعہ عذاب کے دوران ایک تجارتی سفر کے سلسلے میں فلسطین گئے ہوئے تھے۔ وطن لوٹتے ہوئے وہ اپنی سسرال یثرب میں ٹھہر گئے اور وہیں بیمار ہو گئے۔ ان کے ساتھی ان کو مدینہ میں چھوڑ کر مکہ واپس آ گئے۔ ان ہی لوگوں کے ذریعہ عبدالمطلب کو اپنے بیٹے کی بیماری کی اطلاع ملی۔ آپ نے اپنے بڑے لڑکے حارث کو مدینہ بھیجا کہ جونہی عبداللہ سفر کے لائق ہو جائیں تو انھیں اپنے ساتھ لے آویں۔ حارث جب اپنے رشتہ داروں کے پاس پہنچے تو ان کو یہ بری خبر ملی کہ عبداللہ کی وفات ہو گئی ہے۔

حارث کے لوٹنے پر پورا مکہ ماتم کدہ بن گیا لیکن محترمہ آمنہ کو ایک قسم کی تسلی تھی کہ ان کی کوکھ میں عبداللہ کا مبارک، طاہر، و مطہر لڑکا پل رہا ہے۔ کچھ ہفتوں کے بعد آمنہ کے گھر میں ایک متبرک اور لاثانی بچے کی ولادت ہوئی۔ ان دنوں آمنہ اپنے چچا کے گھر میں تھیں۔ انھوں نے عبدالمطلب کے پاس کہلا بھیجا کہ ان کے پوتے کی ولادت ہوئی ہے، وہ اسے دیکھ جائیں۔ عبدالمطلب آئے اور پوتے کو گود میں لے کر حرم مکہ گئے اور اس کے بعد کعبہ میں داخل ہوئے اور اللہ پاک کا شکریہ ادا کیا۔ آمنہ کے چچا کی لڑکی ہالہ کے گھر ایک بچہ آنے والا تھا۔ اس وقت تک عبدالمطلب کے لڑکوں میں عباس سب سے چھوٹے تھے جن کی عمر ان دنوں تین سال کی تھی جو عبدالمطلب کو گھر کے دروازے پر ملے۔ عبدالمطلب نے عباس سے کہا: ''یہ تمھارا بھتیجہ ہے اس کو پیار کر لو'' تو عباس نے آپ کو چوم لیا۔

جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چھ سال کی ہوئی تو آمنہ اپنے رشتہ داروں

Marfat.com

سے ملنے ملانے یثرب گئیں۔ انھوں نے یثرب میں ایک ماہ تک دار النابغہ میں قیام کیا۔ (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام مصنفہ یامین قریشی حصہ سوم۔ص۔۳۰۳)

حضرت آمنہ کچھ دنوں تک یثرب میں ٹھہر کر جب واپس ہو رہی تھیں تو راستہ میں بیمار پڑیں۔ قافلہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور کچھ دنوں کے بعد ابواء میں آپ (حضرت آمنہ) کا انتقال ہو گیا۔ برکہ (ام ایمن) آپ کو لے کر مکہ آ گئیں۔ اب آپؐ کی دیکھ بھال کی ذمہ داری آپ کے جد امجد عبدالمطلب نے لے لی۔ ماں کی وفات کے دو سال بعد آپ کے دادا عبدالمطلب کا بھی انتقال ہو گیا۔

جناب ابوطالب:

عبدالمطلب کی جب وفات ہوگئی تو انھوں نے اپنے پوتے کا ولی اپنے لڑکے ابوطالب کو بنایا جو آپؐ کے والد محترم حضرت عبداللہ کے سگے بھائی تھے۔ ابوطالب نے اس ذمہ داری کو تاحیات بخوبی نبھایا۔ ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے فرزندوں میں سے ایک فرزند بنا لیا۔ جناب ابوطالب کی شریک حیات فاطمہ نے جو عبدالمطلب کے سوتیلے بھائی اسد کی دختر نیک اختر تھیں، ہر قسم کی کوشش کی کہ وہ آپ کی ماں کی جگہ لے لیں۔ بعد کے دنوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے کہ انھوں نے اپنے حقیقی فرزندوں کو بھوکا رکھا لیکن مجھے نہیں۔ (محمدؐ مارٹن لنگز، ترجمہ ص۔۸۰) کہا جاتا ہے کہ جب عبدالمطلب کے انتقال کا وقت نزدیک آیا تو انھوں نے اپنی لڑکیوں کو جمع کیا جو تعداد میں چھ تھیں (صفیہ، برّہ، عاتکہ، ام حکیم، امیمہ، اور اروی) اور ان سے کہا کہ تم میرے انتقال پر جو مرثیہ کہو گی، اس کو ابھی کہو کہ میں انتقال سے پیشتر ان کو سن لوں۔ ابن ہشام نے سبھی لڑکیوں کے مرثیوں کو قلم بند کیا ہے۔

جیسا کہ ماقبل میں لکھا جا چکا ہے کہ جناب ابوطالب اپنے بھتیجے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لڑکوں سے زیادہ محبت کرتے تھے، وہ آپ ﷺ کو اپنے ساتھ سلاتے تھے۔ کہیں جاتے تو اپنے ساتھ لے جاتے۔ ابوطالب کو اس سے قبل کسی سے بھی اتنا لگاؤ

11634۸

Marfat.com

نہیں ہوا جتنا کہ ان کو اپنے بھائی کے لڑکے سے تھا۔ آپ کھانے میں بھی اس بھتیجہ کے ساتھ خصوصی سلوک کرتے تھے۔ (حیات ابو طالب مولانا خالد انصاری) محولہ بالا ابو طالب حضرت امام حسن کے دادا ہیں۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کے ساتھ خدا کی عبادت میں منہمک تھے تو وہ (ابو طالب) اپنے دونوں عزیزوں کو اللہ پاک کے سامنے سر بسجود دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور اپنے ایک دوسرے فرزند حضرت جعفر طیار کی جانب دیکھ کر فرمایا جعفر تم بھی اپنے چچیرے بھائی کی ایک جانب کھڑے ہو جاؤ۔ حضرت جعفر نے نبی آخر الزماںؐ کے بائیں سمت کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ ان کو اللہ پاک کی عبادت میں اتنا مزہ آیا کہ انھوں نے جلد ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زید ابن ارقم کے مکان میں قیام سے پیشتر ہی اسلام قبول کر لیا اور سدا کے لیے آپؐ کے ساتھی بن گئے۔ اس وقت تک صرف ۳۱۔۳۲ لوگ ہی مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔

جناب ابو طالب کے چار بیٹے جعفر طیار، عقیل، طالب اور علی اور دو لڑکیاں ام ہانی اور جمانہ تھیں۔

طالب

ابو طالب کی کنیت آپ ہی کے نام پر ہے۔ طالب کے متعلق یہ مشہور ہے کہ آپ کہیں گئے تھے پھر وہاں سے لوٹ کر نہیں آئے اور نہ ان کی کوئی اطلاع ملی۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی محبت و تعلق رکھتے تھے۔ طائف و بدر کی جنگ میں کافروں و مشرکوں کے ساتھ چلے گئے تھے لیکن ان کے طعنوں پر ان کا ساتھ چھوڑ کر کہیں چلے گئے۔ انھوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں کئی عمدہ اشعار کہے ہیں۔ در حقیقت وہ نعت کے اچھے شاعر تھے۔

حضرت عقیل

ابن ہشام کا قول ہے کہ عقیل ہی کو طالب کہا جاتا ہے۔ (ابن ہشام جلد۔ا۔

Marfat.com

ص۔۲۷) جناب ابو طالب کی آمدنی کم تھی اور اس کے مقابلے میں اولادیں زیادہ تھیں۔
جب قریش پر قحط پڑا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس سے کہا، جو بنو ہاشم میں سب سے زیادہ غنی تھے، کہ میرے ساتھ چچا ابو طالب کے پاس چلو، ان کا بار کچھ ہلکا کیا جائے ان کی اولادوں میں سے ایک کو میں لیے لیتا ہوں اور ایک کو آپ لے لیں اور اس کی دیکھ بھال کریں۔ حضرت عباسؓ کا قول ہے کہ جب ہم دونوں جناب ابو طالب کے پاس گئے تو انھوں نے کہا کہ عقیل کو میرے پاس چھوڑ دو اور جو چاہو کرو۔ چنانچہ علیؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لیا اور ان کو اپنے ساتھ رکھا۔ جعفر عباس کے پاس رہے۔ (ابن ہشام جلد۔۱ص۔۲۷۰) مارٹن لنگز نے طالب اور عقیل کو الگ الگ اشخاص مانا ہے اور یہی درست اور سچ ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ طالب اور عقیل ابو طالب کے بڑے صاحبزادوں نے ابتدا میں اسلام قبول کرنے میں اپنے برادران خورد جعفر و علی کی پیروی نہیں کی (محمد صلعم مارٹن لنگز ص۔۱۷۱) واضح ہو کہ کربلا میں حضرت عقیل کے لڑکوں میں جعفر، عبدالرحمٰن، عبداللہ، اور مسلم اور عبداللہ بن مسلم ابن عقیل اور محمد ابن ابو سعید ابن عقیل شہید ہوئے حضرت عقیل کے فرزندوں میں مسلم سب سے زیادہ بہادر تھے۔ حضرت امام حسین نے ان ہی مسلم ابن عقیل کو سب سے پہلے کوفہ بھیجا تھا جن کو بڑی بے دردی سے عبیداللہ بن زیادہ نے شہید کرادیا۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رقم طراز ہیں کہ ان کو ''نا معلوم النسب زیاد نے ظالمانہ طور پر قتل کرادیا۔ (المرتضیٰ مصنفہ مولانا ابوالحسن علی ندوی ص۔۴۲) درست اور صحیح یہ ہے کہ حضرت مسلم کو زیاد نے نہیں بلکہ اس کے لڑکے عبیداللہ نے بے رحمی سے قتل کرایا تھا۔

حضرت عقیل کی کنیت ابوزید تھی آپ نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام مذہب اختیار کیا تھا۔ کچھ مؤرخین کا قول ہے کہ آپ نے صلح حدیبیہ کے بعد اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپ نے ۸ھ کی ابتدا میں مکہ سے ہجرت کی تھی۔ فتح مکہ اور غزوہ حنین میں آپ کا نام نہیں ملتا غالباً وہ ان دنوں مریض تھے۔ زبیر ابن بکار نے حضرت حسن سے روایت کی ہے کہ وہ (حضرت عقیل) حنین کی جنگ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن ساتھیوں میں سے تھے جو جنگ میں مستقل مزاجی سے جمے رہے۔

Marfat.com

حضرت عقیل علم الانساب کے ماہر تھے اور وہ بڑے بہادر اور تیز عقل کے مالک تھے، وہ اپنی فراست و ذہانت سے اپنے مقابل کو بہت جلد لاجواب کر دیتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس کی روایت ہے کہ قریش میں چار اشخاص ایسے تھے جن کو لوگ ثالث اور منصف بناتے تھے اور یہ چار ہیں عقیل، مخرم، جویطب اور ابوجہم۔ حضرت عقیل کی وفات ۹۶ سال کی عمر میں واقعۂ حرہ سے قبل یزید کے عہد حکومت میں ہوئی۔ (اصابہ حصہ۲۔ص۔۴۹۴) وفات سے قبل آپ نابینا ہو گئے تھے۔ آپ کی ۱۲ اولادیں تھیں جن میں سے نو بیٹے اور پوتے کربلا میں حضرت حسین کے ساتھ تھے اور آپ کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے۔

حضرت جعفر طیار

حضرت جعفر حضرت علی سے دس سال بڑے تھے۔ آپ نے حبشہ کی ہجرت کی تھی۔ جب مکہ کے مشرکین و کفار کے نمائندوں نے مہاجرین حبشہ کو مکہ واپس لانے کی خاطر نجاشی سے درخواست کی، تو مسلمانوں کی جانب سے نجاشی سے گفتگو کرنے کے لیے حضرت جعفر ہی کا انتخاب کیا گیا تھا جن کی اثر آفریں تقریر سے متاثر ہو کر نجاشی نے مکہ کے نمائندوں سے کہہ دیا تھا کہ بخدا میں ان کو کبھی واپس نہیں کروں گا۔ حضرت جعفر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ ہجرت کے چھ سالوں بعد ۷ھ میں حبشہ سے مدینہ اس وقت آئے جب مسلمانوں کو خیبر پر فتح حاصل ہو چکی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھ کر گلے لگایا اور ان کی پیشانی کا بوسہ لے کر فرمایا ''مجھے نہیں معلوم کہ مجھ کو جعفر کی آمد سے زیادہ مسرت ہے یا خیبر کی فتح کی وجہ سے۔'' ۸ھ میں اسلامی تقویم کے پانچویں ماہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوج موتہ بھیجی۔ آپ نے اس فوج کا سپہ سالار حضرت زید ابن حارث کو بنایا اور آپؐ نے فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر ابن ابو طالب کو اور ان کی شہادت پر عبداللہ ابن رواحہ کو سپہ سالار بنایا جائے۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ موتہ) تینوں کی شہادت کے بعد فوج نے حضرت خالد ابن ولید کو سپہ سالار بنایا جو مسلمانوں کو نرغہ سے نکال لائے۔ (طبقات ابن سعد مغازی کا باب) عبداللہ ابن عمر کی جو اس جنگ میں شریک

Marfat.com

تھے، روایت ہے کہ انھوں نے حضرت جعفر کے جسد اطہر کو دیکھا تو صرف سامنے کے حصے میں پچاس زخم تھے، سارے جسم پر نوے سے زیادہ زخم تھے۔ (بخاری باب غزوہ موتہ)

میدان جنگ میں جو کچھ ہو رہا تھا اسے اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیا اس لیے آپؐ میدانِ کارزار میں ہونے والے ہر جزئیہ سب لوگوں کو بتلا رہے تھے۔ آپؐ حضرت زید ابن حارث، حضرت جعفر طیار اور حضرت عبداللہ ابن رواحہ کی جنگ اور ان کی شہادت کا ایک ایک جزئیہ جنگ کے دوران بتلاتے جاتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ پاک نے آپ کے سامنے سارا میدان جنگ رکھ دیا تھا۔

حضرت جعفر بہت جواد اور سخی تھے اور انھیں بھوکوں اور ضرورتمندوں کو کھانا کھلانے میں ایک خاص قسم کی مسرت و انبساط محسوس ہوتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا تھا کہ تم شکل وصورت اور عادات واطوار میں میرے مثل ہو۔ (صحیح بخاری، مناقب جعفر)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے پیشتر جتنے پیغمبر ہوئے ہیں ان کو صرف سات سات ساتھی مرحمت کیے گئے تھے لیکن میرے رفقاء کی تعداد چودہ ہے۔ ان میں سے ایک حضرت جعفر ہیں۔ (جامع ترمذی مناقب اہل بیت)

حضرت فاطمہ بنت اسد

حضرت امام حسن کی دادی کا مبارک نام فاطمہ ہے جو اسد ابن ہاشم کی دختر ارجمند اور امام حسن کے دادا جناب ابو طالب کے والد جناب عبدالمطلب کی بھتیجی تھیں۔ آپ کی شادی امام حسن کے دادا جناب ابو طالب سے ہوئی تھی۔ اسلام کے ابتدائی دنوں میں خاندان ہاشم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ ساتھ دیا تھا اور ان میں سے بیشتر نے اسلام قبول بھی کر لیا تھا۔ امام حسن کی دادی ان میں سے ایک تھیں۔ ابو طالب کے کے انتقال کے بعد یہی حضرت فاطمہ ابو طالب کی جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھ بھال کرنے لگی تھیں۔ جب مسلمانوں کو مدینہ کی ہجرت کی اجازت مل گئی تو حضرت فاطمہ نے

Marfat.com

مدینہ کی ہجرت کی۔ وہ حضرت علیؓ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر حضرت فاطمہؓ بنت رسول کی شادی کے وقت باحیات تھیں۔ اسد الغابہ میں مرقوم ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت فاطمہ سے ہوا تو آپ نے اپنی ماں سے کہا کہ میں پانی بھرنے اور گھر کے باہر کے کام سنبھالوں گا اور حضرت فاطمہ چکی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں آپ کی اعانت کریں گی۔

امام حسن کی دادی کا وصال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے سے پیشتر ہو گیا تھا۔ آپؐ نے ان کو اپنا کرتا اتار کر کفن میں دیا تھا اور آپ کی قبر میں اتر کر کچھ وقت کے لیے لیٹ گئے تھے۔ عوام نے وجہ دریافت کی تو آپؐ نے فرمایا کہ ابو طالب کے بعد ان سے زیادہ کسی نے میرے ساتھ حسن سلوک نہیں کیا اس لیے میں نے ان کو اپنا کرتا پہنایا تاکہ جنت میں ان کو حلہ ملے (ایک خاص قسم کا کپڑا جس کا کرتا اور پاجامہ ایک ہی کپڑے کا ہوتا ہے۔) اور ان کی قبر میں اس لیے لیٹا تھا کہ ان کو قبر کی مشکلات میں کمی ہو۔ (اسد الغابہ جلد۔۵ص۔۵۱۷) اصابہ میں آپؐ کے حسن سلوک اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی نوعیت کی بابت مرقوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھنے، ان کے گھر تشریف لے جاتے اور ان کے مکان پر استراحت فرماتے۔ (اصابہ جلد ۸۔ص۔۱۶)

حضرت ام ہانی

آپ حضرت امام حسن کی پھوپھی تھیں۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا۔ آپ کے نام کے بارے میں مؤرخین اور تذکرہ نگاروں کے مابین شدید اختلافات ہیں۔ بعض نے فاطمہ بعض نے فاختہ اور بعض نے ہند بتلایا ہے۔ ام ہانی آپ کی کنیت ہے۔ عمارہ، ہانی، یوسف یا جعدہ آپ کی اولادیں ہیں۔ آپ کی شادی ہبیرہ ابن عمر وابن عائذ سے ہوئی آپ نے ۸ھ میں فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن آپ کے مکان میں غسل فرمایا تھا اور چاشت کی نماز پڑھی تھی۔ حضرت ام ہانی کے لفظوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعتیں پڑھی تھیں۔ میں نے کوئی نماز اس سے

Marfat.com

زیادہ مختصر نہیں دیکھی، لیکن آپ نے رکوع وسجدہ مکمل طور سے ادا کیے تھے۔ (بخاری و مسلم)
ام ہانی نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے دو مشرک رشتہ داروں حارث ابن ہشام مخزومی اور جو ہر ابن امیہ مخزومی یا عبداللہ ابن ربیعہ کو اپنے گھر میں پناہ دے رکھی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے امن (دینے) کو تسلیم کرلیا تھا۔ (مسند حصہ ۶ ص ۔۳۴۲) حضرت ام ہانی کی وفات حضرت امیر معاویہؓ کے عہد حکومت میں ہوئی۔ حضرت علی، حضرت جعفر اور ام ہانی ماں باپ دونوں جانب سے بھائی بہن تھے۔ ان سے چھیالیس حدیثیں مروی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو خاص لگاؤ تھا، جس کا اظہار اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے کہ آپ فتح مکہ کے موقع پر ان کے گھر تشریف لے گئے تھے اور آپؐ نے وہاں شربت نوش فرما کر ان کو مرحمت فرمایا جس کو پینے کے بعد انھوں نے عرض کیا کہ میں روزے سے ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ روزہ رمضان کے روزوں کے بدلے میں تھا تو اس کے عوض میں کسی دن روزہ رکھ لو اور اگر نفلی ہے تو تمھاری مرضی ہے اس کو قضا کرو یا نہ کرو۔ (مسند جلد ۶ ص ۔۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳)

ام ہانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھیں۔ ایک بار آپؐ نے ان سے فرمایا تھا کہ ام ہانی بکری لے لو یہ بہت بابرکت اور نافع ہوتی ہے۔ (مسند جلد ۶ ص ۔۳۴۴)

صحیح مسلم میں مروی ہے کہ ایک بار نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ہانی سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا تھا تو حضرت ام ہانی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری عمر زیادہ ہوگئی ہے اور میری اولادیں بھی ہیں، جن کو پالنے پوسنے کی میری ذمہ داری ہے۔ اس موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ سواری کرنے والی عورتوں میں سب سے بہتر قریش کی خواتین ہیں۔ وہ عالم طفولیت میں اپنے یتیم بچوں سے محبت کرتی ہیں اور اپنے شوہروں کی جائداد اور دھن دولت کی بہت حفاظت کرتی ہیں۔ ایک بار ام ہانی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں اب بوڑھی ہوگئی ہوں، مجھے ایسا کوئی نیک کام بتلایئے جس پر بیٹھے بیٹھے عمل ہو سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سو بار **سبحان اللّٰہ**، ایک سو بار **الحمد للّٰہ**، ایک سو بار **اللّٰہ اکبر** اور ایک سو بار **لا الٰہ الا اللّٰہ** پڑھ لیا کرو۔ (مسند ۸

Marfat.com

جلد ٦۔ص۔۳۴۴)

حضرت جُمانہ اوران کے شوہر

جناب ابوطالب کی دوسری صاحبزادی اور امام حسن کی دوسری پھوپھی کا نام جُمانہ تھا۔ ان کے بارے میں زیادہ معلومات دستیاب نہیں ہے۔ آپ کی شادی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار حضرت ابوسفیان ابن حارث ابن عبدالمطلب سے ہوئی تھی۔ آپ فتح خیبر تک بقید حیات تھیں۔ ابن اسحٰق میں مرقوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی پیداوار سے تین وسق خرمہ آپ کے لیے متعین کیے تھے۔ ابوسفیان کے والد حارث حسن کے نانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا تھے اور آپ (ابوسفیان) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں نے حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا تھا۔ دونوں معاصر تھے۔ ان وجوہ کی بنا پر دونوں میں بڑی محبت تھی۔ (ابن سعد جلد۔۴۔ص۔۳۴)

محولہ بالا ابوسفیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد قریش کے دیگر اساتین کی طرح اسلام کے بدترین دشمن ہوگئے اور انھوں نے مذہب اسلام کا استیصال اپنا مقصد بنالیا۔ فتح مکہ سے پیشتر مسلمانوں اور مشرکوں کے مابین جتنی بھی جنگیں ہوئیں وہ سبھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کے صف اوّل میں رہا کرتے تھے۔ (مستدرک حاکم جلد۳ص۔۲۵۴) وہ ایک شہرت یافتہ شاعر تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فرضی ہجو کر کے عوام کو سنایا کرتے تھے۔ مکمل اکیس سالوں کے مخالفانہ رویے کے بعد فتح مکہ سے کچھ دنوں پیشتر ایک دن انھوں نے، جب مکہ سے آپ کے کوچ کی اطلاعات گرم تھیں، اپنی بیوی سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیا چاہتے ہیں۔ تم لوگ یہاں سے نکل چلو۔ بیوی نے کہا کہ عرب وعجم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہوتا جارہا ہے لیکن تم اب بھی اسی عداوت اور مخالفت میں رہ رہے ہو حالانکہ تمھارے لیے ان کا تعاون اوروں کی بہ نسبت زیادہ ضروری ہے اور ان کا تم پر حق بھی زیادہ ہے۔ بیوی کی یہ بات دل میں اتر گئی اور اسی وقت سواری کا انتظام کر کے اپنے لڑکے جعفر کے ساتھ آپ کی خدمت اقدس میں حاضری کے مقصد سے چل پڑے۔ اس

Marfat.com

وقت مسلمانوں کا مقدمۃ الجیش ابوا مقام پر پہنچ چکا تھا۔ وہ اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ گئے۔ آپ کو ان سے اتنی نفرت تھی کہ آپؐ نے اپنا مبارک چہرہ دوسری جانب کرلیا۔ ابوسفیان ادھر آئے تو آپؐ نے دوبارہ ادھر سے بھی اپنا رخ موڑ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس میں ان کے لیے بالکل جگہ نہیں تھی۔ ابوسفیان نے ام سلمٰی سے سفارش کروائی جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اپنے چچازاد بھائی کو مایوس نہ کیجیے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے ایسے بھائی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر ابوسفیان نے مایوس ہو کر کہا کہ میں اس نوجوان جعفر کو لے کر دربدر مارا مارا پھروں گا اور بھوک پیاس سے تڑپ تڑپ کر جان دے دوں گا۔ رحمۃ للعالمین کے دریائے رحمت میں طغیانی آ گئی اور آپؐ نے ابوسفیان کو اپنے سامنے آنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ باپ بیٹے سر پر عمامہ باندھے ہوئے آپؐ کے سامنے لائے گئے۔ اور دونوں السلام علیک یارسول اللہ کہہ کر آگے بڑھے۔ آپؐ نے فرمایا ان کے چہرے سے نقاب تو ہٹاؤ تاکہ ان کے چہرے دکھائی دیں۔ اس کے بعد باپ بیٹے دونوں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ایک ہجو کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ تم نے مجھ کو کب نکالا تھا؟ ابوسفیان نے عرض کیا کہ اب زیادہ ملامت کر کے شرمندہ نہ کیجیے۔ آپؐ نے فرمایا اب کوئی ملامت نہیں ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ابوسفیان سے اللہ اور اس کے رسول خوش ہو گئے، اس لیے تم لوگ بھی خوش ہو جاؤ۔

ابوسفیان نے حنین کی جنگ میں بہت شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کیا اور جب مشرکوں کے اچانک حملہ سے مسلمان منتشر ہو گئے تو آپ اپنی جگہ پر استقامت کے ساتھ جمے رہے اور ننگی تلوار لیے اپنے گھوڑے سے اتر کر موت کے منہ میں کود پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس عشق الٰہی، دینی خدمت اور اپنی جان قربان کرنے کے جذبہ کے صلہ میں ان کو اسد رسول اللہ (رسول اللہ کے شیر) کے خطاب سے نوازا۔ ابوسفیان طائف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ المختصر اسلام قبول کرنے کے بعد کسی بھی جنگ میں آپ کے قدم پیچھے نہیں ہٹے۔

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی باعث آپ پر مصائب و تکالیف کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ آپ اس مصیبت سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ آپ کا یہ زخم مندمل بھی نہ ہونے پایا تھا کہ کچھ دنوں بعد آپ کے بھائی نوفل کا بھی انتقال ہوگیا۔ ان کا دل اس دنیا سے پوری طرح اچاٹ ہوگیا اور وہ خدا سے التجا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور برادر عزیز نوفل کے بعد زندگی پوری طرح بے مزہ ہوگئی ہے۔ اس لیے مجھ کو اس زمین سے جلد از جلد اٹھا لیجیے۔ ان کی دعا کو قبولیت ملی اور انھوں نے حج کے دوران حلق کروایا ان کے سر میں ایک پھنسی تھی جو چھل گئی اور اس سے اتنا خون بہا کہ کسی ترکیب سے رک نہ سکا، آپ نے خود ہی اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر کھودی اور اس کے تیسرے دن آپ کا انتقال ہوگیا۔ آپ کی بہت سی اولادیں ہوئیں لیکن آپ کی نسل کسی سے نہ چل سکی۔ (طبقات ابن سعد جلد۔۴، ق۱، ص۔۱۷) اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کا بیشتر وقت عبادت الٰہی میں صرف ہوتا تھا۔ (طبقات ابن سعد جلد۔۴، ق اول، ص۔۱۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ان کی اتھاہ محبت کی وجہ سے ''میرے گھر والوں میں سے'' کہتے تھے۔ (مستدرک حاکم جلد ۳ ص۔۲۵۵) ابوسفیان نے آپؐ کے وصال پر ایک بہت پر درد مرثیہ کہا تھا۔ اس مرثیہ کو عبدالبر نے استیعاب جلد۔۲ کے صفحہ ۷۰۸ پر نقل کیا ہے۔

حضرت صفیہ

حضرت امام حسن کے جد امجد جناب ابو طالب کی سبھی بہنوں میں سے صرف حضرت صفیہ و حضرت اروی نے اسلام قبول کیا۔ اسد الغابہ جلد۔۲۔ ص۔۴۹۲۔ میں مرقوم ہے کہ سچ یہ ہے کہ صفیہ کے علاوہ حضورؐ کی کسی پھوپھی نے اسلام قبول نہیں کیا۔ صفیہ کی ماں کا نام ہالہ تھا جو حضرت آمنہ کی چچیری بہن تھیں۔ ابو طالب کے بھائی حضرت حمزہؓ ان ہی کے بطن سے متولد ہوئے تھے، آپ کا پہلا نکاح ابوسفیان ابن حرب کے بھائی حارث سے ہوا تھا اور ان کی وفات کے بعد آپ کی شادی حضرت خدیجہؓ کے بھائی عوام سے ہوئی تھی جن سے حضرت زبیر ولادت پذیر ہوئے تھے۔ آپ بہت ہمتی اور بہادر تھیں۔ غزوہ خندق میں

Marfat.com

خواتین کو ان کے تحفظ کی نگاہ سے انصار کے قلعوں میں سب سے مستحکم قلعہ فارع میں رکھا گیا تھا جو پختگی اور حفاظت میں سب سے محفوظ تھا۔ یہ قلعہ حضرت حسانؓ کی ملکیت میں تھا اور خواتین کی نگرانی موصوف ہی کی ذمہ داری میں دی گئی تھی ایک یہودی اس قلعہ کے دروازے تک پہنچ گیا۔ آپ (حضرت صفیہ) نے حضرت حسانؓ سے اس کو قتل کرنے کو کہا تاکہ اندرون قلعہ کے احوال و کوائف کا علم دشمنوں کو نہ ہو سکے اور حضرت حسانؓ کے ذریعہ اپنی مجبوری کے اظہار پر آپ نے خود خیمہ کی ایک چوب اکھاڑ کر اس یہودی کے سر پر اتنی زور سے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور وہ فوراً مر گیا۔ حضرت صفیہؓ نے اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے باہر پھینک دیا۔ اس سے اعدائے اسلام پر یہ اثر ہوا کہ وہ سمجھے کہ اندرون قلعہ تحفظ کے پختہ انتظامات ہیں۔

آپ بہت ہمتی خاتون تھیں۔ غزوہ احد میں آپ نے اپنے بھائی حضرت حمزہؓ کا کٹا پھٹا جسم دیکھا۔ کیونکہ ان کا مثلہ کر دیا گیا تھا لیکن آپ نے صبر و تحمل کا ثبوت دیا اور "انا للّٰہ وانا الیہ راجعون" پڑھ کر چپ رہیں۔ (اسد الغابہ جلد۔۵، ص۔۴۹۲ و اصابہ ج۔۸، ص۔۱۲۹) انھوں نے اس موقع پر کہے گئے اپنے مرثیے کے ایک شعر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے آج آپ پر وہ دن آ گیا ہے جس میں سورج نے سیاہی پہن لی ہے حالانکہ وہ اس سے پہلے روشن تھا۔

(اصابہ جلد۔۸ ص۔۱۲۹)

حضرت صفیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر بھی ایک مرثیہ کہا تھا جس کے مطلع کا مطلب درج ذیل ہے۔

اے آنکھو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر خوب آنسو بہاؤ

(اصابہ جلد۔۸ ص۔۱۲۹)

حضرت صفیہ کا انتقال بعمر ۷۳ سال ۲۰ھ میں ہوا اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

Marfat.com

حضرت اروىٰ

ابن سعد اور ابن قیم کے علاوہ کئی دیگر سوانح نگاروں نے بھی عبدالمطلب کی دختر اور حضرت حسن کے دادا ابو طالب کی بہن اروىٰ کے اسلام قبول کرنے کی توثیق کی ہے۔ اروىٰ کا نکاح عمیر ابن وہب ابن عبد ابن قصی سے ہوا تھا۔ وہ خود اور ان کے فرزند ارجمند طلیب دار ارقم میں مسلمان ہونے والوں میں سے ہیں۔ اروىٰ نے اعلان نبوت کے چوتھے سال اسلام قبول کر لیا تھا۔

حضرت اروىٰ ایک اچھی شاعرہ بھی تھیں۔ ایک بار حضرت طلیب نے عوف ابن حبرہ سہمی کو جب کہ اس نے نبی آخر الزماں کی شان اقدس میں نازیبا الفاظ استعمال کیے تھے اونٹ کے کلّے کی ہڈی سے مار کر زخمی کر دیا تھا اور جب اس نے اس کی شکایت حضرت اروىٰ سے کی تو انھوں نے ایک شعر کہا جس کا مطلب حسب ذیل ہے۔

حضرت طلیب نے اپنے ماموں زادے کی اعانت کی اور اس نے لہو اور مال و دولت سے ہمدردی کا اظہار کیا۔

ایک بار حضرت طلیب نے ابو وہاب ابن عزیز دارمی کو اس کے اس جرم پر قتل کر دیا کہ اس نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی (نعوذ باللہ) شہادت کی سازش رچی تھی۔ جب حضرت اروىٰ کو پورے واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ بہت مسرور ہوئیں۔ حضرت اروىٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک بقید حیات تھیں اور انھوں نے آپ کے پردہ فرمانے پر ایک دلدوز مرثیہ کہا تھا۔

حضرت امامہ بنت ابوالعاص

آپؓ حضرت امام حسن کی سوتیلی ماں اور آپ کی خالہ زاد بہن ہیں۔ حضرت امامہ کی ماں زینب بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بہت محبت اور پیار تھا۔ آپ اُن کو نماز کی حالت میں بھی اپنے سے جدا نہ کرتے تھے۔ بخاری کی روایت کے مطابق آپ ایک بار امامہ کو اپنے کاندھے پر لیے ہوئے مسجد تشریف لائے اور آپ نے

Marfat.com

اسی حالت میں نماز پڑھائی ۔ جب آپؐ رکوع میں جاتے تو ان کو اتار دیتے پھر کھڑے ہوتے تو کاندھے پر چڑھا لیتے اور اسی طرح آپ نے پوری نماز پڑھائی ۔ (بخاری جلد ۔ا ۔ص ۔۷۵)

ایک بار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ چیزیں بطور تحفہ آئیں جن میں ایک مطلاّ ہار بھی تھا ۔ حضرت امامہ ایک کونے میں کھیل رہی تھیں ۔ آپؐ نے فرمایا یہ طلائی ہار اس کو دوں گا جو مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے ۔ لوگوں کا خیال تھا کہ آپؐ یہ سونے کا ہار حضرت عائشہ کو مرحمت فرمائیں گے لیکن آپ نے امامہ کو بلا کر وہ ہار ان کے گلے میں خود پہنا دیا ۔ بعض روایتوں میں ہار کے بجائے انگوٹھی کا ذکر آیا ہے ۔ (زرقانی حصہ ۲ ص ۔۲۲۵) اس روایت میں تحفہ دینے والے کا نام بھی مروی ہے ۔ یعنی حبشہ کا بادشاہ نجاشی ۔ (طبقات ابن سعد حصہ ۔۸ ص ۔۲۷)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت امامہ سن بلوغ کو پہنچ چکی تھیں ۔ لہٰذا حضرت علیؓ نے ۱۱ھ میں حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد آپ سے شادی کر لی ۔ حضرت امامہ کے والد محترم حضرت ابوالعاص ابن ربیع ابن عبد العزیٰ نے حضرت زبیر کو حضرت امامہ کے نکاح کی وصیت کی تھی ۔ لہٰذا حضرت زبیرؓ نے خود حضرت امامہ کا نکاح پڑھایا ۔

۴۰ھ میں حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد مغیرہ ابن نوفل (عبدالمطلب کے پر پوتے) نے حضرت علی کی وصیت کے مطابق حضرت امامہ سے نکاح کر لیا ۔ حضرت مغیرہ نے حضرت امام حسن کی اجازت سے اس نکاح میں اس لیے عجلت کی تھی کیونکہ حضرت معاویہؓ نے حضرت امامہ سے اپنی شادی کا پیغام دیا تھا اور مروان کو لکھا تھا کہ وہ اس میں ایک ہزار دینار خرچ کرے ۔ حضرت امامہ کا حضرت مغیرہ کے یہاں انتقال ہوا ۔ (اصابہ جلد ۔۸ ص ۔۱۴)

امامہ کے بطن سے مغیرہ کا ایک لڑکا یحییٰ ولادت پذیر ہوا تھا ۔ بعض راویوں کا قول ہے کہ حضرت امامہ کے بطن سے مغیرہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی ۔

Marfat.com

حضرت حسن کے نانا نبی آخرالزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت امام حسن کی شخصیت پر مفصل گفتگو سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند فقرات میں مختصراً ختم المرسلین والانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کو دو عہدوں میں منقسم کر کے ہر عہد کے اہم واقعات حوالہ قرطاس کر دیے جائیں۔

نبی آخرالزماں ﷺ کی حیات مبارکہ کا پہلا عہد (مکی زندگی)

ولادت حضرت عبداللہ ۵۴۶ء وفات ۵۷۰ء بعمر ۲۴

ولادت سرور کائنات ہجرت سے ۵۳ سال پیشتر ۹ ربیع الاول بروز دوشنبہ (دوسری روایت کے مطابق ۱۲ ربیع الاول) مطابق ۲۰/اپریل ۵۷۱ء بروز دوشنبہ۔

بعض روایتوں میں ۲۲/اپریل ۵۷۱ء مرقوم ہے۔ واقعہ فیل موقوعہ ۲/مارچ ۵۷۱ء بروز شنبہ۔

والدہ کی وفات: ۵۷۷ء

دادا عبدالمطلب کی وفات ۵۷۹ء بعمر ۸۲ سال

جناب ابوطالب کی معیت میں شام کا سفر۔ ۵۸۳ء بعمر ۱۳ سال۔

تیماء کے اندر بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی۔

پیشہ تجارت ۵۹۱ء تا ۵۹۶ء

ملک شام کا دوسرا تجارتی سفر حضرت خدیجہ کا مال لے کر ۵۹۵ء بعمر ۲۵ سال بصریٰ میں نسطورا راہب سے ملاقات ہوئی۔

حضرت خدیجہ سے نکاح

۲۵ سال ۲ ماہ ۱۰ دن کی عمر میں حضرت خدیجہ سے نکاح ہوا۔ حضرت خدیجہ کی عمر ۴۰ سال تھی۔

Marfat.com

امین کا خطاب۔ بعمر ۳۰ سال

تعمیر کعبہ کے موقع پر حجر اسود کے نصب کے لیے حَکَم۔ ۶۰۵ء بعمر ۳۵ سال

غار حرا میں تنہائی پسندی اور عبادت ۶۰۶ء تا ۶۰۹ء

رویائے صادقہ کا ظہور ۶۰۹ء

اعلان نبوت بعمر ۴۰ سال۔ ۹ ربیع الاول = ۱۲ فروری ۶۱۰ء بروز دوشنبہ

فرضیت صلوٰۃ فجر وظہر۔ ۹ ربیع الاول ۱ نبوی = ۱۲ فروری ۶۱۰ء

نزول قرآن کا آغاز۔ ۱۸ رمضان المبارک ۱ نبوی = ۱۷ اگست ۶۱۰ء

شب جمعہ

دعوت نبوت کے اظہار کا حکم۔ تین سال بعد

کوہ صفا کا مشہور خطبہ۔ ۳ نبوی

شعب ابی طالب میں محصوری۔ بعثت کے ۶ سال بعد شنبہ یکم محرم ۷، ۸، ۹ نبوی

جناب ابوطالب کا انتقال۔ خاتمہ محصوری کے آٹھویں ماہ ۱۰ نبوی بعمر ۸۰ سال

حضرت خدیجہ کی وفات۔ ابوطالب کے انتقال کے تخمیناً ۳ دنوں بعد بعمر ۶۲ سال

طائف کا سفر اور مطعم ابن عدی کے جوار میں مکہ معظّمہ میں واپسی۔

جمادی الاخریٰ ۱۰ نبوی

سات جنات کا سفر طائف میں نخلہ میں ایمان لانا۔

معراج۔ بعمر ۵۱ سال ۹ ماہ بروز دوشنبہ ۲۷ رجب ۱۰ نبوی = ۲۲ مارچ ۶۱۹ء

نماز پنجگانہ کی فرضیت۔ معراج میں۔

حضرت سودہ بنت زمعہ و حضرت عائشہ بنت ابی بکر سے نکاح ۱۰ نبوی = ۶۲۰ء

بیعت عقبہ اولیٰ۔ چھ حضرات کا ذوالحجہ ۱۱ نبوی = ۶۲۰ء عقبہ منیٰ میں قبول اسلام

بیعت عقبہ ثانیہ۔ بارہ حضرات ذوالحجہ ۱۲ نبوی = ۷ مارچ ۶۲۱ء

بیعت عقبہ ثالثہ۔ ۷۵ افراد ذوالحجہ ۱۳ نبوی = ۶۲۲ء

ہجرت حبشہ اولیٰ۔ رجب ۵ نبوی = اپریل ۶۱۴ء۔ گیارہ مرد اور چار عورتیں

Marfat.com

حضرت عمرؓ و حضرت حمزہؓ کا اسلام ۔ ۶ ھ نبوی

ہجرت حبشہ ثانیہ ۔ ۷ ھ نبوی ۔ ۸۳ مرد اور ۲۰ عورتیں

حیات نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا عہد (مدنی زندگی)

ہجرت مدینہ ۔ ۵۳ سال کی عمر میں ہجرت کا حکم

داخلہ غار ثور ۔ ۲۷ صفر ۱ھ شب جمعہ یا دوشنبہ ستمبر ۶۲۲ء

قبا میں داخلہ و قیام اور تعمیر مسجد ۔ جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۱ھ ۲۷ ستمبر ۶۲۲ء چودہ روز قیام اور مسجد قبا کی تعمیر

داخلہ مدینہ منورہ ۔ جمعہ ربیع الاول ۱ھ ستمبر ۶۲۲ء

تعمیر مسجد نبوی ۔ ۱ھ ۔ ۶۲۲ء

حضرت انسؓ کے مکان میں تقریب مواخاۃ ہجرت کے ۵ ماہ بعد ۔ ۴۵ مہاجرین اور ۴۵، انصار کے مابین

ظہر، عصر عشاء میں چار رکعتوں کی فرضیت

اور یہودیوں سے معاہدے ۱ھ ۶۲۲ء

تحویل قبلہ ۔ شنبہ ۱۵ ر شعبان ۲ھ ۔ اکتوبر ۶۲۳ء

سریہ حارث ابن عبداللہ ۔ ۲ھ ۔ اکتوبر ۶۲۳ء

غزوہ ابواء صفر ۲ھ ۔ ۶۲۳ء

فرضیت جہاد ۲ھ

غزوہ بواط ۔ ربیع الاول ۲ھ جولائی ۶۲۳ء

غزوہ ذی العشیرہ جمادی الاخریٰ ۲ھ اکتوبر ۶۲۳ء

سریہ عبداللہ بن جحش رجب ۲ھ نومبر ۶۲۳ء

سریہ غطفان ۲ھ

فرضیت صوم کے بعد پہلا روزہ ۔ چہار شنبہ یکم رمضان ۲ھ ۔ فروری ۶۲۴ء

Marfat.com

غزوہ بدر۔ ۱۷ر رمضان ۲ھ م جنوری ۶۲۴ء مسلمان ۳۱۳۔۲۲ شہید [۱]
کفار ایک ہزار جن میں ۷۰ مقتول اور ۷۰ قید ہوئے۔

غزوہ بنو قینقاع۔ شوال ۲ھ م جنوری ۶۲۴ء

صدقہ فطر و باجماعت عید الفطر و نکاح حضرت فاطمہ ۲ھ

وفات حضرت رقیہ ۲ھ

غزوہ سویق ذوالحجہ ۲ھ م اپریل ۶۲۴ء مسلمان ۲۰۰ کفار ۲۰۰

سریہ زید ابن حارثہ۔ جمادی الاخری ۳ھ ستمبر ۶۲۴ء

حضرت حفصہ بنت عمرؓ سے آنحضرت کا نکاح۔ شعبان ۳ھ

غزوہ احد۔ دوشنبہ ۷/۱۵ر شوال ۳ھ جنوری ۶۲۵ء
مسلمان ۶۵۰ شہید ۷۰، زخمی ۴۰۔ کفار تین ہزار مقتول تین

غزوہ حمراء الاسد۔ غزوہ احد کے ایک روز بعد ۳ھ

احکام وراثت اور مشرکین سے نکاح کی ممانعت ۳ھ

حضرت ام کلثوم کا حضرت عثمانؓ سے نکاح۔ حضرت حفصہ اور حضرت زینب بنت خزیمہؓ سے نبیؐ کا نکاح ۳ھ

ولادت حضرت حسن ابن علیؓ ۳ھ

حرمت خمر و ولادت حسینؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ام سلمہ سے عقد و زینب بنت خزیمہ کی وفات ۴ھ

واقعہ رجیع۔ صفر ۴ھ مئی ۶۲۵ء مسلمان ۱۰ کفار ۱۰۰

---

[۱] ابن ہشام نے مسلم شرکائے بدر کی تعداد ان کے اسمائے گرامی اور ان کے قبیلوں کے تعین کے ساتھ ۳۱۴ رقم کی، جس میں سے (۶۱) اوسی (۱۷۰) خزرجی اور (۸۳) مہاجر ہیں۔ انھوں نے شہدائے بدر کی تعداد (۱۴) بتلائی ہے جس میں (۶) قریشی اور (۸) انصاری ہیں۔ انھوں نے ہر شہید کا نام اس کے قبیلہ کے تعین کے ساتھ رقم کیا ہے۔ (سیرت النبی جلد اول باب ۱۰۳ و ۱۰۴) اور یہی درست ہے۔ آزاد

Marfat.com

واقعہ بیر معونہ ۴ھ مئی ۶۲۵ء مسلمان ستر۔ شہری انہتر

غزوہ بنی نضیر اور یہودیوں کی جلاوطنی۔ ربیع الاول ۴ھ = جون ۶۲۵ء

حکم حجاب۔ جمعہ یکم ذی قعدہ ۴ھ = اپریل ۶۲۶ء

غزوہ بدر ثانیہ۔ ذوالقعدہ ۴ھ مسلمان ۱۵۱۰ کفار ۲۰۵۰ کفار واپس ہو گئے جنگ نہیں ہوئی۔

ام سلمہ بنت ابی امیہ سے آنحضرتؐ کا عقد ۴ھ

غزوہ بنی المصطلق یا غزوہ مریسیع۔ تیمم کا حکم، واقعہ **افک** و حد زنا۔ ۳ شعبان ۵ھ = ۵/ستمبر ۶۲۶ء

حضرت جویریہ سے آنحضرت کا عقد۔ ۳ شعبان ۵ھ م ستمبر ۶۲۶ء

حضرت زینب بن جحش سے آنحضرت کا عقد ۵ھ

غزوہ احزاب خندق شوال ۵ھ م فروری ۶۲۷ء مسلمان تین ہزار اعدائے اسلام دس ہزار

غزوہ قریظہ اور یہود قریظہ کا خاتمہ۔ ذوالحجہ ۵ھ م اپریل ۶۲۷ء دشمن مقتول اور مقید

غزوہ بنی لحیان۔ ربیع الاول ۶ھ جون ۶۲۷ء

غزوہ ذی قرد۔ ربیع الآخر ۶ھ جولائی ۶۲۷ء ۳ مسلمان شہید۔ ایک کافر مقتول

سریہ الغمر۔ ربیع الآخر ۶ھ اگست ۶۲۷ء

سریہ اولیٰ زید ابن حارثہ۔ جمادی الاولیٰ ۶ھ ۶۲۷ء

سریہ ثانیہ زید ابن حارثہ۔ جمادی الاخریٰ ۶ھ اکتوبر ۶۲۷ء

سریہ عبداللہ ابن عتیک رمضان ۶ھ دسمبر ۶۲۷ء

سریہ عبداللہ ابن رواحہ شوال ۶ھ جنوری ۶۲۸ء

ام حبیبہ بنت جحش سے حضورؐ کا عقد ۶ھ

بیعت رضوان صلح حدیبیہ۔ ذوالقعدہ ۶ھ فروری ۶۲۸ء

Marfat.com

مسلمان چودہ سو بغرض عمرہ گئے تھے کفار نے روک دیا۔

سلاطین کو دعوت اسلام کے خطوط۔ محرم ۷ھ = مئی ۶۲۸ء

قیصر روم کے پاس دحیہ کلبی اور خسرو پرویز کے پاس عبداللہ ابن حذافہ سہمی۔ عزیز مصر مقوقس کے پاس حاطب ابن ابی بلتعہ۔ نجاشی کے پاس عمرو ابن امیہ ضمری۔ روسائے یمامہ کے پاس سلیط ابن عمرو اور رئیس شام حارث غسانی کے پاس شجاع ابن وہب اسدی بطور قاصد۔

اسلامی ریاست کا آغاز۔ فتح خیبر محرم ۷ھ = مئی ۶۲۸ء مسلمان چودہ سو، شہید ۱۸، دشمن دس ہزار، ۹۳ مقتول

حضرت صفیہ سے آنحضرت کا نکاح ۷ھ

گدھا، خچر، درندے اور پنجہ دار پرندوں کی حرمت ۷ھ

غزوہ ذات الرقاع۔ محرم ۷ھ مسلمان چار سو

حضرت خالد ابن ولید اور حضرت عمرو ابن العاص کا قبول اسلام صفر ۷ھ

عمرۃ القضاء اور حکم رمل اور آپ کا حضرت میمونہ سے عقد ذوالقعدہ ۷ھ

غزوہ موتہ۔ جمادی الاولیٰ ۸ھ ستمبر ۶۲۹ء

مسلمان تین ہزار ۱۲ شہید دشمن ایک لاکھ

مسجد نبوی کے اندر تین زینہ کا لکڑی کا منبر ۸ھ

غزوہ ذات السلاسل۔ جمادی الاخریٰ ۸ھ = اکتوبر ۶۲۹ء مسلمان ۵۰۰

سریہ الخبط یا سیف البحر رجب ۸ھ نومبر ۶۲۹ء مسلمان تین سو

اسی سریہ میں ایک مچھلی کا گوشت ۱۸ دن یا اس سے بھی زیادہ دنوں تک چلا۔ تین سو صحابہؓ کھاتے رہے۔ اس کی پسلی کی ہڈیاں حضرت ابوعبیدہؓ نے کھڑی کیں تو اس کے اندر سے سب سے لمبے اونٹ پر سب سے لمبا آدمی سوار ہو کر گزر گیا۔

فتح مکہ معظمہ پنجشنبہ ۲۔ رمضان ۸ھ = جنوری ۶۳۰ء مسلمان دس ہزار ۱۳ کافر مقتول۔

Marfat.com

جنگ اوطاس/نخلہ ۸ھ

وفات حضرت زینب بنت محمد ۸ھ غزوۂ حنین و محاصرۂ طائف شوال ۸ھ

فروری ۶۳۰ء

ولادت حضرت ابراھیم ابن محمدؐ از ماریہ قبطیہ ذوالحجہ ۸ھ =اپریل ۶۳۰ء

سریہ عینیہ بن حصن جانب بنی تمیم محرم ۹ھ جولائی ۶۳۰ء

سریہ علقمہ ابن مجزز جانب حبشہ ربیع الآخر ۹ھ جولائی ۶۳۰ء مسلمان تین سو

سریہ علی ابن ابی طالب جانب طے ۹ھ ۶۳۰ء

غزوہ تبوک/جیش عسرت۔ روانگی پنجشنبہ رجب ۹ھ اکتوبر ۶۳۰ء

تیس ہزار فوج، دس ہزار گھوڑے۔ اس غزوے سے واپسی پر منافقین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک گھاٹی میں گرا کر شہید کرنے کی سازش کی تھی۔

حکم زکوٰۃ و جزیہ، حرمت سود، واقعہ ایلا وتخییر وفرضیت حج ۹ھ

پہلا حج بہ امامت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہوا

حج اکبر۔ دوشنبہ ۹/ذی الحجہ ۹ھ مارچ ۶۳۱ء

سریہ خالد ابن ولید۔ وفات حضرت ابراھیم ربیع الاول ۱۰ھ جون ۶۳۱ء

یمن کی جانب حضرت علیؓ کی روانگی رمضان ۱۰ھ ۹/دسمبر ۶۳۱ء

جیش اسامہ کی تیاری سوئے شام صفر ۱۱ھ =مئی ۶۳۲ء

ابتدا مرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۲۸ صفر بروز دوشنبہ ۱۱ھ مئی ۶۳۲ء

وفات حسرت آیات دوشنبہ ۱۲/ربیع الاول ۱۱ھ بوقت چاشت ۹/جون ۶۳۲ء

تدفین۔ وفات کے ۳۲ گھنٹوں بعد شب چہارشنبہ ۱۴/ربیع الاول ۱۱ء ۱۱/جون ۶۳۲ء

اس دنیا میں حیات مبارکہ کے کل ایام۔ ۲۲۳۳۰۔ ۶ گھنٹے

آگ لگ جانے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کا جل جانا ۶۵۴ھ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا۔ حضرت حمزہؓ، عباسؓ، ابوطالب، ابولہب،

Marfat.com

عبدالعزیٰ، زبیر، مقوم، ضرار، مغیرہ، ملقب بہ حجل، حارث، عبدالکعبہ، قثم، غیداق، بعض روایات کی رو سے عوام بھی ہیں، بعض مورخین نے غیداق اور حجل کو ایک کہا ہے اور بعض نے عبدالکعبہ اور مقوم کو ایک لکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے۔

۱۔ حضرت قاسم ولادت بمکہ قبل اعلان نبوت عمر ایک سال پانچ ماہ تدفین مکہ مکرمہ
حضورؐ کی کنیت ابوالقاسم اسی وجہ سے ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ لقب طیّب اور طاہر۔ ولادت بمکہ بعد اعلان نبوت عمر ایک سال چند ماہ۔ دونوں حضرت خدیجہ کے بطن سے ہیں۔

۳۔ حضرت ابراہیم بطن ماریہ قبطیہ سے ہیں، عمر ایک سال ۴ ماہ
وفات ۱۰ / ربیع الاول ۱۰ھ تدفین جنت البقیع مدینہ منورہ

بنات النبی ﷺ

۱۔ حضرت زینبؓ۔ ولادت قبل اعلان نبوت
وفات ۸ھ۔ تدفین جنت البقیع مدینہ منورہ

۲۔ حضرت رقیہ حضرت زینب سے ۳ سال چھوٹی، وفات ۲۰ شوال ۲ھ
مدفن جنت البقیع مدینہ منورہ

۳۔ حضرت ام کلثوم۔ ولادت قبل اعلان نبوت
وفات۔ پنجشنبہ ۶ / شعبان ۹ھ مدفن، جنت البقیع مدینہ منورہ

۴۔ حضرت سیدہ فاطمہ۔ ولادت ۱ نبوی وفات شب سہ شنبہ ۳ / رمضان ۱۱ھ
مدفن جنت البقیع مدینہ منورہ

خلافت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد ۳۰ سال تک چلتے رہنا
راوی اوّل ابوبکرہ رضی اللہ عنہ (بخاری مترجم جلد دوم ص۔ ۴۶۰)

سمعت النبیؐ علی المنبر والحسن بن علیؓ جنبه ینظر الی الناس مرة والیه مرة یقول النبی هذا سید ولعل الله ان یصلح به بین فئتین من المسلمین۔

Marfat.com

ترجمہ: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منبر پر سنا اور حسن آپ کے بازو (پہلو) میں تھے۔ آپ کبھی لوگوں کی طرف اور کبھی حسن کی طرف دیکھتے تھے۔ آپ فرماتے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہوگا اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں ملاپ کرا دے۔

ایک دوسری روایت میں یہی بات دوسرے لفظوں میں اس طرح ہے۔ محمدؐ نے فرمایا کہ خلافت میرے بعد ۳۰ سالوں تک چلے گی اس کے بعد خلافت کٹھی سلطنت اور کٹکھنی ملکیت میں بدل جائے گی۔ ۳۰ سال کی یہ مدت ۴۱ھ میں ختم ہوجاتی ہے۔ آپ کی پیشن گوئی کے مطابق اس تیس سالہ مدت میں پانچ خلیفہ ہوئے۔

خلیفہ اول : حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

عہد خلافت ۱۱ھ تا ۱۳ھ، م ۶۳۲ء تا ۶۳۴ء

خلیفہ دوم : حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔

عہد خلافت ۱۳ھ تا ۲۴ھ م ۶۳۴ء تا ۶۴۵ء

خلیفہ سوم : حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔

عہد خلافت ۲۴ھ تا ۳۵ھ م ۶۴۵ء تا ۶۵۵ء

خلیفہ چہارم: حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

عہد خلافت ۳۵ھ تا ۴۰ھ م ۶۵۵ء تا ۶۶۰ء

خلیفہ پنجم : حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

عہد خلافت ۴۰ھ تا ۴۱ھ م ۶۶۰ء تا ۶۶۰ء ربیع الاول

راقم کو اس بات پر سخت افسوس ہے کہ علماء پتہ نہیں کیوں خلافت کو چار خلفاء میں محدود کردیتے ہیں جب کہ حدیث نبوی کے مطابق حضرت امام حسن پانچویں برحق خلیفہ ہیں۔ حضرت امام حسن کی بابت جہاں بہت سی غلط باتیں مشہور کردی گئیں، انھیں میں سے ان کو پانچواں خلیفہ نہ کہنا بھی ہے۔

متذکرہ بالا خلفاء کے عہدوں کی چند مشہور جنگیں مندرجہ ذیل ہیں۔

Marfat.com

۱۔	جنگ یرموک	۶۳۴ء	م	۱۳ھ
۲۔	جنگ قادسیہ	۶۳۵ء	م	۱۵ھ
۳۔	فتح مصر	۶۴۱ء	م	۲۱ھ
۴۔	جنگ نہاوند	۶۴۱ء	م	۲۱ھ
۵۔	جنگ جمل	۶۵۶ء	م	۳۶ھ
۶۔	جنگ صفین	۶۵۷ء	م	۳۶ھ، ۳۷ھ

حضرت حسن کی بیعت

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد آپ کی نماز جنازہ حضرت امام حسن نے خود پڑھائی اور چار تکبیروں کے بجائے پانچ تکبیریں کہیں اور آپ کو رحبہ میں جامع مسجد کے قریب دفن کیا گیا۔ (ابن سعد جلد سوم ق ا، علی کا بیان) اس کے بعد امام حسن مسجد تشریف لائے۔ مسلمانوں نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھائے۔ آپ نے ان سے بیعت لی۔ امام حسن کی خلافت سے دستبرداری کے بعد حضرت امیر معاویہؓ مسلمانوں کے پہلے بادشاہ بنے اور اس طرح خلافت کے انتخاب کا دستور ختم ہو گیا اور اسلامی تاریخ میں ملوکیت کے سلسلہ کی نیو پڑی۔

حضرت معاویہؓ بادشاہ تھے، خلیفہ نہ تھے

حضرت معاویہؓ کی بیعت کے بعد جب مشہور صحابیٔ رسولؐ حضرت سعد ابن وقاصؓ نے حضرت معاویہؓ سے ملاقات کی اور انھوں نے ان کو **السلام علیکم ایها الملك** یعنی اے بادشاہ آپ پر سلام ہو کہہ کر مخاطب کیا، حضرت معاویہؓ کو ان کا انداز تخاطب برا محسوس ہوا لیکن ان کو خود بھی یہ حقیقت تسلیم تھی کہ وہ مسلمانوں کے پہلے حاکم یعنی بادشاہ ہیں۔

حضرت حسن کا خطبہ

بیعت کے بعد حضرت امام حسن نے مرقومہ ذیل خطبہ دیا۔

Marfat.com

اللہ پاک کی حمد وثنا اور نبی آخر الزماں کی تعریف کے بعد اللہ پاک نے ہمارے اسلاف کے ذریعہ تمھیں درست ومناسب راہ مرحمت کی اور بعد میں آنے والوں سے خون خرابہ کرایا، عقلمندی میں اعلیٰ ترین درجہ کی عقلمندی خوف الٰہی ہے اور کمزوریوں میں سب سے بڑی کمزوری فسق وفجور ہے۔ خلافت کے بارے میں ہمارے اور معاویہؓ کے مابین جو مسائل اور اختلافات ہیں، تو خلافت کا حقیقی مالک یا تو میں ہوں یا معاویہ ہیں؟ دونوں صورتوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی اصلاح اور تم لوگوں کو کشت وخون سے بچانے کی خاطر، میں اس سے دستبردار ہو رہا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے معاویہؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا خلافت تمھارے لیے فتنہ، آزمائش اور امتحان ہے اور گنتی کے چند دنوں کی دولت اور خوشی ہے۔ آپ نے یہ خطبہ خلافت سے دستبرداری کے وقت دیا تھا جبکہ حضرت عمر ابن العاصؓ نے جو حضرت معاویہؓ کے مشیر کار تھے، حضرت معاویہؓ سے کہا تھا کہ یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عوام کے سامنے معزز حسن سے خلافت سے دستبرداری کا اعلان کرا لیا جائے تاکہ عوام خود حضرت امام حسن کے منہ سے دستبرداری سن لیں۔ حضرت معاویہؓ اس کو مناسب نہ سمجھتے تھے لہٰذا وہ اس کے لیے تیار نہ تھے لیکن حضرت عمروؓ ابن العاص کے اصرار پر حضرت معاویہؓ نے حضرت امام حسن سے درخواست کی تھی کہ وہ عوام کے سامنے اس دستبرداری کا اعلان کر دیں۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت حسن کے محولہ بالا خطبہ کو بیچ میں ختم کراتے ہوئے کہا تھا کہ بس کیجیے اتنا ہی کافی ووافی ہے اور حضرت عمروؓ ابن العاص سے کہا کہ تم مجھے یہی سنوانا چاہتے تھے۔ (اسد الغابہ حصہ دوم ص ۹۴، استیعاب حصہ ۱، ص۔ ۱۴۴)

حضرت امام حسن نے اپنے والد محترم کی شہادت کے بعد اپنے ایک خطبہ میں فرمایا تھا کہ کل تم سے ایک ایسا شخص جدا ہوا ہے، جس سے نہ اگلے لوگ بڑھ پائے اور نہ اس کے بعد والے لوگ اسے پا سکیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنا علم مرحمت فرما کر جنگوں میں بھیجتے تھے اور وہ کسی جنگ میں بھی شکست کھا کر نہیں لوٹا۔ میکائیل اور جبرئیل اس کے دائیں بائیں چلتے تھے۔ اس نے سات سو درہم کے علاوہ کوئی دھن دولت نہیں چھوڑی اور یہ ۷۰۰ درہم بھی اس نے ایک غلام خریدنے کے لیے جمع کیے تھے۔ (ابن سعد حصہ ۲،

Marfat.com

ق ا۔علی کا بیان) حاکم نے مستدرک میں بھی اسی سے ملتی جلتی بات لکھی ہے۔آپ اس بیعت اور خطبہ کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہو گئے۔

امام حسن کا والد کی جانب سے شجرۂ نسب

امام حسن ولد حضرت علی ولد ابو طالب ولد عبدالمطلب بن ہاشم ابن عبد مناف ابن قصی بن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

امام حسن کا ماں کی جانب سے شجرۂ نسب

امام حسن ابن حضرت فاطمہ بنت محمدؐ ابن عبداللہ بن عبدالمطلب اور اس کے بعد سلسلۂ نسب مندرجہ بالا شجرہ کی طرح ہے۔

آپ کی نانی حضرت خدیجہ کا شجرۂ نسب، جن کی کنیت ام ہند اور جن کا لقب طاہرہ ہے، مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت خدیجہ بنت خویلد ابن اسد ابن عبدالعزیٰ بن قصی۔قصی پر پہنچ کر آپ کا نسب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ میں مل جاتا ہے۔

حضرت خدیجہ کی ماں کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا۔

حضرت خدیجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو لڑکے متولد ہوئے جو عالم طفولیت ہی میں اللہ کو پیارے ہو گئے اور چار صاحبزادیاں، زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ پیدا ہوئیں۔بعض راویوں کا قول ہے کہ ان میں ایک ایک سال کا فرق ہے۔

حضرت خدیجہ کی اولادیں

حضرت خدیجہ کے بطن سے سب سے پہلے قاسم متولد ہوئے اور اس کے بعد لڑکوں میں عبداللہ کی ولادت ہوئی، جن کے لقب طیب و طاہر تھے۔قاسم کے نام پر آپ کی

Marfat.com

کنیت ابوالقاسم ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کوئی ایک شخص اپنا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم نہ رکھے۔

زینب کی شادی حضرت ابوالعاص ابن ربیع ابن عبدالعزیٰ ابن عبدالشمسؓ سے ہوئی، حضرت خدیجہ کی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہ کی شادی عتبہ ابن ابی لہب سے ہوئی تھی لیکن ابولہب کی بیوی ام جمیل بنت حرب (ابوسفیان کی بہن) کے چھڑوا لینے پر ان کا نکاح خلیفۂ سوم حضرت عثمان سے ہوا۔ قاسم اور عبداللہ کا انتقال عالم طفولیت میں ہوگیا تھا۔ ام کلثوم کی شادی ابولہب کے دوسرے لڑکے عتیبہ سے ہوئی تھی۔ جس سے چھٹکارے کے بعد آپ کی شادی ان کی بہن حضرت رقیہ کے انتقال کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ حضرت فاطمہ کی شادی اللہ کے حکم سے حضرت علیؓ سے ہوئی۔

حضرت فاطمہ کی اولادیں

حضرت فاطمہ کے صاحبزادے حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت محسن ہیں جن کو شبّر، شبیر اور مشبّر کہا جاتا ہے۔ حضرت فاطمہ کی صاحبزادیوں کے نام حضرت زینب حضرت ام کلثوم اور حضرت رقیہ ہیں۔ محسن اور رقیہ کا انتقال بچپن ہی میں ہوگیا تھا۔ حضرت زینب کی شادی عبداللہ ابن جعفر سے ہوئی اور حضرت ام کلثوم کی شادی خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروقؓ سے ہوئی، جن سے ان کا فرزند زید اور ایک صاحبزادی فاطمہ یا رقیہ متولد ہوئیں۔ حضرت عمرؓ سے حضرت ام کلثوم کے نکاح کی متعدد شہادات ہیں۔ یہ شادی طبری اور ابن کثیر کے مطابق ذیقعدہ ۱۷ھ میں ہوئی۔ انھوں نے صاحبزادی کا نام رقیہ بتلایا ہے۔ ''دور تابعین کی نامور خواتین'' کتاب کے صفحہ ۱۲۹ میں آپ کی پیدائش ۶ھ کے قریب بتلائی گئی ہے اور اس کے باوجود ان کا نام بجائے صحابیات کے تابعیات کے تحت مندرج کیا گیا ہے حالانکہ وہ صحابیہ ہیں۔ صحابی کی تعریف یہ ہے کہ جس نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کی حالت میں دیکھا ہو۔ اور ایمان ہی کی حالت میں اس کا خاتمہ ہوا ہو۔ صحابہ اور اسی طرح تابعی کے لیے رویت شرط ہے، روایت نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

Marfat.com

"طوبی لمن رانی ولمن رائی من رانی" اچھا ہے وہ شخص جس نے مجھے دیکھایا اسے دیکھا جس نے مجھے دیکھا۔ آپؐ نے طوبیٰ کا لفظ اس کے لیے استعمال کیا ہے جس نے آپ کی رویت کا شرف حاصل کیا ہو۔ اس لیے رویت کے ساتھ روایت کی شرط لگانا غلط ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حجۃ الوداع میں ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام موجود تھے اگر روایت کی شرط لگادی جائے تو یہ تعداد صرف چند ہزار اصحاب میں محدود ہوکر رہ جائے گی۔

کتب تواریخ وتذکرہ جات میں حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ وعلی رضوان اللہ تعالیٰ کی نکاح کی تفصیل درج ہے۔ علامہ طبری نے تاریخ کبیر میں، ابن حبان نے کتاب الثقاۃ میں، ابن قتیبہ نے معارف میں اور ابن اثیر نے کامل میں حضرت عمرؓ کے ساتھ حضرت ام کلثوم کے نکاح کی تفصیل رقم کی ہے۔ ابن حبان نے ''ثقات'' میں اس نکاح کی تفصیل ذکر خلافت عمرؓ کے تحت ۱۷ھ میں درج کی ہے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"ثم تزوج عمر ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب وھی من فاطمه ودخل بها فی شهر ذیقعده" ابن قتیبہ نے معارف میں ذکر اولا دعمر کے تحت لکھا ہے وفاطمه وزید و امتهما ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب من فاطمه بنت رسول الله صلعم۔

اسد الغابه فی تمییز الصحابه میں جہاں ام کلثوم کا حال لکھا ہے وہیں تفصیل کے ساتھ ان کی تزویج کا واقعہ بھی درج ہے۔ یہی حال طبری کا ہے۔ اس شادی کا سب سے بڑا ثبوت صحیح بخاری کے باب الجہاد کے صفحہ ۴۰۳ میں تفصیل کے ساتھ مرقوم ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک بار عورتوں میں چادریں تقسیم کیں۔ ایک چادر بچ رہی تھی تو ایک شخص نے کہا کہ "یا امیر المؤمنین! اعطها هذا بنت رسول الله اعنی عندك یریدون ام کلثوم" (اے امیر المومنین آپ اسے رسول اللہ کی ان صاحبزادی کو دے دیں، یعنی ام کلثوم کو جو آپ کے پاس ہیں۔ اس میں بالصراحت مذکور ہے کہ ام کلثوم جو زوجہ عمرؓ تھیں، خاندان نبوت سے تھیں۔

کتاب المحبّر از ابن حبیب بغدادی جو کہ تیسری صدی ہجری اور نویں صدی عیسوی

Marfat.com

کے عرب ماہر لسان اور مورخ ابوجعفر بن حبیب بن امیہ بن عمرو (۲۳ ذی الحجہ م ۲۲ مارچ ۸۶ء) کی تصنیف ہے، کا ترجمہ ڈاکٹر حمید اللہ بٹ نے کیا ہے۔ (اشاعت اول ۱۹۴۲ء دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، دکن) موصوف رقم طراز ہیں۔

عبداللہ ابن جعفر کو زینب بنت علی بیاہی گئیں۔ عمرؓ ابن الخطاب کو ام کلثوم بیاہی گئیں، حضرت عمرؓ کے انتقال کے بعد ام کلثوم کی شادی جعفر طیار کے تینوں بیٹوں عون، محمد، اور عبداللہ سے یکے بعد دیگرے ہوئی۔ (ماخوذ از کتاب المحبر ترجمہ علمی و تحقیقی جریدہ ششماہی اورالایام مدیرہ ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر جلد ا شمارہ ۲ بابت جولائی، دسمبر ۲۰۱۰ء ص۔ ۹۴) آیات بینات از نواب محسن الملک جلد۔ ا ص۔ ۱۲۷ و ۱۶۴ مطبوعہ مرزاپور ۱۸۷۰ء میں بھی ام کلثوم بنت فاطمہ کی حضرت عمرؓ سے شادی کا تفصیلی ذکر مرقوم ہے۔ جلاء العیون میں، بقول مولانا عبدالعلی فاروقی، شیعہ مصنف ملا باقری کی روایت کے مطابق ام کلثوم (زوجۂ عمر) حضرت فاطمہ کی سب سے بڑی اولاد ہیں۔ جن کے بعد محسن متولد ہوئے اور ان کے بعد تیسرے نمبر پر حضرت حسن ولادت پذیر ہوئے۔ لیکن راقم کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ حضرت حسن حضرت علی کی سب سے بڑی اولاد ہیں جن کی ولادت اکمال فی اسماء الرجال کی رو سے نصف رمضان ۳ھ میں ہوئی (اکمال ص۔ ۵۹۰) علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب ''الفاروق'' (ناشر پرویز بک ڈپو دہلی) کے ص۔ ۳۹۳ پر رقم طراز ہیں۔

''اخیر عمر میں ان کو خیال ہوا کہ خاندان نبوت سے تعلق پیدا کریں جو مزید شرف اور برکت کا سبب تھا چنانچہ آپؓ نے امیرؓ سے ام کلثوم کے لیے درخواست کی۔ جناب ممدوح نے پہلے ام کلثوم کی صغرسنی کے سبب انکار کر دیا لیکن حضرے عمرؓ نے جب زیادہ تمنا ظاہر کی اور کہا کہ اس سے مجھ کو حصولِ شرف مقصود ہے تو جناب امیرؓ نے منظور فرمایا، اور ۱۷ھ میں ۴۰ ہزار درہم مہر پر نکاح ہوا۔''

علامہ شبلی نعمانی نے حاشیہ پر مزید تفصیل رقم کی ہے۔

Marfat.com

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی اپنی کتاب ''المرتضٰی''، مطبوعہ لکھنؤ پبلشنگ ہاؤس آفسٹ باراوّل ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۸ء میں رقم طراز ہیں کہ علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب ''الفاروق''، میں متعلقین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ولحاظ کے سلسلے میں لکھتے ہیں ''حضرت عمرؓ بڑی بڑی مہمات میں حضرت کے مشورے کے بغیر کام نہیں کرتے تھے اور حضرت علی بھی نہایت دوستانہ اور مخلصانہ مشورہ دیتے تھے اور جب بیت المقدس گئے تو کاروبار خلافت ان ہی کے ہاتھ میں دے کر گئے۔ اتحاد و یگانگت کا آخیر مرتبہ یہ تھا کہ حضرت علی نے حضرت ام کلثوم کو جو فاطمہ زہرا کے بطن سے تھیں ان کے عقد میں دے دیا۔ علامہ شبلی حاشیہ پر لکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ سے حضرت ام کلثوم سے نکاح کے دلائل اور اس کے تاریخی شواہد علمی و تاریخی اور کلامی بحثیں محسن الملک کی کتاب آیات بینات جلد ا ص۔۱۲۶، ۱۲۷ طبع مرزا پور میں تفصیل سے درج ہیں (المرتضٰی ص۔۱۸۹)

حضرت عمرؓ کی حضرت ام کلثوم سے شادی کا تذکرہ قاضی نور اللہ شوستری کی ''مجالس المومنین''، اور ابوالقاسم القمی کی کتاب المسالک شرح الشرائع میں بھی ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ یہ دونوں شیعہ عالم ہیں۔ (المرتضٰی از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ص۔۱۷۶ حاشیہ۔۳)

یہ شادی طبری و ابن کثیر کے مطابق ذیقعدہ ۱۷ھ میں ہوئی تھی۔ انھوں نے ام کلثوم کے بطن سے حضرت عمر کی صاحبزادی کا نام رقیہ لکھا ہے۔ اس شادی کا تذکرہ مندرجہ ذیل کتب میں بھی ملاحظہ کریں، الطبقات حصہ ۸، ص ۴۶۳، سیر اعلام النبلاء ج۔۶ ص۔۵۰۰، تہذیب الاسماء والصفات ج۔۲۔ ۳۶۵، اصابہ ۴، ص۔ ۴۶۸، نوادر المخطوطات جلد ا ص۔ ۶۰، تاریخ اسلام ذہبی جلد ۴ ص۔۲۲۷، اسد الغابہ جلد ۵ ص۔۶۱۵۔

راقم نے حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ کی بابت معلومات یکجا کرنے میں کافی کدو کاوش کی ہے۔ مطالعہ کے دوران ایک کتاب ''دور تابعین کی نامور خواتین'' نظر نواز ہوئی جو عربی کی کتاب "نساء من عصر التابعین" مصنفہ احمد خلیل جمعہ کا ترجمہ ہے۔ اصل کتاب کے مترجم مولانا محمد ثناء اللہ محمود مدرس جامعہ احسن العلوم کراچی ہیں۔ اس کتاب کے

Marfat.com

مطالعہ کے دوران راقم کو سخت حیرانی ہوئی کہ مصنف نے اپنی محولہ بالا کتاب میں بہت سی صحابیات کو تابعیات کے زمرے میں شامل کر دیا ہے۔ (دور تابعین کی نامور خواتین، ص۔۳۵۳) مثلاً مصنف نے حضرت زینب بنت فاطمہ کو جن کی ولادت کا سن مصنف نے خود ہی ۵ھ بتلایا ہے۔ تابعیات میں شامل کیا ہے۔ اسی طرح ان کی بہن حضرت ام کلثوم کو بھی جن کی پیدائش مصنف کے قول کی رو سے ۶ھ کے قریب ہوئی۔ (دور تابعین کی نامور خواتین ۱۲۹) تابعیات میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ وہ اسی صفحہ پر رقم طراز ہیں کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ ۶ھ کی پیدائش الطبقات جلد ا ص۔۴۶۳۔ سیر اعلام النبلاج ۶۔ ص۔۵۰۰، تہذیب الاسماء والصفات ج ۲ ص۔ ۳۶۵ والاصابہ جلد ۴۔ ص۔۴۹۸ میں بھی مذکور ہے۔

راقم کو اس کتاب میں بہت سی متضاد اور ناممکن الوقوع باتیں بھی ملیں، جن کا تذکرہ مندرجہ ذیل سطور میں پیش کیا جارہا ہے۔

مصنف کتاب ھذا نے حضرت ام کلثوم کی پہلی شادی حضرت عمرؓ سے ۱۷ھ میں لکھی ہے ان کی دوسری شادی عون ابن جعفر طیار سے، تیسری شادی محمد ابن جعفر طیار اور چوتھی شادی عبداللہ ابن جعفر طیار سے ہونا رقم کیا ہے (دور تابعین کی نامور خواتین، ص۔۱۳۸ و ۱۳۹) اور اسی مضمون میں یہ بھی لکھا ہے کہ عبداللہ ابن جعفر کا انتقال حضرت ام کلثوم کی زندگی میں ہوا۔ (نوادر المخطوطات ص۔۶۰، جلد۔ا، تاریخ الاسلام للذھبی ص۔ ۲۲۷ واسد الغابہ، ص۔۶۱۵ بحوالہ دور تابعین کی نامور خواتین، ص۔۱۳۸۔

مصنف نے اس کتاب کے ذیلی عنوان ''ام کلثوم اور ان کے صاحبزادے'' میں رقم کیا ہے کہ زید کا جوانی کی حالت میں انتقال ہوا اور یہ کہ ان کے جنازے میں حضرات حسنین شریک تھے اور عبداللہ ابن عمر نے حضرت حسن سے کہا کہ آپ آگے آ کر اپنی بہن حضرت ام کلثوم اور بھانجے حضرت زید کی نماز پڑھائیں اور حضرت حسن نے ابن عمر سے کہا بلکہ آپ آگے آ کر اپنی والدہ اور بھائی کا جنازہ پڑھائیں تب حضرت ابن عمر نے آگے ہو کر زید کو قریب کیا اور ان کے پیچھے ام کلثوم کی میت رکھی اور پھر ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار

Marfat.com

تکبیریں کہیں اور ان کے پیچھے حسن وحسین تھے۔

اسی کتاب میں زید کے انتقال کے بارے میں مرقوم ہے کہ بنی عدی میں رات کے وقت ایک فتنہ اٹھا وہ ان میں صلح کرانے نکلے اور اندھیرے میں کسی نے زخمی کر کے گرا دیا ان کی والدہ یہ کہتی ہوئی نکلیں کہ ''بدبختی صبح کی نماز کے وقت یہ کیا ہو گیا'' انھوں نے یہ اس لیے کہا تھا کہ ان کے والد ان کے شوہر اور ان کا بیٹا تینوں صبح کی نماز کے وقت مقتول ہوئے پھر یہ اپنے بیٹے پر گر گئیں اور دونوں کا ایک دن میں انتقال ہوا۔ (دور تابعین کی نامور خواتین۔ ص۔۱۴۲)

انھوں (حضرت زینب) نے ۶۲ھ میں مقتدر بادشاہ جل جلالہ کی ندا پر لبیک کہا۔ (دور تابعین کی نامور خواتین۔ص۔۳۶۰) اسی کتاب کے ص۔۱۴۱ پر حضرت ام کلثوم کی بابت مرقوم ہے کہ ''فصاحت و بلاغت ان کے ساتھ ایسے چلتیں جیسے بچہ اپنی ماں کے ساتھ چلتا ہے اور ان کو بیان پر اتنی قدرت تھی کہ جو چاہتیں اپنی پسند سے بغیر کسی تکلف اور پریشانی کے بات کرتیں اور اس کی مثال وہ خطبہ ہے جو قتل حسینؓ کے بعد اہل کوفہ کو انھوں نے دیا۔ واضح ہو کہ مصنف مذکور نے دوسرے مقام پر ان کی فوتی حضرت امام حسن کی موجودگی میں بتائی ہے، یہ واضح تضاد بیانی ہے۔

اکمال فی اسماء الرجال میں حضرت حسن کی شہادت کے بارے میں ۴۹ھ اور ۵۰ھ دو سن مندرج ہیں۔ البدایہ والنہایۃ ج ۸ ص۔۴۱۲ میں آپ کی شہادت کے وقت آپ کی عمر صحیح روایتوں کے بموجب ۴۷ سال بتلائی گئی ہے۔ اس طرح آپ کی وفات کا سن ۵۰ھ ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی بھی یہی رائے ہے۔ (المرتضیٰ ص۔۳۴)

معروضات ماسبق کا حاصل یہ ہے۔

۱۔ حضرت ام کلثوم ۶ھ اور بقول بعض روایات ۹ھ میں متولد ہوئیں۔

۲۔ حضرت ام کلثوم صحابیہ ہیں۔

۳۔ ۱۷ھ میں آپ کی پہلی شادی حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

۴۔ آپ کی دوسری شادی حضرت عون بن جعفر طیار سے ہوئی

Marfat.com

۵۔ آپ کی تیسری شادی محمد بن جعفر طیار سے ہوئی۔

۶۔ آپ کی چوتھی شادی عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوئی۔

۷۔ حضرت ام کلثوم کے انتقال کے وقت حضرت حسن بقید حیات تھے۔

۸۔ حضرت ام کلثوم شہادت حسین کے وقت باحیات تھیں۔

۹۔ حضرت امام حسن کی شہادت صحیح قول کے بموجب ۵۰ھ میں ہوئی۔

۱۰۔ حضرت زینب کا انتقال ۶۲ھ میں ہوا۔

۱۱۔ حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم سگی بہنیں تھیں۔

۱۲۔ دو بہنوں کا بیک وقت ایک شخص کے نکاح میں رہنا حرام ہے **(القرآن۔ وان تجمعوا بين الاختين)**

مذکورہ بالا امور پر تحقیقی نگاہ ڈالنے پر پتہ چلتا ہے کہ اگر حضرت ام کلثوم کی وفات حضرت حسن کی زندگی میں تسلیم کر لی جائے تو حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کے ساتھ ان کی شادی ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ ان کی شادی ام کلثوم کی سگی بہن حضرت زینب کے ساتھ ہوئی تھی جن کا انتقال ۶۲ھ میں ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کی وفات بعمر ۹۰ سال مدینہ منورہ میں ۸۰ھ میں ہوئی تھی۔ (اکمال فی اسماء الرجال ص۔ ۹۴)

مندرجات بالا مرقومات سے واضح ہے کہ ام کلثوم کی شادی عبداللہ بن جعفر طیار کے ساتھ ان کی سگی بہن حضرت زینب کی ۶۳ھ میں وفات کے بعد ہوئی ہوگی کیونکہ جمع بین الاختین حرام ہے۔

احمد خلیل جمعہ حضرت ام کلثوم کو حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کے انتقال کے بعد بھی بقید حیات بتلائے ہیں۔ ماسبق کے معروضات کا یہ خلاصہ نکلا کہ ''دور تابعین کی نامور خواتین'' ایک غیر مستند اور ساقط المعیار کتاب ہے۔

حضرت محسن کے انتقال کے بارے میں بعض مورخوں کا قول ہے کہ ان کا انتقال حالت جنین میں ۱۱ھ میں حضرت فاطمہ کے پہلو پر دروازہ گرنے کی وجہ سے ہوا۔

Marfat.com

حضرت زینب بنت حضرت فاطمہ

حضرت فاطمہ کی دختران میں حضرت زینب سب سے زیادہ شہرت یافتہ ہیں۔ ربیع الاول ۱۱ھ میں جب نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیائے آب وگل و باد کو چھوڑنے کا وقت قریب آ گیا تھا تو آپ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ اپنے بچوں کو بلاؤ۔ بچے اپنے نانا جان کو بے چین دیکھ کر رونے لگے۔ ان ہی میں ایک شش سالہ بچّی بھی تھی جو اتنی غمزدہ تھی کہ اس نے نانا کے مقدس سینے پر اپنا معصوم وطاہر سر رکھ دیا اور سسکیاں بھرنے لگی۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ننھی بچی کی پیشانی چومی اور اپنا پُرشفقت ہاتھ اس کے سر پر پھیرا اور اس کو تسلی دی۔ یہ وہی بچی ہے جو چھ سال پہلے علی و فاطمہ کے گھر میں اس وقت ولادت پذیر ہوئی تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف فرما نہ تھے۔ پیدائش کے تین دنوں کے بعد جب سرکار دو عالمؐ مدینہ تشریف لائے تو سیدھے حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اس نومولود بچّی کو گود میں لیا اور بہت دیر تک روتے رہے اس کے بعد اپنے مبارک ومقدس منہ میں کھجور چبا کر اپنا لعاب دھن بچی کے منہ میں ڈالا اور اس کا نام زینب تجویز کیا۔ یہ بچی حضرت خدیجہ کی ہم شکل تھی۔ اس بچی کو کئی بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس کاندھوں پر سوار ہونے کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ یہ بچی حجۃ الوداع کے موقع پر بھی آپ کے ساتھ تھی۔ یہی بچی آگے چل کر زینب کبریٰ کے نام سے مشہور ہوئی جو اپنے علم، اپنے تفوق وتکرم، اپنی بے خوفی، اپنی شجاعت، اپنی ہمت، اپنی جرأت، اپنی نرم خوئی، اپنی قوت برداشت، اپنی مستقل مزاجی اور اپنی فصاحت وبلاغت کے باعث بے مثال تھی۔ اس بچی پر اتنے مصائب وآلام آئے کہ اس کا نام ہی ام المصائب (مصیبتوں کی ماں) پڑ گیا۔

اسلامی دنیا کے عالم گیر شہرت یافتہ خطباء میں آپ کا نام لیا جاتا ہے۔ آپ کے خطبے حضرت علیؓ اور حضرت عائشہ کے خطبوں کے مانند دل پذیر اور اثر آفریں ہوتے تھے۔ آپ کی شادی حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ۱۱ یا ۱۳ سال کی عمر میں اپنے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار سے ہوئی۔ ایک بار حضرت علیؓ نے حضرت زینب سے کھٰیٰعص

Marfat.com

کی تفسیر سن کر فرمایا تھا ''اے جان پدر! تمھاری تفسیر سنی، مجھے خوشی ہوئی کہ تم کلام الٰہی کی تفسیر اس خوبی اور عمدگی سے بیان کرتی ہو۔''

آپ اپنی بے خوفی اور شجاعت کی وجہ سے دنیا کی بے نظیر خواتین میں شمار کی جاتی ہے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کی شہادت سے متعلق ہر مقام پر موجود تھیں۔ شہادت حسین کے بعد جب حضرت زینب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور پر حاضر ہوئیں تو آپ کی چیخ نکل پڑی اور آپ کی زبان پر مندرجہ ذیل الفاظ تھے۔

''پیارے نانا جان! میں آپ کے فرزند اور اپنے بھائی
حسین کی غم ناک شہادت کی دلدوز خبر آپ کے پاس لائی ہوں۔
آپ کی اولادوں کو رسیوں میں باندھ کر کوفہ و دمشق کی گلیوں میں
گھمایا گیا۔''

اس وقت کے روضۂ انور کے سبھی حاضرین رونے لگے۔ وہ اپنی پاک ماں حضرت فاطمہ کے مزار پر حاضر ہوئیں اور اس درد سے روئیں کہ پتھر کا کلیجہ بھی پانی ہوتا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے خانوادہ کے اقربا سے ملیں اور انھیں احوالِ غم سنا کر تسلی دی۔

۱۲ محرم کو جب شامی لشکر حضرت زینب کو حسینی قافلہ کے ساتھ کوفہ کی جانب لے جارہا تھا تو کربلا کے میدان جنگ میں شہیدوں کی نعشوں کو بے گور و کفن دیکھ کر آپ نے فرمایا'' محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آیئے دیکھیے آپ کے حسین کی لہو میں لت پت نعش چٹیل میدان میں پڑی ہے۔ ان کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ آپ کے خانوادے کی بیٹیاں رسیوں سے جکڑی ہوئی ہیں۔ آپ کی اولاد قتل کر کے گرم ریت پر بچھا دی گئی ہے اور ان پر دھول اڑ رہی ہے۔ اے میرے نانا جان! یہ آپ کی اولادیں ہیں جنھیں ستایا جارہا ہے۔ ذرا حسین کو دیکھیے جن کا سر کاٹ لیا گیا ہے اور ان کا عمامہ اور ان کی ردا چھین لی گئی ہے۔

زینب کا یہ بین سن کر دوست دشمن سبھی رو رہے تھے۔

آپ کی وفات ۶۴ھ میں مدینہ میں ہوئی۔ بعض مؤرخین نے آپ کا انتقال دمشق میں اور بعض نے آپ کا سن وفات ۶۳ھ میں قاہرہ (مصر) میں بتلایا ہے اور بعض روایتوں

Marfat.com

میں آپ کا سن وفات ۶۲ھ مرقوم ہے۔

مدینہ میں حضرت زینب کے مزار کے کوئی نشانات نہیں لیکن دمشق و قاہرہ دونوں میں آپ کا مزار موجود ہے، جو مرجع خاص و عام ہے۔

حضرت فاطمہ کی مادر گرامی حضرت خدیجہ کا بلند مقام

حضرت خدیجہ اپنی اولادوں سے بہت محبت کرتی تھیں۔ حضرت خدیجہ اپنی غیر معمولی مالداری کے باوجود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت خود کرتی تھیں۔ ایک بار حضرت جبرئیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ خدیجہ برتن میں کچھ لارہی ہیں آپ ان کو اپنا اور میرا اسلام پہنچا دیجیے۔ (بخاری جلد ا ص۔ ۵۳۹)

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لوگوں نے مجھ کو جھٹلایا، تب خدیجہ نے میری تصدیق کی جب میرا کوئی مددگار نہ تھا، اس وقت انھوں نے میری مدد کی اور میری اولادیں ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئی ہیں۔ (سیرت النبی جلد ۲ ص۔ ۴۰۱) واضح ہو کہ ابراہیم کے علاوہ آپ کی سبھی اولادیں حضرت خدیجہ ہی سے ہیں۔ ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے تھے۔

حضرت خدیجہ کے مقام کی رفعت کے بارے میں بہت سی حدیثیں موجود ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اس دنیا کی عورتوں میں سب سے بلند مریم بنت عمران ہیں پھر خدیجہ بنت خویلد ہیں (بخاری و مسلم باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ و فضلھا)

۲۔ ایک بار حضرت جبرئیل آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت خدیجہ تشریف لائیں تو جبرئیل نے فرمایا ان کو جنت میں ایک ایسے مکان کی خوشخبری دیدیجیے جو موتی کا ہوگا جس میں شور وغل، محنت و مشقت اور کام نہ ہوں گے۔

Marfat.com

حضرت فاطمہ کے مقام کی رفعت اور بلندی

جہاں تک حضرت خدیجہ کی دختر نیک اختر حضرت فاطمہ کے مرتبہ کی بلندی کا تعلق ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " **فاطمہ بضعة منی فمن اغضبها اغضبنی** " ترجمہ: فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہیں جس نے ان کو ناراض کیا اس نے مجھ کو ناراض کیا۔'' (بخاری جلد ا ص۔۵۳۲)

آپؐ نے یہ اعلان کیا کہ تمھارے لیے تقلید اور پیروی کی خاطر دنیا کی تمام عورتوں میں مریم، خدیجہ، فاطمہ اور آسیہ کافی ہیں۔ (ترمذی کتاب المناقب)

حضرت فاطمہ اپنے والد نبی آخرالزماںؐ سے بہت زیادہ محبت کرتی تھیں۔ جب آپ ۵۔۶ سال کی تھیں اور آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہتے تھے کہ عقبہ ولد ابی معیط نے نماز پڑھنے کی حالت میں آپ کی مبارک گردن پر اونٹ کی اوجھ لاکر ڈال دی۔ قریش خوشی میں ایک دوسرے پر گرے پڑ رہے تھے کہ کسی نے حضرت فاطمہ کو اطلاع دی۔ آپ دوڑی ہوئی آئیں اور اوجھ ہٹا کر عقبہ کو برا بھلا کہا اور اس کو بد دعا دی۔ (بخاری جلد ا ص۔۳۸،۴۴۷)

آپ کی شکل وصورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھی۔ حضرت عائشہ کا قول ہے کہ فاطمہ گفتگو، لب ولہجہ اور نشست و برخاست میں مکمل طور پر حضورؐ کی مثیل تھیں۔ (ترمذی ص۔۶۳۶)

بخاری میں مروی ہے کہ حضرت فاطمہ کی چال ڈھال، حرکات وسکنات اور معمولات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل تھے۔ (بخاری جلد ۲ ص۔۹۳)

حدیث کی کتابوں میں آپ کی مرویات کی تعداد ۱۸ ہے۔ آپ سے حدیث روایت کرنے والوں میں علی، حسن وحسین، عائشہ، ام کلثوم، سلمٰی، ام رافع، اور انسؓ ابن مالک کے نام شامل ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ سے بہت محبت اور پیار کرتے تھے۔ مولانا سعید احمد انصاری نے رقم کیا ہے کہ حضرت فاطمہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو

Marfat.com

آپ کھڑے ہو جاتے ان کی پیشانی کا بوسہ لیتے اور اپنی نشست سے ہٹ کر آپ کو اپنی جگہ پر بٹھاتے۔(سیر الصحابیات مصنفہ مولانا سعید احمد انصاری ص۔۱۰۹)

آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے عزیز اولاد تھیں (اصابہ جلد ۸ ص۔۱۵۷)
آپ کی راست گوئی پر روشنی ڈالتے ہوئے مسلمانوں کی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ میں نے فاطمہ سے زیادہ کسی کو راست گو نہیں دیکھا۔ یقیناً آپ کے والد مستثنیات میں ہیں۔(استیعاب جلد۔۲، ص۔۷۷۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختروں میں یہ عظمت واختصاص صرف آپ کو حاصل ہے کہ آپ ہی کی نسل آپ سے چلی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپ جب سفر پر جاتے تو سب سے آخیر میں حضرت فاطمہ کے پاس جاتے اور جب سفر سے واپس ہوتے تو سب سے پہلے آپ کے پاس آتے۔

ایک بار آپ کسی غزوہ سے واپس آئے تو حضرت فاطمہ نے آپ کے اعزاز میں اپنے گھر کے دروازے پر پردہ ڈال دیا تھا اور حضرت حسن وحضرت حسین کو چاندی کے کنگن پہنا دیے تھے۔آپ حسب دستور حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے لیکن عیش وعشرت کے ان سامانوں کو دیکھ کر واپس ہو گئے جب حضرت فاطمہ کو آپ کی ناراضگی کا علم ہوا تو آپ نے پردہ پھاڑ ڈالا اور بچوں کے ہاتھ سے کنگن اتار لیے۔بچے روتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ میرے اہلبیت ہیں یعنی گھر والے ہیں۔میں نہیں چاہتا کہ یہ عیش وعشرت میں پڑیں۔آپ نے فرمایا ان کے بدلہ فاطمہ کو عصیب کا ہار اور ہاتھی دانت کے کنگن خرید کر کے لا دو۔(ابوداؤد و نسائی) ایک بار حضرت فاطمہ حضرت علیؓ کی کسی بات سے ناراض ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت علی کی شکایت کے مقصد سے آئیں۔حضرت علی بھی پیچھے پیچھے آ گئے۔حضرت فاطمہ نے شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''بیٹی! تم کو خود سمجھنا چاہیے کہ کون شوہر اپنی بیوی کے ساتھ ساتھ چلا آتا ہے۔''اس سے حضرت علیؓ نے یہ تاثر لیا کہ آپ نے حضرت فاطمہ سے کہا ''اب میں تمھارے مزاج کے خلاف کوئی بات نہ کروں گا۔'' (صحیح بخاری

Marfat.com

جلد۔۱،ص ۳۸ و ۴۷)

حضرت فاطمہ کے رتبہ کی بلندی اس سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ حضرت علیؓ کے ساتھ آپ کے نکاح کا حکم اللہ پاک نے اپنے آخری رسول کو دیا تھا متعلقہ واقعہ کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

حضرت بریدہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ نے حضرت فاطمہ سے شادی کا پیغام دیا تو حضور نے فرمایا کہ وہ چھوٹی ہیں پھر حضرت علی نے پیغام دیا تو آپ نے ان کا نکاح حضرت فاطمہ سے کر دیا۔(النسائی بحوالہ المشکوٰۃ ص۔۵۶۵)

حدیث کے عربی الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وعن بریده قال خطب ابوبکر و عمر فاطمة فقال رسول الله صلی علیه وسلم انها لصیغرة ثم خطبها علی فزوجها (نسائی بحوالہ المشکوٰۃ ص۔۵۶۵۔۳) ملا علی قاری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقومہ بالا انکار کی وجہ بتلاتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ کی عمر سے حضرت ابوبکر وحضرت عمر کی عمریں کافی زیادہ ہونے کے باعث ان کے مقابلہ میں حضرت فاطمہ کو صغیرہ (چھوٹی) کہا تھا۔

ملا علی قاری نے حضرت انس بن مالک انصاری سے مروی ایک حدیث نقل کی ہے جو حسب ذیل ہے۔

حضرت انس کا قول ہے کہ حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ کے محولہ بالا پیغام کے کچھ دنوں بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو بلا کر کہا کہ ابوبکر، عمر، عثمان وعبدالرحمٰن بن عوف وسعد ابن وقاص وطلحہ وزبیر اور فلاں فلاں انصاریوں کو بلا لاؤ۔ جب یہ لوگ آ گئے اور انھوں نے اپنی اپنی نشستیں لے لیں تو حضورؐ نے جب کہ علی آپ کے کسی کام کے لیے کہیں گئے تھے، اللہ تعالیٰ کی مفصل حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ دختر خدیجہ کا نکاح علی ابن ابی طالب سے کر دوں تو تم لوگ اس واقعہ کے گواہ رہو کہ میں نے فاطمہ کا نکاح علی سے چار سو مثقال چاندی کے عوض میں کر دیا۔ اگر علی اس سے راضی ہوں۔ پھر آپ نے ایک طباق میں تازہ کھجور منگوائے اور اس کو ہم لوگوں کے سامنے

Marfat.com

رکھ دیا۔ پھر آپ نے فرمایا ''لوٹو'' ہم لوگ لوٹ رہے تھے کہ حضرت علی آ گئے۔ حضور ﷺ علی کو دیکھ کر مسکرائے اور پھر آپ نے علی سے فرمایا کہ میں تم سے فاطمہ کا نکاح چار سو مثقال چاندی پر اگر تم اس سے راضی ہو تو کر دوں۔ حضرت علی نے کہا کہ یا رسول اللہ میں اس سے راضی ہوں۔ حضرت انسؓ کا قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے لیے برکت کے بہت سے فقرے کہے۔ (المرقاۃ الفاتیح جلد۔۵ ص۔۵۷۵۔۵۷۴)

جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب بنت جحش سے کیا تھا، اسی طرح اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اپنی دختر کی شادی حضرت علی سے کر دیں۔ اس سے حضرت فاطمہ کے رتبہ کی بلندی کا علم ہوتا ہے۔

حضرت فاطمہ کی وفات حضورؐ کے پردہ فرمانے کے چھ ماہ اور بعض مؤرخوں کے قول کے مطابق ۳ ماہ کے بعد ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر صرف ۲۸ سال تھی۔ آپ کو حضرت علی نے غسل دیا۔ جس طرح حضرت ابوبکرؓ کو ان کی بیوی اسماء بنت عمیس نے غسل دیا تھا۔ نماز جنازہ حضرت عباسؓ نے پڑھائی اور آپ شب میں دفن کی گئیں۔ (اکمال، ص۔۶۱۳)

آپ کی وفات سہ شنبہ کے دن رمضان کی تیسری تاریخ میں ہوئی۔ آپ کے مزار کے بارے میں کافی اختلافات ہیں لیکن سچ اور درست یہ ہے کہ آپ کا مزار دار عقیل میں ہے۔ محمد طیب بکر نے جو خدیو مصر کی ۱۳۲۷ھ کے سفر حج میں ان کے ساتھ تھے۔ یہی رقم کیا ہے۔ (حوالہ الرحلۃ الحجاز)

حضرت امام حسین اور ان کی شہادت

حضرت امام حسینؓ، حضرت امام حسن کے چھوٹے بھائی ہیں، جو لائق و فائق، جواد، منکسر المزاج، عقل و دانائی کے پیکر اور درس و تدریس کی اعلیٰ صلاحیتوں پر فائز تھے۔ واقعات کربلا کا تعلق براہ راست آپ ہی سے ہے۔ واقعات کربلا بہت اندوہناک اور شرمناک ہیں۔ اگر کسی طرح اس موضوع سے فرار ممکن ہوتا تو یقیناً ان واقعات کو ضبط تحریر

Marfat.com

میں لانے سے گریز اختیار کیا جاتا۔ راقم یزید پر مختصراً اسلاف و مورخین سابقہ کی کچھ باتیں عرض کرنے پر اپنے کو محدود کرے گا اور بشرط توفیق ایزدی مستقبل قریب میں انشاء اللہ واقعات کربلا پر بے جا تعصب و بیجا عقیدت کے بغیر خامہ فرسائی کی جائے گی۔

حضرت حسین حضرت علی و فاطمہ کے چھوٹے صاجبزادے ہیں۔ آپ کے نام شبیر و حسین ہیں۔ کنیت ابوعبداللہ، سید شباب اہل الجنۃ (نوجوانان جنت کے سردار) و ریحانۃ النبی (نبی صلعم کی خوشبو) آپ کے القاب ہیں۔ آپ اپنی ماں کے بطن میں تھے کہ حارث کی دختر اور حسین کے والد اور حسین کے نانا کی چچی یعنی لبنٰی کبریٰ ام فضل نے یہ خواب دیکھا کہ کسی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر ان کی گود میں رکھ دیا۔ انھوں نے یہ خواب دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے خدا کے رسولؐ میں نے ایک ناگوار اور بہت بھیانک خواب دیکھا ہے۔ آپؐ نے متذکرہ خواب سن کر فرمایا کہ یہ ایک خوش آئند خواب ہے۔ فاطمہؓ کے ایک لڑکا متولد ہوگا اور تم اسے اپنی گود میں لوگی۔ (مستدرک حاکم ۔ج۔۳۔ص۔۱۷۶) اور کچھ دنوں بعد ۴ھ کے آٹھویں ماہ میں حضرت حسین کی ولادت ہوئی۔ ولادت کی خوش آئند خبر سماعت فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ نومولود کو دکھلاؤ۔ مولود کو منگوا کر آپؐ نے کانوں میں اذان دی۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار حضرت حسین کے کانوں میں وحدانیت کا صور پھونکا۔

خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروقؓ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کی وجہ سے آپ کو بہت چاہتے تھے۔ آپؓ نے جب بدری صحابہ کی اولادوں کے وظیفے دو دو ہزار درہم سالانہ مقرر کیے تو حضرت حسین کا وظیفہ پانچ ہزار سالانہ مقرر کیا۔ (فتوح البلدان بلاذری ۔عمر ابن خطاب کے عطایا کا بیان) خلیفہ دوم آپ کو اپنے لڑکے عبداللہ سے زیادہ چاہتے تھے۔ ایک بار خلیفہ دوم منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ حسین آئے اور آپ نے منبر پر چڑھ کر خلیفہ دوم سے کہا کہ میرے باپ محمدؐ کے منبر سے اترو اور اپنے باپ کے منبر پر جاؤ۔ خلیفہ نے کہا کہ میرے والد کا تو کوئی منبر ہی نہیں تھا۔ آپ نے باعزت حسین کو اپنے پاس بٹھالیا اور خطبہ کے اختتام پر انھیں اپنے گھر ساتھ لے گئے۔ آپ نے ایک بار حضرت حسین سے فرمایا کہ تم

Marfat.com

عبداللہ سے زیادہ مستحق ہو۔ ہمارے پاس جو کچھ عزت و اکرام ہے وہ اللہ کے بعد آپ ہی لوگوں کا عطا کردہ ہے۔(اصابہ حصہ۔۲ص۔۱۵۰)

آپ نے سب سے پہلے خلیفہ سوم کے زمانہ میں جہاد میں حصہ لینا شروع کیا۔ آپ ۳۰ھ کی طبرستان کی جنگ میں شامل تھے۔(ابن اثیر حصہ۔۳ص۔۱۸۴) آپ جمل کی اہم اور مشہور جنگ میں اپنے والد کے ساتھ تھے اور جنگ کے اختتام پر حضرت عائشہ کو کئی میلوں تک بھیجنے گئے تھے۔آپ نے صفین کی جنگ میں بھی بڑے انہماک سے حصہ لیا تھا۔آپ حضرت معاویہؓ کو حق پر نہ سمجھتے تھے۔لیکن آپ نے ان کے عہد کی جنگوں میں حصہ لیا۔آپ ۵۲ھ کی قسطنطنیہ کی جنگ میں بھی شامل تھے۔جس کے سپہ سالار حضرت سفیان ابن عوف تھے[ا] قسطنطنیہ کی متذکرہ بالا جنگ میں پیشن گوئی رسول کے باعث بہت سی جلیل القدر ہستیاں شامل تھیں کیونکہ حضور صلعم نے قسطنطیہ کے اوپر حملہ کرنے والے لشکر کے شرکاء کے لیے "مغفور لهم" کہا تھا۔میزبان رسول سیدنا ابوایوب انصاری بھی اپنی پیرانہ سالی کے باوجود اس جنگ میں شریک تھے اور انھوں نے بوقت وفات یہ وصیت کی تھی کہ ان کو اس مقام پر دفن کیا جائے جہاں تک جنازہ کو لے جانا ممکن ہو چنانچہ یزید ابن معاویہؓ نے ان کو فصیلِ شہر کے پاس لے جا کر رات کے اندھیرے میں بموجب وصیت دفن کیا اور نصاریٰ سے قبر شریف میزبانِ رسولؐ کو ہر قسم کی گستاخی کے امکانات سے محفوظ رکھنے کی خاطر زمین کے برابر کر دیا لیکن جب صبح کو نصرانیوں نے اس بات کے سراغ لگانے کی کوشش کی کہ مسلمان گذشتہ شب یہاں کیا کر رہے تھے تو یزید نے کہا کہ ہم نے یہاں میزبانِ رسول کو دفن کیا ہے لیکن واضح رہے کہ اگر اس قبر کے ساتھ کوئی چھیڑ چھاڑ کی گئی تو مملکتِ اسلامیہ کی

[ا] درست یہ ہے کہ موصوف پہلے غزوہ میں سپہ سالار تھے۔دوسرے غزوہ کا سپہ سالار یزید تھا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ نے یزید کو بھی لشکر قسطنطنیہ میں جانے کو کہا تھا لیکن اس نے بہانہ کر دیا تھا جب دمشق میں یہ خبر پہنچی کہ لشکر کو مشکلات کا سامان کرنا پڑ رہا ہے، تو یزید اپنے نہ جانے پر خوش ہوا۔جب اس کی اطلاع حضرت معاویہ کو ملی تو آپ نے یزید کو موسم گرما میں بھاری کمک دے کر حضرت سفیان بن عوف کے پاس قسطنطنیہ روانہ کیا۔الکامل از ابن اثیر ۴۵۸، ج۔۳، عمدۃ القاری ج۔۱۴۔ص۔۱۹۸۔آزاد

Marfat.com

حدود میں کوئی بھی کلیسا باقی نہ رہ پائے گا۔ اور اللہ پاک نے تحفظِ قبر میزبانِ رسول کے لیے یہ غیبی انتظام کیا کہ باشندگانِ شہر حضرت ابوایوب کی قبر کی مٹی سے شفا حاصل کرنے لگے اور خود ہی مزار شریف پر مٹی چڑھانے لگے۔ آج بھی مزارِ ابوایوب سے لی گئی مٹی امراض کے لیے اکسیر کی حیثیت رکھتی ہے۔

میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاریؓ کی بابت جو جملے ماسبق میں یزید کی زبانی نقل کیے جا چکے ہیں وہ اس غزوہ سے متعلق ہیں، جس کی پیشن گوئی رسول صادق المصدوق کر چکے تھے۔ آپؐ کی پیشن گوئی آپ کے خادم خاص حضرت انس ابن مالکؓ کی خالہ ام حرام نجاریہ کے گھر میں ظہور پذیر ہوئی تھی۔ ام حرام کا نکاح اولاً عمرو ابن قیس انصاری کے ساتھ ہوا تھا۔ (تہذیب جلد ۱۲ ص۔ ۴۶۲) اور جنگ احد میں ان کی شہادت کے بعد آپ حضرت عبادہ ابن صامت کے عقد نکاح میں آئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب کبھی آپ قبا کی جانب آتے تو ام حرام کے گھر ضرور تشریف لاتے اور وہیں کھانا نوش فرماتے۔ حجۃ الوداع کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے گھر تشریف لائے اور کھانا کھا کر آرام کی غرض سے لیٹ گئے۔ (اصابہ جلد ۸ ص۔ ۲۲۲،۲۲۳) تو حضرت ام حرام آپ کا مبارک و مقدس سر دیکھنے لگیں۔ (بطور جملہ معترضہ عرض ہے کہ شہیدہ ام حرام آپ کی خالہ تھیں اور آبائی سلسلہ میں موصوفہ سلمیٰ بنت زید کی پوتی تھیں جو جد رسول کی ماں تھیں اور اسی بنا پر موصوفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی مشہور تھیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند آ گئی تھوڑی دیر میں آپ مسکراتے ہوئے اٹھے اور یوں گویا ہوئے کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں غزوہ کے ارادے سے سوار ہو رہے ہیں۔ حضرت ام حرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ پاک سے دعا کیجیے کہ میں بھی ان میں شامل ہوں۔'' آپ نے دعا فرما دی اور پھر آرام فرمانے لگے۔ کچھ دیر بعد آپؐ دوبارہ مسکراتے ہوئے اٹھے اور آپ نے پہلے خواب کی مانند دوسرے خواب کا ذکر کیا۔ حضرت ام حرام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس غزوہ میں بھی شرکت کے لیے دعا کی درخواست کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم پہلی جماعت کے ساتھ ہو۔ (بخاری جلد اول ص۔

Marfat.com

۳۹۱) حضرت معاویہ نے خلیفہ دوم کے عہد میں جزائر روم پر حملے کی اجازت طلب کی جس کی منظوری انھیں نہیں ملی۔ خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ نے آپ کو یہ اجازت مرحمت فرمادی۔ چنانچہ آپ (حضرت معاویہ) نے ۲۸ھ میں جزیرہ قبرص پر حملہ کی غرض سے ایک بحری بیڑا تیار کیا اور بحری فوج کے افسر اعلیٰ کے لیے امیر البحر کا لفظ تجویز کیا جس کو آج بھی انگریزی زبان میں ''ایڈمیرل'' کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ بحری بیڑہ ساحل حمص سے روانہ ہوا۔ (اسد الغابہ جلد ۵ ص۔ ۵۷۵) اور اس طرح قبرص فتح ہوگیا۔ اسی غزوہ میں حضرت ام حرام سواری پر چڑھتے وقت گر گئیں اور شہید ہوگئیں اور حضورؐ کی پیش گوئی پوری ہوگئی۔ آپ کا مدفن وہیں ہے۔

(صحیح بخاری جلد ۲ ص۔ ۹۲۹ واکمال فی اسماء الرجال صفحہ۔ ۵۹۲)

روم پر دوسرا بحری حملہ بھی حضرت امیر معاویہؓ کی کوشش کا ثمرہ ہے۔ یہ غزوہ صحیح روایت کی رو سے ۵۲ھ میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ ایک دوسری روایت میں واقعات کی تفصیل اس طرح مرقوم ہے کہ سیدنا حضرت ابوایوب انصاری دیگر جلیل القدر اصحاب رسولؐ کے ساتھ اس غزوہ میں شریک ہوئے۔ اس غزوہ میں عام وبا پھیلی اور اور مجاہدین کی ایک بڑی تعداد اس کی نذر ہوگئی۔ سیدنا حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی اس وبا میں بیمار ہوئے۔ یزید آپؓ کی عیادت کے لیے حاضر ہوا اور اس نے آپ سے درخواست کی کہ اگر آپ کو کوئی وصیت کرنی ہو تو فرمایئے، آپ کی وصیت کی تعمیل ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ تم دشمن کی سر زمین میں جہاں تک ہوسکے میرا جنازہ لے جاکر دفن کر دینا۔ اس روایت کے مطابق اس فوج کا سربراہ یزید ابن معاویہ تھا۔ چنانچہ حضرت ابوایوبؓ کی وفات کے بعد یزید نے وصیت کی تعمیل کی۔ آپ کے جنازہ میں بشمول حضرت حسین پوری فوج شامل تھی۔ اسد الغابہ تذکرہ ابوایوب انصاری میں مرقوم ہے کہ مسلمانوں نے رومیوں سے کہا کہ اگر تمھاری جانب سے اس مزار کے ساتھ کوئی گستاخی روا رکھی گئی تو یاد رکھو کہ اسلام کی وسیع حدود سلطنت میں کہیں بھی ناقوس نہ بج پائیں گے۔ یہ واقعہ طبقات ابن سعد کے صفحہ ۵۰ میں اسی طرح منقول ہے اور اسی کے ضمن میں یہ بھی لکھا ہے کہ سیدنا ابوایوب انصاری کا مزار دیوار قسطنطنیہ

Marfat.com

کے قریب ہے اور یہ مزار آج تک زیارت گاہ انام اور مرجع خاص و عام بنا ہوا ہے۔ رومی ایام قحط میں آپ کے مزار اقدس کے پاس جمع ہوتے ہیں۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ حضرت علی کے سرگرم حامی اور حضرت معاویہ کے سخت مخالف تھے۔ آپ حضرت علیؓ کی تمام جنگوں میں حضرت امیر معاویہؓ کے مخالف رہے اکمال فی اسماء الرجال میں سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری کے مزار کی بابت یہ جملہ رقم ہے کہ **"یستشفون به فیشفون"** یعنی لوگ آپ کے مزار اقدس کے وسیلے سے شفا طلب کرتے ہیں اور نتیجتاً شفایاب ہوتے ہیں۔ (الاکمال ص ۵۸۶)

حضرت ام حرام کی پہلے غزوہ میں شہادت کے واقعہ اور ماسبق میں مرقوم نبی اکرم ﷺ کی پیشن گوئی پڑھ کر میمون ابن قیس اعشیٰ کا درج ذیل شعر یاد آ رہا ہے۔

نبی یری مالا ترون و ذکره اغار لعمری فی البلاد وانجد

ترجمہ: آپ ایسے نبی ہیں جو ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جن کو تم نہیں دیکھتے۔ میری عمر کی قسم آپ کی شہرت ملکوں ملکوں پھیل چکی ہے۔ (نعتیہ شاعری کا ارتقاء۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد۔ ص۔ ۱۳۳)

شاعر مشرق علامہ اقبال نے اپنے مشہور مجموعہ کلام ''بانگِ درا'' حصہ سوم میں مشمول نظم معنون بہ ''بلاد اسلامیہ'' کے چوتھے بند میں مزار ابوایوب کا ذکر خیر یوں کیا ہے۔

خطہ قُسطُنطِنیَہ[۱] یعنی قیصر کا دیار
مہدی امت کی سطوت کا نشان پائدار
صورت خاک حرم یہ سر زمین بھی پاک ہے
آستانِ مسند آرائے شہ لولاک ہے
نکہت گل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا

۱؎ بضم القاف وسکون السین وضم الطاء الاولی وکسر الثانیه وبعدها یاء ساکنه اکمال فی اسماء الرجال ص۔ ۵۸۶ کالم نمبر۔ ۲ قال النووی هکذا ضبطناه وهو المشهور۔

Marfat.com

تربت ایوب انصاری سے آتی ہے صدا
اے مسلماں ملت اسلام کا دل ہے یہ شہر
سیکڑوں صدیوں کی کشت وخوں کا حاصل ہے یہ شہر

(صدی اڈیشن، کلیات اقبال، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ ص۔ ۱۴۶۔ تاریخ اشاعت دوم ۱۹۷۶ء)

بحری غزوات کی بابت پیش گوئی نبی ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم پر بحث سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کا اصل متن مع سند ذیل میں نقل کر دیا جائے۔

حدثنا اسحٰق بن یزید الدمشقی، ثنا یحییٰ بن حمزه ثنیٰ ثور بن یزید عن خالد بن سعدان انّ عمیر الاسود العنسی حدثهٗ اتی عباده بن الصامت وهو نازل فی ساحل حمص وهو فی بناء به و معه ام حرام قال عمیر فحدثنا ام حرام فانها سمعت النبی صلعم یقول اوّل جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا قالت ام حرام فقلت یا رسول اللّٰه انا منهم قال انت فیهم قالت ثم قال النبی صلعم اول جیش من امتی یغزون مدینه قیصر مغفور لهم فقلت انا فیهم یا رسول اللّٰه قال لا"(البخاری المجلد الاوّل کتاب الجهاد ص۔٤١٠)

حدیث محولہ بالا سے متعلق معروضات کا ماحصل رقم ذیل ہے۔

(۱) دونوں بحری غزووں کی بابت نبی اکرم ﷺ کی حدیث رسول اللہ ﷺ کا وہ خواب ہے جو آپؐ نے حضرت ام حرام کے گھر پر دیکھا تھا۔

(۲) انبیاء علیہم السلام کے خواب سچے ہوتے ہیں حتیٰ کہ وہ واجب العمل بھی ہوتے

Marfat.com

ہیں۔ ملاحظہ ہو حضرت ابراہیمؑ کا ذبح اسماعیل سے متعلق خواب۔

(۳) بحری غزوہ سے متعلق خواب میں دو غزووں کا تذکرہ ہے۔

(۴) پہلے غزوہ میں شرکاء کی بابت فقرہ "قد اوجبوا" یعنی ان لوگوں نے اپنے اوپر جنت کو واجب کرلیا مستعمل ہے جب کہ دوسرے غزوہ کے شرکاء کی بابت فقرہ "مغفورٌ لهم" یعنی ان کی مغفرت ہوگئی۔ استعمال کیا گیا ہے۔

(۵) پہلا غزوہ بعہد حضرت عثمانؓ غنی بن عفان وقوع پذیر ہوا، جو جنگ قبرص کے نام سے مشہور ہے جب کہ دوسرا غزوہ وہ غزوہ ہے جو جنگ قسطنطنیہ کے نام سے مشہور ہے۔

(۶) پہلا غزوہ ۲۸ء میں حضرت معاویہؓ کی قیادت میں ہوا جس کے امیر البحر اولاً عبداللہ بن قیس حارثی تھے اور ان کی ناگہانی شہادت کے بعد سفیان بن عوف ازدی امیر البحر منتخب ہوئے اور انھوں نے اہل قبرص کو مغلوب کیا۔

(۷) دوسرا بحری حملہ بعہد حضرت معاویہؓ ۵۲ھ میں واقع ہوا، جس کا سپہ سالار ان کا فرزند یزید تھا۔[1]

علاّمہ قسطلانی نے کہا ہے: ان اوّل من غزا مدینة قیصر یزید بن معاویة (بخاری المجلد الاوّل صفحہ ۴۱۰ حاشیہ)

(۸) حدیث کے محولہ بالا دونوں غزووں کے مابین وقوعی اعتبار سے ۲۴ سال کا عرصہ ہے۔

(۹) آپ صلعم نے حضرت ام حرام سے دوسرے غزوے کے سیاق وسباق میں فرمایا تھا کہ وہ اس کے شرکاء کی فہرست میں مشمول نہیں ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ ام حرام ۲۸ھ کے غزوہ میں شریک ہیں اور اس غزوہ (غزوۂ قبرص Cyprus) میں فتحیابی کے بعد آپ (حضرت ام حرام) ساحل پر اتریں تو آپ

---

[1] لیکن علاّمہ بدالدین عینی عمدۃ القاری میں رقم طراز ہیں کہ "یہ جلیل القدر صحابہ حضرت سفیان بن عوف کی قیادت میں تھے۔ یزید اس کا اہل نہیں تھا کہ یہ اکابر صحابہ اس کے ماتحت ہوں۔

Marfat.com

اپنے گھوڑے سے گر گئیں اور آپ کا انتقال ہو گیا اور وہیں آپ کا مزار اقدس ہے۔ (اکمال صفحہ ۵۹۲)

(نصر الباری شرح اردو صحیح البخاری از مولانا عثمان غنی، جلد ہفتم۔ص۔۱۱۶)

شارحین حدیث کا قول ہے کہ دونوں غزووں کی شرکاء کی بابت جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان میں معنوی اعتبار سے بہت فرق ہے۔ پہلے غزوہ کے شرکاء کے لیے "قــد اوجبــوا" الفاظ کا استعمال ہوا ہے جب کہ دوسرے غزوہ کے شرکاء کی بابت "مــغــفــورٌ لهم" الفاظ مستعمل ہیں۔ مــغــفــور لهم کے زمرہ میں غزوہ کا ہر شریک بلا استثنائے فرادواحد مشمول نہیں ہے۔ اس میں بعد کا مرتد شریک نہیں ہے جب کہ "قــد اوجبــوا" کے شرکاء کے لیے ارتداد کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ (نصر الباری شرح اردو بخاری) بعض علمائے سلف نے "مغفورٌ لهم" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ جنگ تک کے گناہ معاف ہو گئے اور جنگ کے بعد کے گناہوں اور مظالم کا جواب ہر شریکِ غزوہ کو دینا ہوگا جب کہ غزوۂ قسطنطنیہ کا ہر شریک یقیناً جنتی ہے۔

واضح ہو کہ "مــغــفــور لهمٌ" کی بشارت کے مصداق خارجی بننے کا شرف حاصل کرنے کی خاطر ہی اس غزوۂ دوم میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک بڑی جماعت شریک ہوئی تھی جن میں میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاری وعبادلۂ ثلاثہ یعنی حضرات عبداللہ ابن عمرؓ وعبداللہ بن زبیر وعبداللہ ابن عباس اور حضرت حسین ابن علی کے اسمائے گرامی اہم ہیں۔

مرقومات ماسبق سے اتنا تو متعین ہے کہ نبی ختمی امت صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب متذکرہ بالا کے متعلق دونوں بحری جنگوں کی اہمیت، جن کو غزوے کے لفظ سے موسوم کیا گیا ہے، دوسری جنگوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے اور یہ سبھی مقدس اور جلیل القدر ہستیاں اسی بشارت نبوی کے شرف کے حصول کی خاطر اس عظیم بحری جنگ میں، جو یزید کے زیر امارت لڑی گئی تھی، شامل ہوئی تھیں۔

اسی قبیل کا ایک دندان شکن جملہ سربراہ روم سے یزید کے والد حضرت امیر

Marfat.com

معاویہؓ کہہ چکے تھے[1] جب روم کے شہنشاہ نے مسلمانوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے حضرت امیر معاویہؓ سے کہا تھا کہ وہ خلیفہ چہارم حضرت علیؓ کے خلاف آپ کی مدد کرنے کا خواہاں ہے۔ اس پر حضرت امیر معاویہؓ نے بڑی جرأت و رعب کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا، ''اے رومی کتّے! اگر تو نے حضرت علیؓ کے خلاف کوئی اقدام کیا تو ہم دونوں بھائی ایک ہو جائیں گے اور لشکر علی سے جو پہلا سپاہی تیرے مقابلہ کے لیے نکلے گا وہ معاویہ ہوگا۔'' یہ سن کر شاہ روم ڈر گیا اور اس نے جنگ بندی کی اپیل کی۔ (البدایہ والنہایہ ج۔ ۸ ص۔ ۱۱۹)

واقعات کربلا کے چشم دید گواہ طبقۂ اناث کے علاوہ طبقۂ رجال میں صرف تین محترم ہستیاں ہیں۔

۱۔ حضرت علی زین العابدین ابن حسین

۲۔ حسن مثنیٰ ابن حسن

۳۔ زید ابن حسن

اور یہ تینوں حضرات کہیں بھی جزئی واقعات کی بابت بحیثیت راویان اوّل نہیں دیکھے جاتے اور نہ یہ حضرات بعد کے مکروہ اور روح فرسا واقعات از قبیل جنگ حرہ اور جنگ حرم مکہ میں نظر آتے ہیں۔

طبقۂ اناث میں سے حضرت زینب بنت علی، حضرت ام کلثوم بنت علی (دختران فاطمہ و علیؓ) اور حضرت فاطمہ بنت علی کی زبانی کچھ واقعات سنے جاتے ہیں جو قابل وثوق ہیں اور مستند بھی ہیں۔

سانحاتِ کربلا کی جزئیات کا منبع ابومخنف لوط ابن یحییٰ ہے جو بوقت شہادت حسین اس عالم آب و گل و باد میں موجود نہ تھا اور وہ ۱۷۰ھ سے قبل عالم جاودانی کی جانب روانہ ہو چکا تھا۔ اس کی مؤلفہ کتاب ''مقتل حسین'' کی جزئیات کو تحقیق و تنقید کے بغیر محمد بن جریر

---

[1] جس قسم کا جملہ یزید نے ۵۲ھ کے غزوۂ روم میں حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مزار اقدس کی بابت استعمال کیا۔ ملاحظہ ہو صفحہ۔ ۵۵۔ آزاد

Marfat.com

طبری نے اپنی کتاب میں قلم بند کر دیا۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابومخنف کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ "لوط ابن یحیٰی ابومخنف قابل اعتماد نہیں۔ ابوحاتم نے اسے متروک قرار دیا ہے۔ دارقطنی نے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے اور یحیٰی ابن معین نے لکھا ہے کہ وہ معتبر نہیں ہے اور ایک بار انھوں نے کہا کہ وہ تو کچھ ہے ہی نہیں۔ ابن عدی نے کہا ہے کہ وہ (ابومخنف) صعق ابن زہیر بن زید ابن حارث الجعفی اور مجالد سے روایت کرتا ہے اور اس سے روایت کرنے والوں میں مدائنی اور عبدالرحمٰن بن مفراء شامل ہیں اور یہ سب کے سب غیر ثقہ، نامعتبر اور ساقط المعیار راوی ہیں۔ ابومخنف جن سے روایت کرتا ہے ان میں سے جابر جعفی علماء شیعہ میں سے ہیں اور ان کو امام ابوحنیفہ، امام شعبی اور لیث ابن سلیم نے کذاب بتلایا ہے۔ نسائی نے انھیں متروک گردانا ہے۔ ابوداؤد ان کے بارے میں "قوی نہیں ہے" لکھتے ہیں جب کہ جریر ابن عبدالحمید نے ان سے روایت کو حلال نہیں جانا۔ یحیٰی نے کہا ہے کہ ان کی حدیث نہ لکھی جائے۔ (میزان الاعتدال جلد۔۱ص۔۱۷۶) مجالد ابن ابی رشد کو امام احمد نے لاشئی قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ موقوف روایتوں کو مرفوع بنا کر پیش کرتا ہے۔ (لسان المیزان جلد۵ ص۔۱۶)

ابوعبید آجری کا قول ہے کہ میں نے ابوحاتم سے ابومخنف کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اپنا ہاتھ جھٹک کر کہا کہ کیا ایسے شخص کے بارے میں کچھ پوچھا جاتا ہے؟ اور عقیلی نے اس (ابو مخنف) کا ذکر الضعفاء کے ضمن میں کیا ہے۔

طبری نے ابومخنف کی روایتوں کو اپنی کتاب میں جگہ دیدی جب کہ طبری خود بھی ابومخنف سے کم و بیش ناقابل اعتماد ہیں، طبری ابومخنف سے روایات اس طرح بیان کرتے ہیں جیسے کوئی شاگرد اپنے استاد سے روایت کرتا ہے۔ بعد کے سوانح نگاروں اور مؤرخوں نے طبری کی روایات ہی نقل کی ہیں۔ یہی حالت علامہ جلال الدین سیوطی (۸۴۹ھ تا ۹۱۱ھ) کی مؤلفہ کتاب "تاریخ الخلفاء" کی ہے جو ہر رطب و یابس کی جامع ہے۔

راقم نے متذکرہ بالا احوال و کوائف کی بنا پر قرائن و درایت کی استمداد سے متفق علیہ اور قابل قبول روایات کے سہارے یزید کے بارے میں اپنے نتائج فکر و مطالعہ قلم بند کیے

Marfat.com

ہیں کہ وہ طرق ریاست ومملکت اور اپنے اعمال وکردار کے اعتبار سے اس معیار سے کافی نیچے ہے جو دور تابعین کے معاییر واقدار تھے اور یہ واقعیت ہے کہ ہر اعتبار سے اس سے بہتر افراد لاکھوں کی تعداد میں امت اسلامیہ میں موجود تھے۔ یہ بات صدفی صد درست ہے کہ اس زمانہ میں اصحاب رسول کی تعداد بھی معتد بہ موجود تھی جو عدالت وثقاہت اور فراست و سیاست میں اس سے بدر جہا بہتر تھے۔

خانوادۂ معاویہؓ میں دو ہستیاں ایسی ہیں جو مابعد دور صحابہ کی درخشاں ونمایاں ہستیاں کہی جاسکتی ہیں۔ اوّل حضرت امیر معاویہؓ کی سابقہ زوجہ اور یزید کی ماں حضرت میسون اور دوسری یزید کی صاحبزادی حضرت عاتکہ۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں بیش بہا نگینوں کا چند لفظوں میں تعارف کرا دیا جائے۔

میسون بنت بحدل

یزید کی ماں کا نام میسون بنت بحدل تھا۔ وہ ارادے کی پختہ نیک خاتون تھیں۔ جو دیہات سے نکل کر امراء وسلاطین کے محل میں داخل ہوئیں اور جنھوں نے بلند مرتبہ تابعی خواتین میں شامل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ موصوفہ اپنے بے عدیل حسن وجمال، لاجواب عقل وشعور، مثالی درستگی رائے، بے مثال ادب وفضل اور اپنی کارکردگی کی جاذبیت کی وجہ سے تاریخ عالم کی مشہور ترین خواتین کی فہرست میں داخل ہوئیں۔ علامہ حافظ ابن کثیر نے فرمایا کہ وہ پختہ ارادوں، دزّاکی، نمایاں حسن، برتر عقل ودانش اور پختہ دین والی خاتون تھیں۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص۔ ۱۴۸)

وہ حضرت امیر معاویہؓ ابن ابوسفیان کی زوجہ تھیں۔ آپ نے حدیث کی روایت حضرت معاویہؓ سے کی اور ان سے محمد حنفیہ بن علی بن ابی طالب نے روایت کی (تاریخ دمشق ۲۶۷)

ان کی اجتہادیت سے متعلق ایک چونکا دینے والا واقعہ ملاحظہ ہو۔ ایک مرتبہ ان کے شوہر حضرت امیر معاویہؓ ان کے گھر میں ایک خصّی خادم کے ساتھ داخل ہوئے۔ میسون

Marfat.com

نے اس سے پردہ کیا، جس پر حضرت معاویہ نے کہا یہ خصّی ہے۔ اس روشن گہر خاتون نے کہا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ مثلہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز حلال ہو جائے گی؟ اس کے بعد وہ خادم بھی ان سے پردہ کرنے لگا۔ (کتاب الحیوان از علامہ جاحظ جلد اص ۱۷۷، البدایۃ والنھایۃ جلد۔ ۸، ص۔ ۱۴۸، بہجۃ المجالس از علامہ قرطبی جلد۔ ۲ ص۔ ۴۵)

میسون کی فراست و ذکاوت کا بین ثبوت یہ ہے کہ انھوں نے نائلہ بنت عمارہ الکلبیہ کی بابت اپنی یہ رائے ظاہر کی تھی کہ وہ بہت خوبصورت ہیں لیکن ان کے ناف کے نیچے کا تل غمازی کرتا ہے کہ ان کے مقتول شوہر کا سران کے گود میں رکھا جائے گا جس کی تصدیق مابعد کے وقوع پذیر واقعہ نے کی کہ ان کے شوہر صحابیٔ رسول حضرت نعمان بشیر کا سر امویوں کے ذریعہ ان کی شہادت کے بعد ان کی گود میں رکھا گیا۔ اس واقعہ سے حضرت میسون کی قیافہ شناسی میں درک کا بھی علم ہوتا ہے۔

وہ اپنی جائے پیدائش اور اپنی ہم جولیوں اور سہیلیوں کو یاد کر کے روتی اور آہیں بھرتی تھیں جس کی اطلاع پا کر یا ان کے اشعار خود سماعت کر کے حضرت معاویہ نے ان کو طلاق دیدی۔ حضرت میسون کا انتقال حضرت حسین کی دلدوز شہادت کے ۱۹ سالوں بعد ۸۰ھ میں ہوا۔

حضرت عاتکہ بنت یزید

یزید کی بیٹی عاتکہ بنت یزید کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کے بارہ محارم عظیم الشان سلطنتوں کے والی بنے اور وہ خود حدیث کی راویہ، سخی، فقراء پر احسان کرنے والی اور طویل عمر پانے والی خاتون تھیں۔

موصوفہ تابعین کے دور میں پیدا ہوئیں، اسی دور میں پلیں اور اسی دور میں بڑی ہوئیں۔ ان کی والدہ ام کلثوم بنت عبداللہ بن عامر بن کریز تھیں۔

آپ کا مرتبہ حدیث اور روایتِ حدیث میں کافی بلند ہے۔ ابن عساکر کا قول ہے کہ ان سے مہاجر الانصاری (جو عمرو ابن مہاجر الانصاری کے والد ہیں) کے ایسے جلیل

Marfat.com

القدر محدث نے روایت کی۔ (تہذیب التہذیب جلد۔۱۰ص۔۳۲۳)

وہ ایک معدلت پسند، پابند شریعت، جری اور نڈر خاتون تھیں۔ جب اموی روش کے مطابق حضرت مصعب ابن زبیر کا سر متعدد صوبوں اور مختلف شہروں میں گشت کرایا گیا اور اس کی تشہیر کی گئی تو حضرت عاتکہ نے اس سر کو شام آنے پر اپنی تحویل میں لے لیا۔ آپ نے اسے غسل دے کر عزت واحترام کے ساتھ دفن کروایا اور کہا کہ تم لوگ اس سے خوش نہ ہو سکے جو کر کے آئے ہو۔ یہاں تک کہ تم اس کو شہروں شہروں گھماتے پھر رہے ہو۔ یہ زیادتی ہے۔ حضرت مصعب ابن زبیر کی شہادت کا واقعہ حضرت حسین کی دلگداز شہادت کے دس سال بعد ۷۱ھ کا ہے۔

الھفوات النّادرہ کے مندرجات کے مطابق محولہ بالا محدثہ اموی امارت کے اختتام تک زندہ رہیں اور ۱۳۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

(الھفوات النّادرہ از ابوالحسن محمد بن ہلال الصابی ص۔۱۰۸)

البدایہ والنہایہ کی رو سے عاتکہ بنت یزید کا انتقال شہادت حسین کے ۷۱ سالوں کے بعد دمشق میں ہوا اور آپ وہیں اپنے نام سے منتسب محلّہ میں دفن کی گئیں۔ آج بھی یہ جگہ ''قبر عاتکہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۹ص۔۲۴۱)

سچ ہے کہ اللہ الواحد القہار ہی احسن الخالقین اور قادر مطلق ہیں۔ جو آدمؑ کے گھر قابیل، نوحؑ کے گھر کنعان، آزر کے گھر ابراہیمؑ، یزید کے گھر معاویہ اور عاتکہ پیدا کرتے ہیں۔

امام حسین اور یزید کے مابین جو کچھ بھی ہوا، اس میں حق وانصاف حضرت حسین کے ساتھ تھا۔ یزید کے عمّال نے حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ جو مظالم روا رکھے، وہ انسانیت سوز تھے اور ان سے احتراز قطعی طور پر ضروری تھا۔ ماہ محرم کے پہلے عشرہ میں جو کچھ عراق میں ہو رہا تھا، اس کی بابت سربراہِ مملکت کو بہت چاق و چوبند رہنے کی ضرورت تھی اور اس دوران اس کو بہت پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیے تھا۔ بالخصوص اس سیاق وسباق میں کہ اس کے والد کی دور بیں، دور اندیش اور مستقبل شناس نگاہیں اس کو اپنی

Marfat.com

وصیت میں متنبہ کر چکی تھیں کہ حضرت حسین کو اہل عراق تمہارے مقابلہ پر لا کر دم لیں گے۔ اس وقت تم انتہائی تحمل سے کام لینا اور قابو پا جانے پر بھی رشتہ داری کا پورا لحاظ رکھنا اور ان کو درگذر کرنا اور یہاں تو معاملہ یہ تھا کہ حضرت حسین از خود تین ایسی مسکت شرطیں رکھ چکے تھے جن کے بعد جنگ کا کوئی جواز نہ تھا۔ یزید کے عہد میں بہت سی ایسی باتیں وقوع پذیر ہوئیں جن کو نہ ہونا چاہیے تھا، خواہ وہ حضرت حسین کی شہادت ہو، خواہ وہ حرہ کی جنگ ہو جس میں مسجد نبوی میں تین دن اذان نماز نہیں ہوئی۔ روضہ انور سے آنے والی نماز کی آواز کی اقتدا حضرت سعید بن المسیب کرتے تھے۔ مدینہ کے ساکنین کو بہت مصائب جھیلنے پڑے۔ حقیقتاً جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرامؓ نے یزید کی بیعت کی تھی اس وقت تک اس کا کردار نہاں تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر یزید کے عمال کے مظالم سامنے آئے تو مدینہ سے ایک نمائندہ جماعت، جس میں فرشتوں کے ذریعہ غسل کرائے گئے صحابی حضرت حنظلہؓ کے فرزند ارجمند عبداللہ اور عبداللہ بن ابوعمر مخزومی بھی تھے، دمشق پہنچی تو اُس نے یزید کے دور کے عمال کی زیادتیوں کے سبب بیعت توڑ دی۔ بیعت توڑنے کا بیان امام بخاری نے اپنی کتاب کے دوسرے حصے کے صفحہ ۱۰۵۳ میں کیا ہے۔ اس نقض بیعت سے یزید اتنے غصہ میں آ گیا کہ اس نے خانہ کعبہ اور مدینہ منورہ پر حملہ کر دیا۔ حالانکہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ یزید نے کہا تھا کہ اگر ابن زیاد کی حضرت حسین سے کوئی رشتہ داری ہوتی تو وہ ایسا ہرگز نہ کرتا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یزید بھی یہ نہ سمجھتا تھا کہ ابن زیادہ اس حد تک چلا جائے گا۔

راقم صحیح حقیقت حال کو واضح کرنے کے لیے حضرت عبداللہ ابن حضرت عباسؓ کا ایک خط مندرجہ ذیل سطور میں نقل کر رہا ہے۔ یہ خط احوال واقعی کی وضاحت کے لیے کافی ہے۔

''تمھارا خط ملا۔ میں نے جو ابن زبیر سے بیعت نہیں کی، تو اللہ کی قسم وہ اس امید پر نہ تھا کہ تو مجھ پر احسان کرے گا اور تو میری مدحت سرائی کرے گا۔ میرا جو عہد ہے وہ خدا کو معلوم ہے۔ تو نے یہ کہا کہ تو مجھ سے حسن سلوک کرنا نہ بھولے گا۔ اے آدم کی اولاد! تو اپنا

Marfat.com

سلوک اپنے پاس رکھ کیونکہ میں کسی بھی نوعیت کا سلوک تجھ سے نہیں رکھنا چاہتا۔ تو نے مجھ سے یہ درخواست کی ہے کہ میں عوام میں تیری محبت اور ابن زبیر کی نفرت کا اظہار کروں اور ان میں ابن زبیر سے قطع تعلقی جگاؤں اور ان کو ابن زبیر کو چھوڑنے کی تحریک دوں، تو یہ کبھی نہ ہوگا۔ یہ کام نہ میرے لیے خوشی کے باعث ہیں اور نہ عزت کی بات۔ اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ تو نے حسین اور عبدالمطلب کے خاندان کے ان نوجوانوں کو قتل کیا جو تربیت کی شمع اور معززین ومشاہیر کے برج تھے تیرے سواروں نے تیرے حکم پر انھیں کھلے میدان میں اس حالت میں چھوڑا کہ وہ لہو سے لت پت تھے، ان کے جسم پر جو کچھ تھا وہ چھینا جاچکا تھا اور ان کو بے دفن رہنے دیا گیا، ہوائیں ان پر مٹی ڈالتی رہیں یہاں تک کہ خدا نے ان کے کفن دفن کا انتظام ایسی جماعت سے کروایا جو ان کے خون میں شامل نہ تھی۔ رب العالمین کی قسم انھیں کی توسط سے تجھے عزت ملی اور تجھے اس مقام پر بیٹھنے کا موقعہ ملا جس جگہ پر تو اس وقت بیٹھا ہے میں سب کچھ بھول سکتا ہوں لیکن یہ حقیقت نہیں بھول سکتا کہ تیری ہی وجہ سے حسین مدینہ چھوڑ کر مکہ آئے کہ تو اپنے سواروں کو مسلسل ان کے پاس بھیجتا رہا یہاں تک کہ تو نے ان کو عراق کی جانب کوچ کرنے پر مجبور کیا اور وہ اس حالت میں نکلے کہ ان کو خطرہ لگا رہتا تھا پھر تیری فوج نے ان کو جالیا اور یہ سب تو نے خدا، خدا کے رسول اور ان کے گھر والوں کی عداوت میں کیا جن کو خدا نے ان سے گندگی اور ناپاکی کا استیصال کر کے مکمل طور پر پاک و صاف بنادیا تھا۔ حسین نے تجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ میں جنگ نہیں چاہتا، مجھے واپس جانے دو، لیکن تو نے سوچا کہ حسین کے مددگاروں اور ان کے بہی خواہوں کی تعداد بہت کم ہے، اس وقت ان کو ان کے پورے خاندان کے ساتھ ختم کیا جاسکتا ہے۔ تم مل کر ان پر اس طرح ٹوٹ پڑے جیسے تم مشرکوں اور کافروں کے خاندان کے ساتھ جہاد کر رہے ہو۔ تو نے میرے والد کے خاندان کا قتل کیا تو میرا مدعا علیہ بھی ہے۔ ان حالات میں تو مجھ سے محبت اور پیار مانگ رہا ہے۔ اس سے بڑھ کر عجوبہ بات اور کیا ہوسکتی ہے؟ اور کسی طرح کسی غلط فہمی میں نہ رہنا اور اگر آج تو نے فتح حاصل کرلی ہے تو ایک دن ہم ضرور تجھ پر فتح پائیں گے۔

(الکامل ابن اثیر حصہ ۴۔ ص۔ ۵۰۔ ۵۱)

Marfat.com

حضرت حسین کو بہت بے رحمی اور بے دردی سے کربلا میں شہید کر دیا گیا۔ مولانا اعزاز علی کے بیان کے مطابق آپ کے پاک جسم پر ۳۳ زخم نیزوں کے اور ۳۴ زخم دوسرے ہتھیاروں کے تھے۔ یہ بھی عبرت کا مقام ہے کہ امام حسین کی شہادت میں جن کا بھی ہاتھ تھا خواہ وہ کتنا بھی کم رہا ہو، ان سب کو ان کے ظلم کی سزا بہت جلد ملی۔ مختار نے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اللہ پاک بے شک زبردست بدلہ لینے والا ہے۔

واضح ہو کہ یزید نے ابن زیاد، شمر، زرعہ ابن شریک تمیمی، سنان ابن انس، خولی ابن یزید وغیرہ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ اس نے نہ ابن زیادہ کے خلاف کوئی کارروائی کی نہ اس کو معزول کیا اور نہ کربلا کے ظالموں اور مجرموں کو کوئی سزا دی، نہ ان کی ملامت کی اور نہ ان کے خلاف کوئی لفظ استعمال کیا۔ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی اپنی کتاب ''المرتضٰی'' میں رقم طراز ہیں کوئی روایت اس قسم کی نہیں ہے کہ اس (یزید) نے ابن زیادہ کو ملامت کی ہو یا سزا دی ہو یا معزول کیا ہو۔ چند روایتیں ہیں جن میں یزید کی خوشی اور مسرت کے اظہار و شماتت کا بیان ہے جو کسی مسلمان کے لائق نہیں۔ (المرتضٰی صفحہ ۳۶۴)

جب کہ بہت سی روایتیں اس حقیقت کا اظہار کرتی ہیں کہ یزید اور اس کے گھر والوں نے حضرت حسین کی شہادت پر اظہارِ تاسف و رنج و ملال کیا جن میں سے چند رقم ذیل ہیں۔

۱۔ زحر بن قیس نے جب یزید کے دربار میں شہادتِ حسین کی خبر پہنچائی تو یزید کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے کہا کہ ''اگر تم لوگ حسین کو قتل نہ کرتے تو میں تم سے زیادہ خوش ہوتا۔ ابن سمیہ (عبیداللہ ابن زیادہ) پر اللہ کی لعنت ہو۔ اگر میں ہوتا تو خدا کی قسم میں حسین کو معاف کر دیتا۔ اللہ پاک حسینؓ پر اپنی رحمت نازل فرمائیں۔ زحر نے انعام و اکرام کی لالچ میں واقعات میں کافی رنگ آمیزی کی تھی لیکن یزید نے اس کو انعام کے نام پر کچھ نہ دیا۔ (طبری جلد ۷ ص۔۳۷۵)

۲۔ جب مخضر بن ثعلبہ اہل بیت کے ستم زدہ قافلہ کو لے کر یزید کے محل کے پھاٹک پر پہنچا اور اس نے چلاّ کر کہا کہ میں امیر المومنین کی خدمت میں نعوذ باللہ لئیموں

Marfat.com

اور فاجروں کے سرلایا ہوں تو یزید نے یہ سن کر کہا کہ ''ام مخضر نے جو بچہ جنا ہے وہ ان سب سے زیادہ شریر اور لئیم ہے۔ اس کے بعد حضرت حسین اور دوسرے مقتولین کے سر اس کے سامنے پیش کیے گئے تو یزید نے حضرت حسین کے سر اقدس پر ایک نگاہ ڈالی اور ایک شعر پڑھ کر وہ یوں بولا'' خدا کی قسم حسین اگر میں تمہارے ساتھ ہوتا تو تم کو قتل نہ کرتا۔ اس کے بعد یحیٰی ابن حکم نے ایک قطعہ پڑھا جس میں ابن سیمہ کی تعریف اور اہل بیت کرام پر طنز و طعن تھا۔ یزید نے اہل بیت عظام کی اس ہتک آمیز اتہام کو سن کر اس کے سینہ پر ہاتھ مارا اور اس کو ڈانٹ کر خاموش کر دیا۔ (طبری جلد ۷ ص۔ ۳۷۶)

۳۔ یزید نے اہل بیت کرام کی ابتر حالت دیکھ کر کہا'' خدا ابن مرجانہ (عبیداللہ ابن زیاد) کا برا کرے۔ اگر اس کے اور تمہارے درمیان قرابت ہوتی تو وہ تمہارے ساتھ یہ سلوک نہ کرتا اور نہ اس طرح تم کو بھیجتا۔''

۴۔ حضرت علی کی صاحبزادی فاطمہ بنت علی جن کا شمار اپنے عہد کی حسین ترین اور موزوں اندام عورتوں میں ہوتا تھا اور جو واقعات کربلا سے متعلق ہر واقعہ اور ہر جزئیہ کی چشم دید گواہ ہیں۔ فرماتی ہیں کہ جب ہم لوگ یزید کے سامنے پیش کیے گئے تو ہماری حالت دیکھ کر یزید پر رقت طاری ہوگئی اور اس نے ہمارے لیے ہمدردانہ احکامات صادر کیے اور ہم اہل بیت کے ساتھ بڑی نرمی اور ملاطفت سے پیش آیا۔ (طبری جلد۔ ۷، ص۔ ۳۷۷)

۵۔ یزید نے اہل بیت نبوی سے گفتگو کے بعد ان سب کو حرم سرائے خاص میں ٹھہرایا۔ یزید خود حضرت حسین کا رشتہ دار تھا[۱] اس کی عورتیں بھی اعزہ میں داخل

---

۱ حضرت حسین کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر، جو حضرات حسنین کے بہنوئی بھی تھے، کی دختر سیدہ ام محمد یزید کی بیوی تھیں (جمہرۃ الانساب لابن حزم صفحہ۔ ۶۲) یزید سے حضرت حسین کا دوسرا رشتہ یہ تھا کہ حضرت حسین کی زوجہ اولیٰ حضرت آمنہ، حضرت معاویہ کی حقیقی بھانجی تھیں یعنی میمونہ بنت ابی سفیان کی دختر تھیں (جمہرۃ الانساب لابن حزم صفحہ۔ ۲۵۵) اس لیے یزید کے محل میں کہرام مچنا فطری بات تھی۔

Marfat.com

تھیں۔اس ناطے ستم رسیدہ قافلے کے زنان خانہ میں داخل ہوتے ہی یزید کے گھر میں کہرام مچ گیا۔یزید اہل بیت کے اپنے محل میں قیام کے دوران ان کے قیام وطعام کی جانب خاص دھیان دیتا تھا اور حضرت زین العابدین کو بلا کر اپنے ساتھ دستر خوان پر کھانا کھلاتا تھا۔(طبری جلد ۷ صفحہ ۳۷۸)

۶۔ شامی وحشیوں نے حضرت حسین کی شہادت کے بعد اہل بیت نبوی کا سارا سامان لوٹ لیا تھا اور ابن سعد کے حکم کے باوجود سامان واپس نہ کیا تھا۔یزید نے اس مال کی پوری تلافی کی اور اہل بیت کی مخدرات عظمٰی سے پوچھ پوچھ کر جس کا جتنا مال ومتاع لوٹا گیا تھا اس سے دوگنا سامان ان کو دلوایا۔واقعات کربلا کی دوسری چشم دید خاتون حضرت سکینہ بنت حسین، یزید کی اس تلافی مافات سے بہت متاثر ہوئیں اور انھوں نے کہا ''میں نے خدا کے نافرمانوں میں یزید سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔(طبری جلد ۷ ص۔۳۸۱)

۷۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یزید نے حضرت حسین کے سر کو مخاطب کر کے کہا کہ ''حسین! اگر میں تمھارے پاس ہوتا تو تم کبھی قتل نہ کیے جاتے۔(ابن اثیر جلد۔۴،ص۔۳۷)

حضرت حسین کی صاحبزادی حضرت سکینہ اپنے زمانہ کی مایہ ناز خوبصورت خاتون تھیں جیسا کہ درج ذیل واقعہ سے بھی پتہ چلتا ہے۔

ایک بار عروہ ابن زبیر، مصعب ابن زبیر، عبداللہ ابن زبیر اور عبدالملک ابن مروان چاروں مسجد حرام میں یکجا تھے کہ ان میں سے کسی نے یہ تجویز رکھی کہ ہم لوگ اللہ پاک کے سامنے اپنی اپنی آرزوئیں پیش کریں۔سبھوں نے اس تجویز کو پسند کیا۔سب سے پہلے عبداللہ ابن زبیر نے کہا کہ میری آرزو یہ ہے کہ میں حرم کا بادشاہ بنوں اور مجھے تخت خلافت عطا کیا جائے۔ان کے بعد مصعب بن زبیر نے کہا میری تمنا یہ ہے کہ قریش کی دونوں حسین ترین عورتیں سکینہ بنت حسین اور عائشہ بنت طلحہ میرے حبالہ عقد میں آئیں۔ان کے بعد عبدالملک نے کہا کہ میری تمنا یہ ہے کہ میں کل روئے زمین کا بادشاہ ہو جاؤں اور

Marfat.com

معاویہ کا جانشین بنوں۔ سب سے آخر میں عروہ نے کہا کہ مجھے ان میں سے کچھ نہ چاہیے میں دنیا میں زہد و علم اور آخرت میں کامرانی کا خواہاں ہوں۔ مابعد کے زمانہ نے دیکھا کہ تینوں کی دعائیں قبول ہوئیں اور ان کو وہ سب کچھ ملا جن کی انھوں نے دعائیں مانگی تھیں۔ مندرجہ بالا واقعہ سے بھی حضرت سکینہ بنت حسین کے نادرۂ روزگار حسن و جمال کا علم ہوتا ہے۔

ایک روایت میں حضرت زین العابدین کی دمشق سے روانگی کا واقعہ اس طرح مرقوم ہے یزید نے حضرت زین العابدین کو دمشق سے رخصت کرتے وقت کہا تھا کہ ابن مرجانہ پر اللہ پاک کی لعنت ہو اگر میں ہوتا تو حسین جو کہتے مان لیتا اور ان کی جان نہ جانے دیتا خواہ اس میں میری اولاد ہی کیوں نہ کام آ جاتی۔ بہر حال اب رضائے الٰہی پوری ہو چکی ہے۔ آئندہ جب بھی آپ کو کسی قسم کی ضرورت پیش آئے فوراً لکھیے گا۔" (تابعین از معین الدین احمد ندوی ص۔۲۹۶)

یزید نے چند دنوں تک اہل بیت کو بڑے عزت و اکرام کے ساتھ رکھنے کے بعد ان کو اختیار کلی دیتے ہوئے حضرت زین العابدین سے کہا کہ اگر آپ ہمارے ساتھ رہنا چاہیں تو یہیں رہیں، میں صلہ رحمی سے پیش آتا رہوں گا اور آپ کا پورا حق ادا کروں گا لیکن اگر آپ مدینہ واپس جانا چاہیں تو آپ کے ساتھ حسن سلوک کرتا رہوں گا۔ حضرت زین العابدین نے واپسی کی خواہش ظاہر کی۔ (طبات ابن سعد ج ۵ ص۔۱۵۷)

یزید نے روانگی حضرت زین العابدین کے وقت آپ سے جو باتیں کہی تھیں اس نے اس پر عمل بھی کیا جیسا کہ حسب ذیل واقعات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

۱۔ یزید نے جب مدینہ میں ناحق خونریزی کی خاطر مسلم بن عقبہ کی ماتحتی میں ایک لشکر جرار روانہ کیا تو امیر لشکر کو ہدایت کر دی تھی کہ حضرت زین العابدین کو کوئی گزند نہ پہنچنے پائے۔ حضرت زین العابدین جنگ حرہ کے دوران مدینہ چھوڑ کر عقیق چلے آئے تھے۔ مسلم ابن عقبہ مدینہ کو ویران کر کے حضرت زین العابدین سے ملاقات کی غرض سے عقیق آیا جب حضرت زین العابدین کو مسلم کی آمد کی اطلاع ملی تو آپ خود اپنے چچازاد بھائیوں ابو ہاشم عبداللہ اور حسن بن محمد بن حنیفہ کے ساتھ اس سے ملنے آئے۔ مسلم نے آپ کا بڑا احترام و

Marfat.com

اکرام کیا۔ اس نے آپ کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھا کر آپ کی مزاج پرسی کی اور آپ کو بتلایا کہ امیر المومنین نے مجھ کو آپ کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت کی تھی۔ آپ نے فرمایا اللہ پاک ان کو اس کا صلہ دے۔ مسلم نے آپ سے دونوں لڑکوں کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ میرے چچازاد بھائی ہیں۔ یہ سن کر مسلم نے ان سے ملنے پر بھی خوشی کا اظہار کیا۔ اس خوش آئند ملاقات کے بعد حضرت زین العابدین واپس آ گئے۔ (اخبار الطّول ص۔ ۲۷۵و۲۷۶، طبقات ابن سعد جلد۔ ۵، ص: ۱۵۹)

حضرت زین العابدین امویوں کے خلاف کسی بھی جنگ میں کسی طور پر بھی شامل نہیں ہوئے۔ آپ حضرت عبداللہ ابن زبیر کی جنگ خلافت سے بھی الگ تھلگ رہے۔

اس کے برخلاف بہت سے ایسے فتوے اور فیصلے ہیں جن سے یزید کی کریہہ اور مکروہ صورت سامنے آتی ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے:

امام احمد بن حنبل کے فرزند صالح ابن احمد ابن حنبل کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ چند لوگوں کا قول ہے کہ ان کو یزید سے محبت ہے تو آپ نے فرمایا۔ اے میرے فرزند! کیا کوئی شخص جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو یزید کو پسند کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ جلد۔ ۴، ص۔ ۴۸۳)

ابن تیمیہ کا خود کا بیان ہے کہ جس نے بھی حضرت حسین کو شہید کیا، ان کے قتل میں مدد کی، یا قتل حسین سے راضی ہوا، اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ اس کے عذاب کو دور کرے گا اور نہ اس کا عوض قبول کرے گا۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ حصہ۔ ۴، ص۔ ۴۸۷)

حضرت مجدد الف ثانی اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں "یزید سعادت توفیق سے محروم اور زمرہ فسّاق میں داخل ہے۔ (مکتوبات امام ربانی جلد۔ ا، مکتوب نمبر ۲۵۱)

محدث شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) حجۃ البالغہ میں مبحث الفتن میں مستعمل حدیث کے الفاظ "پھر گمراہی کی دعوت دینے والے ابھریں گے" کی تشریح میں رقم طراز ہیں کہ گمراہی کی دعوت دینے والا شام میں یزید اور عراق میں مختار ہے۔

Marfat.com

مکتوبات اوّل دفتر عدد ۵۴ میں مجدد الف ثانی نے رقم کیا ہے کہ ''یزید کی بدبختی پر کس کو اعتراض ہوسکتا ہے؟ اس نے جو فسق و فجور کیے وہ کافر فرنگی بھی نہیں کرسکتا۔''

مسلمانوں کے فقیہہ، قابل رشک عالم مولانا قاری محمد طیّب ''شہید کربلا اور یزید'' کے ص۔۱۵۲ پر رقم طراز ہیں۔

یزید کے فاسق ہونے پر جب سب کے سب صحابہ کرام متفق ہیں[1]، پھر ائمہ کرام بھی متفق ہیں، اس کے بعد علمائے راسخین فقہا یزید کے فاسق و فاجر ہونے پر ماسبق کے علماء کا اتفاق نقل کررہے ہیں اور خود بھی اس کو فاسق و فاجر اور گنہگار کہہ رہے ہیں تو اس سے زیادہ یزید کے فسق و فجور کا ثبوت اور کیا چاہیے۔

ایک بار کسی نے حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے سامنے یزید کو امیر المومنین کہہ دیا تو آپ نے اس کو بیس کوڑے لگوائے۔ (الصواعق الحرقہ۔ابن حجر عسقلانی ص۔۲۲۱)

ابوالفرج جوزی نے اپنی کتاب المنتظم فی تواریخ الملوک والامم میں تحریر کیا کہ یزید نے اپنے والد کی روایت سے حضرت محمد ﷺ سے ایک حدیث روایت کی ہے اور یزید تک ہماری سند مسلسل ہے۔ جب امام ابن حنبل سے پوچھا گیا کہ یزید سے روایت کی جاسکتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ اس میں کوئی اعزاز نہیں ہے۔ لہٰذا ہم نے یزید کے ذریعہ سے کوئی حدیث بیان نہیں کی۔ امام احمد ابن حنبل کے اس قول کو ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی جلد چہارم کے صفحہ ۴۸۳ میں نقل کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ نے یزید کے کفر پر سکوت کی بات کی ہے، اس کے فاسق و فاجر اور گنہگار ہونے پر نہیں۔

اہل سنت والجماعت اہل بیت نبی کو شعائر اللہ میں شامل سمجھتے ہیں۔ امام نووی (متوفی ۶۷۶ھ) نے اپنی کتاب ریاض الصالحین میں معزز و مکرم اہل بیت کی تبحر علمی موضوع کے تحت ایک مستقل باب قائم کرکے قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت "ومن

---

[1] قاری طیب صاحب نے ''سب کے سب متفق ہیں'' کے بعد الفاظ خواہ ''مبائعین'' یعنی بیعت کرنے والے ہوں یا ''مخالفین'' یعنی یزید کی بیعت سے مخالفت کرنے والے ہوں رقم کیے ہیں۔ آزاد

Marfat.com

یعظم شعائر اللّٰہ فانها من تقوی القلوب" یعنی جوکوئی اللہ پاک کے شعائر کی عزت کرے تو یقیناً یہ بات تقویٰ اور خوف خدا پیدا کرتی ہے۔اس طرح اس آیت میں شعائر اللہ (اللہ پاک کی نشانیوں) کی عظمت کوتقویٰ بتلایا گیا ہے اور اہل بیت کوشعائر اللہ میں داخل کیا گیا ہے۔اہل سنت والجماعت کی کتاب شرح عقائد کی رو سے خبر متواتر سے ثابت ہے کہ یزید حضرت امام حسین کی شہادت سے راضی ہوا اور خوش ہوا اور اس نے اہل بیت نبیؑ کی اہانت کی لعنة اللّٰہ علیه وعلیٰ انصاره واعوانه (شرح عقائد ص۔۱۱۳)

حضرت امام حسین کا یہ دلدوز واقعہ جمعہ کو اسلامی کلنڈر کے ۶۱ھ کے ماہ اوّل کی دسویں تاریخ میں وقوع پذیر ہوا۔شہادت کے دوسرے یا تیسرے دن غادریہ کے ساکنین نے شہیدوں کی لاشیں دفن کیں۔حضرت حسین کا جسد اطہر بغیر سر کے دفن کیا گیا۔یزید کے لائق فرزند نے اپنے والد یزید کے قابل نفریں کردار اور لائق نفرت اطوار کا تذکرہ کرتے ہوئے اس حقیقت و واقعیت کو تسلیم کیا کہ وہ یزید محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر حکومت کرنے کا کوئی استحقاق نہ رکھتا تھا۔وہ سدا اپنی آرزوؤں کے گھوڑے پر سوار رہا، وہ اپنے گناہوں کو صحیح سمجھتا رہا۔وہ جان بوجھ کر سدا حدود الٰہی کو توڑتا رہا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندوں کے اعزاز و اکرام کو اپنے چھوٹے گھمنڈ اور تکبر کی خاطر پامال کرتا رہا۔علامہ کمال الدین محمد ابن موسیٰ دمیری (۸۰۸،۷۴۲ھ) نے معاویہ ابن یزید کی اپنے والد یزید کے بدنام روزگار کردار کو تسلیم کر کے اس کا مفصّل تذکرہ کیا ہے۔اس نے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ ''وہ (یزید) اپنے گور کے گڑھے میں اپنے گناہوں اور برائیوں کا رہین ہے۔'' معاویہ کی آواز بھرا گئی وہ دیر تک روتے رہے اور کھلے لفظوں میں کہا کہ اب تیسرا حاکم میں بنا ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ مجھ سے خوش لوگ کم اور مجھ سے ناراض لوگ زیادہ ہیں۔میں اپنے اندر تم لوگوں کے گناہوں اور تم لوگوں کے جرائم کا بار اٹھانے کی ہمت نہیں پاتا اللہ پاک مجھ کو اس حالت میں نہ دیکھیں کہ تمھارا بار میری گردن پر ہو اور تمھارا تاوان میں بھروں۔لہٰذا تم جانو اور تمھاری سلطنت جانے۔جس کو تم بہتر سمجھو اسے اپنا حاکم اور بادشاہ بنا لو۔میں نے اپنی بیعت کا قلادہ تمھاری گردنوں سے اتار پھینکا ہے۔والسلام علیکم

Marfat.com

علامہ دمیری[1] نے رقم کیا ہے کہ یزید کی حکومت ۳ سال ۹ ماہ تک رہی۔ اس کے بعد اس کے فرزند معاویہ کو حکومت سونپی گئی لیکن وہ اس غیر منصفانہ، ظالمانہ اور سفاکانہ حکومت کا بار نہ اٹھا سکا اور اس نے چالیس دنوں ہی میں اپنے کو کارہائے سلطنت سے علاحدہ کرلیا اور اس علاحدگی سے چالیس یا ستر دنوں کے اندر اس نے بعمر ۲۱ یا ۲۳ سال داعی اجل کو لبیک کہہ دیا، وہ اس دنیا سے بے اولاد گیا۔ (حیات الحیوان جلد ا ص۔۸۸)

متذکرہ بالا صفحات میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے یزید کے فسق و فجور میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

یزید کو شہادت حسین سے بری سمجھنے والوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے کہ آخر یزید نے صحابی رسول ابن صحابی رسول حضرت نعمان بن بشیر کے ایسے مدبر اعظم، جلیل القدر صحابی کو جنھیں حضرت معاویہ نے ۵۹ھ میں کوفہ کا گورنر بنایا تھا۔ کوفہ کی گورنری سے معطل کر کے بدنام روزگار مجہول النسب زیادہ بن سمیہ کے لڑکے عبیداللہ کو کوفہ کا گورنر کیوں بنایا جو اپنے جور وستم اور ظلم وزیادتی کے لیے بدنام تھا؟

واضح ہو کہ حضرت نعمان بن بشیر کے والد محترم بشیر کا شمار جلیل القدر اصحاب رسول میں ہوتا ہے اور حضرت بشیر کے خانوادے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھریلو تعلقات تھے حضرت بشیر عقبہ عالیہ میں شریک تھے اور تمام غزوات میں آقائے نامدار ﷺ کے ساتھ رہے انھوں نے ثقیفہ بنی ساعدہ میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بیعت کی تھی۔ ۱۲ھ میں حضرت خالد بن ولید کی ہمراہی میں مسیلمہ کذاب کے مقابلے کو نکلے اور واپسی کے وقت عین التمر میں شہید ہوئے۔ ان کی والدہ بھی ایک جلیل القدر صحابی عبداللہ بن رواحہ کی ہمشیر ممتاز صحابیہ تھیں۔ جن کا نام عمرہ بنت رواحہ تھا۔

دو ایک انصاریوں کو چھوڑ کر سبھی انصاران مدینہ علی و معاویہ کے جملہ تنازعات میں حضرت علی کے ساتھ تھے۔ حضرت معاویہ کا ساتھ دینے والے دو انصاری صحابیوں میں ایک نعمان ابن بشیر تھے، لیکن تھے سچے محب رسول اور نبی آخرالزماں کی صحبت سے زیادہ

---

[1] علامہ کمال الدین محمد بن موسیٰ دمیری (۷۴۲ھ تا ۸۰۸ھ)

Marfat.com

سے زیادہ فیض اٹھانے والے۔ وہ اچھے شاعر، بہت ادب نواز، جواد وسخی، بے مثال شجاع، اچھے منجھے ہوئے سیاست داں، اچھے خطیب اور ایک پکے اور سچے عاشق رسول تھے وہ ہجرت کے بعد انصار کے سب سے پہلے نومولود تھے۔ ان کی سند سے ۲۴ حدیثیں منقول ہیں۔ ان کا سن پیدائش ۲ھ ہے۔ دوسرے انصاری صحابی مسلمہ بن مخلد ہیں، جو حضرت معاویہ کے ساتھی تھے۔

کربلا کے میدان میں انھوں نے یہ کہہ کر خانوادۂ رسول سے جنگ کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ ''میں خدا کی معصیت میں قوی ہونے سے اس کی اطاعت میں کمزور رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ (سیر الانصار، از مولانا سعید انصاری جلد ۲ ص ۲۱۶)

طبری نے بھی رقم کیا ہے کہ یزید نے حضرت نعمان بن بشیر کے بجائے، ظالم، فاسق، فاجر، بے رحم، ظالم وسفاک عبید اللہ ابن زیاد کو کوفہ کا حاکم بنا دیا اور صحابی رسول کو شام بلا لیا۔ راقم کی رائے ہے کہ اگر حضرت نعمان بشیر کوفہ سے ہٹائے نہ جاتے تو یقیناً شہادت حسین کا دل فگار واقعہ وقوع پذیر نہ ہوتا۔

حضرت نعمان کی شہادت اوائل ۶۵ھ میں بعمر ۶۴ سال امویوں کے ہاتھوں ہوئی۔

مظلوم حسینی قافلہ کو شام سے مدینہ لانے کا شرف آپ (حضرت نعمان ابن بشیر) ہی کو حاصل ہے۔ انھوں نے یہ ذمہ داری پوری دیانت داری اور ہوشمندی کے ساتھ انجام دی اور جب حضرت زینب بنت فاطمہ اور فاطمہ بنت علی نے اپنے اپنے کنگن اور بازو بند شکرانہ کے طور پر حضرت نعمان ابن بشیر کے پاس بھیجے تو آپ نے یہ کہہ کر انھیں لینے سے انکار کر دیا کہ ''اگر ہم نے دنیاوی منفعت کے لیے یہ خدمت کی ہوتی تو یہ چیزیں معاوضہ ہو سکتی تھیں۔ لیکن خدا کی قسم ہے ہم نے جو کچھ کیا وہ خالصۃً اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کے خیال سے کیا۔ (ابن اثیر جلد ۴، ص ۱۷۶)

حضرت حسین کی سخاوت اور ان کا جذبۂ اخوت ومساوات

حضرت حسین بہت سخی، نرم دل اور مساوات کے حامی تھے۔ ایک بار کہیں

Marfat.com

جا رہے تھے کہ آپ نے کچھ سائلوں اور فقیروں کو کھانا کھاتے دیکھا۔ ان لوگوں نے آپ کو کھانے پر مدعو کیا۔ آپ ان کی دعوت قبول کرتے ہوئے فی الفور اپنی سواری سے اتر پڑے اور آپ نے ان سے فرمایا کہ میں نے تمھاری دعوت قبول کی، اب تم میری دعوت قبول کرو اور آپ نے ان کو اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلایا۔ (ابن عساکر جلد ۴ ص۔ ۲۲۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حسین کی براہ راست حدیثوں کی تعداد ۸ ہے، علم فقہ میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ کے معاصرین علماء آپ سے فتوے دریافت کرتے تھے۔ علم فقہ میں آپ کے مرتبہ کی بلندی کا علم اس سے ہوتا ہے کہ آپ کے پوتے اور پرپوتے امام ابوحنیفہ کے استاد ہیں۔

آپ کے چند اقوال زرّیں درج ذیل ہیں:-

دروغ گوئی کمزوری ہے۔ ذہانت دولت ہے، پڑوسی کا لحاظ انسانیت ہے۔ کسی کی مدد دوستی ہے۔ کام تجربہ ہے، حسن سلوک عبادت ہے، سکوت زیور ہے، کنجوسی غریبی ہے، سخاوت دولت ہے اور تواضع و انکساری عقلمندی ہے۔ آپ ایک بہت بڑے سخی تھے۔ (ابن عساکر ص۔ ۳۲۳ و ۳۲۴)

رعب اور وضعداری آپ کی مخصوص خصوصیات تھیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ایک شخص کو مسجد میں حضرت امام حسین کی مجلس درس کا پتہ اس طرح بتایا تھا کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل ہو گے، تو وہاں عام مجلس کا ایک دائرہ نظر آئے گا، جس میں لوگ اس قدر سکون و سکوت کے ساتھ بیٹھے ہوں گے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ یہ ابوعبداللہ کا دائرہ درس ہوگا۔ (ابن عساکر جلد۔ ۵، ص۔ ۳۲۲)

لیلیٰ، رباب، بریرہ، سکینہ اور غزالہ آپ کے ازواج مطہرات کے نام ہیں۔

آپ کی متعدد اولادیں ہوئیں۔ جن میں سے علی اکبر، عبداللہ اور ایک شش ماہ دودھ پیتا بچہ علی اصغر کربلا میں شہید ہوئے۔ امام زین العابدین بیماری کی وجہ سے چھوڑ دیے گئے تھے۔ سکینہ و فاطمہ اور زینب آپ کی صاحبزادیاں ہیں۔ حضرت حسین کی شہادت کے

Marfat.com

بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں حضرت زین العابدین کے علاوہ حضرت حسن کے صاحبزادے حسن، عمرو بن حسن اور دودھ پیتے بچے اپنی صغرسنی کی وجہ سے بچ گئے تھے۔

حضور ﷺ کی حضرت حسین کی شہادت کی پیشن گوئیاں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں جو شخص حسین کو دوست رکھتا ہے خدا اس کو دوست رکھتا ہے۔ حسین اسباط کے ایک سبط ہیں۔ (ترمذی مناقب الحسن والحسین)

کربلا میں حضرت حسین کی اس دلدوز شہادت و دردناک واقعہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین حدیثیں کتب حدیث میں منقول ہیں، جن کی حالت پیشن گوئیوں کی ہے۔ ان حدیثوں سے اس حقیقت کی توثیق ہوتی ہے کہ اللہ پاک کے آخری رسول پردہ فرمانے کے بعد بھی افعال حیات پر مکمل قدرت کے ساتھ باحیات ہیں۔ آپ کی زندگی کے متعدد واقعات کتابوں میں مرقوم ہیں۔ آپ نے نورالدین زنگی کو خواب میں ان دو بدمعاشوں کی صورتوں نیز جسموں کو دکھلا دیا تھا جو روضۂ انور میں نقب لگا رہے تھے۔ آپؐ نے علامہ بوصیری کو اپنی ردائے مبارکہ اوڑھا کر ان کو مہلک مرض فالج سے نجات دلا دی تھی۔ آپ نے امام شافعی کے ذریعہ امام احمد بن حنبل کے پاس کہلوایا تھا کہ خلق قرآن کے مسئلہ میں ان کا امتحان ہوگا۔ وہ اپنے قول پر جمے رہیں وغیرہ وغیرہ۔

حارث کی دختر ارجمند لبابۃ الکبریٰ کنیت ام الفضل کا بیان ہے کہ ایک بار وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں اور انھوں نے حضرت حسین کو حضورؐ کی گود میں دے دیا تو انھوں نے آپ کے مقدس و متبرک آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دیکھے۔ انھوں نے آپ سے دریافت کیا کہ اے خدا کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل آئے ہیں اور انھوں نے مجھے اطلاع دی ہے کہ میری امت (مرقات میں مرقوم ہے کہ امت سے امت اجابت مراد ہے۔ (مرقات جلد۔۵۔ص۔۶۰۹) میرے اس فرزند کو اس پر متعدد ظلم کرتے ہوئے شہید

Marfat.com

کرے گی۔ ام الفضل نے متعجب ہوکر کہا کہ جبرئیل نے اور میرے اس فرزند کے متعلق! آپ نے فرمایاہاں اور وہ میرے پاس مشہد کی خونی مٹی بھی لائے ہیں۔

دوسری حدیث

اس حدیث کے راوی حضرت ابراھیم ابن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ سلمہ ام رافع ہیں ان کا بیان ہے کہ وہ ام المومنین ام سلمہ کے پاس گئیں تو انھوں نے دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر انھوں نے ام المومنین سے دریافت کیا کہ آپ کیوں رو رہی ہیں؟ اس پر حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کا مقدس سر اور آپ کی مقدس داڑھی غبار آلود ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کی یہ ہیئت کذائی کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں حسین کی شہادت میں حاضر تھا۔ (المرقات جلد۔۶،ص۔۶۰۹) ترمذی ص۔۲۲۴ میں مرقوم ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں مقتلِ حسین سے آرہا ہوں۔ حضرت ام سلمہ جب جاگیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ مسند جلد۔۶،ص۔۲۹۸ میں رقم ہے کہ اسی حالت میں ان کی زبان سے نکلا کہ عراق والوں نے حسین کو شہید کرڈالا ان پر اللہ پاک کی لعنت ہو۔

تیسری حدیث

اس مضمون کی تیسری حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دوپہر کے وقت خواب میں دیکھا کہ آپؐ کے مقدس گیسو بکھرے ہوئے ہیں اور آپ کے ہاتھ میں کانچ کا ایک برتن ہے جس میں خون بھرا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ یہ خون کیسا ہے؟ تو آپ ے فرمایا کہ یہ لہو حسین اور اوران کے ساتھیوں کا ہے۔ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ میں نے اس وقت کو اپنے حافظہ میں محفوظ کرلیا، مستقبل میں حضرت حسین کی شہادت اسی وقت ہوئی۔ واضح ہو کہ شیطان (جن جو اللہ پاک کی نافرمانی کے جرم میں جنت

Marfat.com

سے نکال دیا گیا تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس شبیہ وحلیہ میں آنے سے روک دیا گیا ہے۔اس سلسلہ کی ایک حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں جن کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے حقیقتاً مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔(بخاری ومسلم بحوالہ المشکوٰۃ ص۔۳۹۴) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا۔(المشکوٰۃ کتاب الرویا ص۔۳۹۴) اس حدیث کے راوی اوّل حضرت ابوقتادہؓ ہیں۔ یہ حدیث بخاری ومسلم دونوں میں ہے۔

حضرت فاطمہ کے خسر اور حضرت امام حسن کے جدامجد جناب ابوطالب

حضرت امام حسن کے دادا جناب ابوطالب کو یہ افتخار حاصل ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جدامجد جناب عبدالمطلب کے بعد آپ ہی کی حفاظت اور ولایت میں رہے۔کہا جاتا ہے کہ عبدالمطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابوطالب کو وصیت بھی کیا کرتے تھے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ابوطالب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد جناب عبداللہ سگے بھائی تھے یعنی دونوں کے ماں باپ ایک تھے۔ابن اسحاق کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرپرست عبدالمطلب کے بعد آپ (ابوطالب) ہی ہوئے۔شام کے سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کے ساتھ تھے اور مقام بصریٰ میں بحیرا راہب نے آپ کو نبی آخرالزماں کی حیثیت سے پہچان کر ابوطالب کو یہودیوں سے ہوشیار اور چوکنا رہنے کی صلاح دی تھی اور آپ کے خاتم النبیین ہونے کی پیشن گوئی کی تھی۔

ابوطالب اور ان کا مقام

قریش کی ایک نمائندہ جماعت ابوطالب کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت لے کر دوبار آئی تھی۔پہلی بار جب قریش نے اس بات کو محسوس کرلیا تھا کہ ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت مہربان ہیں اور وہ ہر طرح سے آپ کی حفاظت پر مستعد ہیں

Marfat.com

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انھیں سپرد کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ اس نمائندہ جماعت میں عتبہ، شیبہ، ابوسفیان ابن حرب، ابونختری، اسود ابن مطلب، ابن اسد، ابوجہل ولد ہشام ولد مغیرہ اور عاص ابن وائل شامل تھے اور انھوں نے ابو طالب سے کہا تھا کہ وہ اپنے بھتیجے کو ان کے مذہب کی برائی کرنے سے باز رکھیں۔ اس بار ابو طالب نے ان کو سمجھا بجھا کر واپس کر دیا۔ دوبارہ ایک نمائندہ جماعت آئی اور اس بار اس نے ابو طالب سے سختی کے ساتھ بات کی اور کہا کہ وہ ان کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین کوئی مداخلت نہ کریں۔ نمائندوں کے چلے جانے کے ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا اور آپ کو وہ سب کچھ بتلا دیا جو اس نمائندہ جماعت نے آپ سے کہا تھا اور انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ اپنے اوپر اور ان پر رحم کریں اور ان پر اتنا بوجھ نہ ڈالیں جس کو وہ برداشت نہ کر سکیں۔ آپ نے جواباً فرمایا کہ چچا جان خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں اور شرط یہ ہو کہ میں اپنا مشن چھوڑ دوں تو بھی میں اپنا مشن نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ پاک خود اس مشن کو کامیاب کرے یا میرا خاتمہ ہو جائے اتنا کہہ کر آپ آبدیدہ ہو گئے اور وہاں سے چلے گئے۔ جب آپؐ ابو طالب کے پاس سے واپس ہو گئے، تو جناب ابو طالب نے آپ کو آواز دی اور کہا بھتیجے! ادھر آؤ جب آپؐ ان کے پاس آئے تو ابو طالب نے کہا کہ جاؤ اور جو چاہو کرو۔ خدا کی قسم میں کسی بھی حالت میں کسی بھی شئے کے بدلہ میں تمھیں کسی کے سپرد نہیں کر سکتا۔

جب قریش نے دیکھا کہ ابو طالب کسی بھی طرح سے اپنے بھتیجہ کو چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں بلکہ وہ سبھوں کی مخالفت کا عزم کیے ہوئے ہیں تو وہ عمارہ ابن ابوالولید ابن المغیرہ کو اپنے ساتھ لے کر ابو طالب کے پاس آئے اور آپ سے کہا کہ تم اس کو لے لو یہ قریش میں سب سے زیادہ طاقت والا اور سب سے زیادہ حسین وشکیل ہے اور اپنے بھتیجہ کو ہمیں دے دو۔ ابو طالب نے کہا کہ خدا کی قسم تم مجھ سے کتنا برا سلوک کر رہے ہو۔ کیا تم مجھے اپنا فرزند اس لیے دے رہے ہو کہ میں اسے کھلاؤں پلاؤں اور تمھیں اپنا فرزند اس لیے دے دوں کہ تم اس کو قتل کر ڈالو خدا کی قسم یہ ایسی بات ہے جو کبھی نہیں ہو سکتی اور مطعم سے کہا جو

Marfat.com

تمھارا دل چاہے کر و تم کو اس کا جواب دیا جائے گا۔ تم مجھ سے اتنی بیوقوفی کی بات کر رہے ہو جس کی مثال شاید ماضی میں نہ ملے اور مستقبل میں کبھی نہ ملے گی۔

جناب ابو طالب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کا خطبہ

ابو طالب کے رتبہ کی بلندی کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ کے آخری پیغمبر کے حضرت خدیجہ سے نکاح کا خطبہ جناب ابو طالب نے پڑھا تھا اور پانچ سو طلائی درہم کا مہر مقرر کیا گیا تھا۔ (تذکار صحابیات ص۔۲۵۰)

ابن ہشام نے آپ کا مہر بیس جوان اونٹنیاں بتلایا ہے۔ (سیرت النبی کامل ابن ہشام مترجمین عبدالجلیل صدیقی و مولانا غلام رسول مہر ص۔۲۱۲)

قریش نے ہاشم اور عبدالمطلب کے خاندان والوں کا مقاطعہ کر دیا تھا تو یہ لوگ شعب ابی طالب میں یک جا ہو گئے، بنو حاشم میں صرف ابولہب نے اس مقاطعہ میں بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا ساتھ نہیں دیا۔ اغلباً اس لیے کہ اس کی بیوی ام جمیل ابوسفیان کی بہن تھی اس مقاطعہ میں بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو بہت مصائب و تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ تین سالوں کے بعد یہ مقاطعہ ختم ہوا۔ اس مقاطعہ کے اختتام کے بعد ابو طالب اور حضرت خدیجہ کا انتقال ہو گیا۔

ابو طالب ایک مشہور شاعر بھی تھے۔ انھوں نے اپنی شاعری سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی۔ جناب ابو طالب کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ ایک بار مدینہ میں قحط پڑا تو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے قحط کی شکایت کی۔ آپ نے منبر پر جا کر بارش کے لیے دعا کی۔ تھوڑی دیر بھی نہ ہوئی تھی کہ بارش شروع ہو گئی اور اتنی بارش ہوئی کہ آس پاس کے لوگوں کو سیلاب کا خطرہ لاحق ہو گیا اور لوگ آپ کے پاس شکایت لے کر آئے تو آپ نے دعا کی کہ اے خدا! ہمارے چاروں طرف بارش کیجیے، ہم پر نہ کیجیے۔ آپ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ مدینہ سے بادل چھٹ گئے اور وہ ایک کرہ کی طرح ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ آج اگر ابو طالب بقید حیات ہوتے تو انھیں اس سے مسرت ہوتی۔

Marfat.com

آپ سے کسی صحابی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول کیا آپ کا اشارہ جناب ابو طالب کے اس شعر کی جانب ہے

وابیض یستقی الغمام بوجھہ ثمال الیتمیٰ عصمة للا رامل

آپ ایسے سفید چہرہ والے ہیں کہ بادل برسنے سے پہلے آپ سے پانی مانگتا ہے۔

آپ یتیموں کا سہارا اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں''۔

ابوطالب کے ایمان کے بارے میں حضرت عباس کا ایک قول

مولانا عبدالحئی فرنگی محلی انصاری لکھنوی نے مذیلة الدرایة کے صفحہ ۶ میں ابوطالب کا تعارف کراتے ہوئے حضرت عباس ابن عبدالمطلب کی زبانی ایک حدیث اس طرح بیان کی ہے '' جب ابو طالب کی موت قریب آئی تو حضرت عباس نے جناب ابوطالب کی طرف دیکھا کہ ان کے ہونٹ ہل رہے ہیں تو انھوں نے اپنے کان لگائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا کہ اے میرے بھائی کے فرزند تحقیق کہ میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ دیا جس کا آپ انھیں حکم دے رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں نے نہیں سنا۔ حضرت مولانا عبدالحئی انصاری نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے ملاحظہ ہو کتاب مصنفہ مولانا عبدالحئی لکھنوی فرنگی محلی۔ علاوہ برایں یہ حدیث حضرت عباس کی ایک دوسری حدیث سے متعارض ہے، جو بخاری شریف میں بالتفصیل منقول ہے۔

راقم نے اپنی کتاب نعتیہ شاعری کا ارتقاء (عربی و فارسی کے خصوصی مطالعہ کے ساتھ) مطبوعہ ۱۹۸۸ء میں اس واقعیت اور حقیقت کا اعلان کیا ہے کہ متذکرہ بالا جناب ابوطالب نعت کے پہلے شاعر ہیں۔ راقم نے اپنے اس اعلان کے ثبوت میں مختلف اندرونی و بیرونی شہادتیں رقم کی ہیں۔ (نعتیہ شاعری کا ارتقاء ص ۱۲۴)

ابوطالب کی ایک نعت کے تین اشعار مع ترجمہ ملاحظہ ہوں۔

اذا جتمعت یوما قریش لمفتخر فعبد مناف سرھا و صمیمھا

Marfat.com

وان حصلت عبد منافها وفی هاشم اشرافها و قدیمها
وان فخرت یوما فان محمداً هو المصطفیٰ من سرها و کریمها

ترجمہ: اگر کسی دن قریش کا قبیلہ اپنے سرداروں پر فخر کرنے کے لیے جمع ہو تو عبدمناف کی شاخ سارے قبیلہ کی روح رواں اور اصل ملے گی۔

اور اگر عبدمناف اپنی عظمت و سربلندی کا راز معلوم کریں تو وہ بنی ہاشم میں اپنی سرفرازی و بلندی کا سراغ پائیں گے۔

اور اگر کسی دن بنو ہاشم کسی بات پر فکر کرنا چاہیں تو ان کو معلوم ہوگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سب میں منتخب ترین اور باعث عظمت و سربلندی ہیں۔

حضرت امام حسن کے والد محترم حضرت علی کی خدمات اور ان کے متعلق نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے زرّیں ارشادات

حضرت علی کی ولادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اعلان سے دس سال پہلے ہوئی۔ ابن سعد کے قول کے مطابق آپ کی ولادت اسلامی کلنڈر کے ساتویں ماہ میں ۳۰ عام الفیل میں ہوئی۔ واضح ہو کہ آپ کی ولادت خانہ کعبہ کے اندر ہوئی تھی۔ زید ابن ارقم نے بیان کیا ہے کہ آپؓ حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلے ایمان لائے اس طرح آپ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس نے سب سے پہلے نماز ادا کی وہ علی تھے۔ محمد بن ضرار نے رقم کیا ہے کہ علی نے نو سال کی عمر میں اسلام مذہب اختیار کیا تھا۔ حسن بن زید کا قول ہے کہ علی نے کبھی صنم پرستی نہیں کی۔ (الطبقات الکبریٰ حصہ ۳ ص۔ ۲۱)

علی کی تعلیم و تربیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہاتھوں ہوئی۔ ایک بار جناب ابوطالب نے علی سے پوچھا کہ کون سا مذہب ہے جس پر تم چل رہے ہو؟ انھوں نے کہا کہ والد محترم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکا ہوں اور ان کے ساتھ عبادت کرتا ہوں اور

Marfat.com

آپؐ کی اتباع کرتا ہوں۔ ابوطالب نے کہا وہ تم کو اچھی باتوں کی جانب بلاتے ہیں تم اس پر جمے رہو۔ (سیرت ابن ہشام جلد اص۔۲۶۴)

یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عظیم مقام ہے اور آپ کے لیے باعث افتخار ہے کہ آپ نے کعبہ کے اندر ایک بت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاندھوں پر سوار ہو کر گرایا۔ حضرت علی کا قول ہے کہ آپؐ بیٹھ گئے اور آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے کاندھوں پر سوار ہو جاؤ۔ جب میں نے ایسا کیا اور آپؐ مجھے لے کر کھڑے ہو گئے تو ایسا لگا کہ میں اتنا بلند ہو چکا ہوں کہ آسمان تک پہنچ جاؤں گا۔ اس طرح میں کعبہ کی چھت تک پہنچ گیا۔ وہاں جو پیتل یا تانبے کا بت تھا اس کو میں دائیں بائیں موڑنے لگا اور آگے پیچھے جھکانے لگا اور میں نے اس کو اپنے قابو میں کر لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے گرادو۔ میں نے گرادیا تو وہ اس طرح چور چور ہو گیا جیسے کانچ کا بنا ہوا برتن ہو۔ ابن اسحاق اور دوسرے سوانح نگاروں کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کی اخوت خود اپنے ساتھ کی۔ (البدایہ والنہایہ حصہ سوم ص۔۲۴۲۔۲۴۱) بعض مؤرخین کا قول ہے کہ آپؐ نے حضرت علیؓ کی اخوت سہیل ابن حنیف سے قائم کی تھی۔

ہجرت کی شب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سونے کا شرف بخشا۔ حضرت علی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر لیٹ گئے اور گہری نیند سو گئے جب کہ باہر ننگی تلواریں لیے ہوئے اعدائے اسلام (کفار) کا پہرا تھا۔ ایک بار حضرت علیؓ نے فرمایا تھا کہ مجھ کو سب سے اچھی نیند اسی رات آئی تھی، یہ تھی آپ کی نفسیات پر قدرت۔ ہجرت کے دوسرے سال آپؐ نے حضرت علیؓ کی شادی اپنی دختر نیک اختر حضرت فاطمہ سے کردی اور فرمایا کہ میں نے اپنے اہل بیت میں سب سے بہتر شخص سے یہ شادی کی ہے۔ (ازالۃ الخفاص۔۲۵۴) شادی کے وقت حضرت علی کی عمر ۲۱ سال پانچ ماہ تھی۔

حضرت علیؓ نے تمام اسلامی جنگوں میں اپنی شجاعت کا سکہ جمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی جنگ میں فرمایا تھا کہ کل میں اس کو علم دوں گا جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محبوب رکھتا ہے اور اسی کے ذریعہ یہ قلعہ فتح ہوگا اور یہ علم جس کے نصیب میں آیا وہ علیؓ

Marfat.com

تھے۔آپ نے اس جنگ میں القموص قلعہ پر فتح حاصل کرتے ہوئے مرحب کوشکست دی تھی۔

غدیرخم میں آپ نے فرمایا تھا "من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ" (المشکوٰۃ ص۔۵۶۵) میں جس کا دوست و آقا ہوں علی بھی اس کے دوست و آقا ہیں۔پھر آپ نے دعا مانگی۔اے اللہ ان کی مدد کیجیے جو علی کی مدد کرے اور آپ اس سے عداوت رکھیے جو علی سے عداوت رکھے۔آپ نے فرمایا میں جس کا مولا ہوں علی اس کے مولا ہیں۔مکمل حدیث ملاحظہ ہو۔

براء ابن عازب اور زید ابن ارقم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غدیرخم پر اترے تو آپؐ نے علی کا ہاتھ پکڑا اور آپؐ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں مومنین پر ان کی جانوں سے اولیٰ ہوں۔لوگوں نے کہا جی ہاں۔آپؐ نے فرمایا کیا تم کو نہیں معلوم کہ میں ہر مومن کے لیے اس کی جان سے اولیٰ ہوں۔لوگوں نے کہا جی ہاں۔آپؐ نے فرمایا۔اے اللہ میں جس کا مولیٰ ہوں علی اس کے مولیٰ ہیں۔اے اللہ جو ان سے محبت کرے آپ اس سے محبت کیجیے اور جو ان سے عداوت کرے آپ اس سے عداوت رکھیں۔اس کے بعد حضرت عمر نے آپ (علی) سے ملاقات کی اور کہا خوش آمدید اے ابن ابی طالب آپ نے صبح وشام کی ہر مومن اور مومنہ کے مولیٰ بن کر۔(احمد بحوالہ المشکوٰۃ ص۔۵۶۵)

ایک دوسری حدیث میں حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دانشمندی و دانشوری کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔(ترمذی بحولہ المشکوٰۃ ص۔۵۶۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپؐ نے حضرت علی کو غزوہ طائف میں بلایا اور ان سے راز داری کی بات کرنے لگے تو لوگوں نے کہا کہ آپ نے اپنے چچازاد بھائی سے راز داری کی باتوں میں طول اختیار کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے راز داری کی بات نہیں کی لیکن اللہ نے ان سے راز داری کی بات کی۔(ترمذی بحوالہ المشکوٰۃ ص۔۵۶۴) ملاحظہ ہو حاشیہ ماخوذ از مرقاۃ)

Marfat.com

حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ آپ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی سے منافق محبت نہ کرے گا اور علی سے مومن بغض نہ رکھے گا۔ (احمد اور ترمذی بحوالہ المشکوٰۃ ص۔۵۶۴)

خلیفہ دوم سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کے مشورہ سے اپنے عہد خلافت میں ہجرت کو اسلامی جنتری کی بنیاد بنایا۔ (تفصیلی مطالعہ کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ''علی المرتضیٰ'')

خلیفہ دوم و خلیفہ چہارم

خلیفہ دوم، خلیفہ چہارم کو اس قدر چاہتے، ان کو اس قدر اہمیت دیتے اور ان پر اس قدر اعتماد کرتے تھے کہ جب ان کی رائے عام صحابہ کی رائے کے خلاف ہوتی تب بھی آپؓ حضرت علیؓ ہی کی رائے پر عمل کرتے تھے۔ اس قبیل کے صرف چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

نہاوند کا معرکہ درپیش تھا۔ اہل فارس نے شاہ یزدگرد سے مراسلت قائم کی جو اس وقت مرو میں اقامت گزیں تھا۔ اس کو جوش دلایا گیا۔ الباب سے لے کر سندھ تک کے حکمراں نیز خراسان اور حلوان کے والی سبھی جوش میں آ کر اکٹھا ہو گئے۔ سبھی ایرانیوں کو مذہبی، قومی اور نسلی جوش دلانے کی خاطر درفش کاویانی نکالا گیا۔

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی شوریٰ کو جمع کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا اور کہا کہ وہ خود لشکر کی پشت پناہی کریں گے۔ صحابہ کرام کی رائیں متفرق تھیں۔ آپ نے حضرت علیؓ کی طرف دیکھا تو حضرت علیؓ نے یہ مشورہ دیا کہ آپ مدینہ نہ چھوڑیں بلکہ اسی جگہ بنے رہیں اور فوج کی قیادت کے لیے کوئی نائب مقرر کر دیں، کیونکہ اگر خدانخواستہ آپ پر کوئی افتاد آئے گی تو مسلمانوں کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ جس کا تدارک نہ ہو سکے گا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی رائے کو مناسب سمجھا اور آپ نے نعمان ابن المقرن کو لشکر کا سردار متعین کر دیا۔

اسی طرح یرموک کی جنگ میں حضرت عمرؓ نے روم پر حملے کے سلسلے میں شوریٰ

Marfat.com

سے مشورہ لیا اور عمل حضرت علیؓ کے مشورہ پر کیا۔

ایک موقع اور ملاحظہ کریں کہ جب عیسائیوں نے حضرت عمرؓ کو یہ دعوت دی کہ وہ بذات خود صلح کی دستاویز اپنے ہاتھ سے لکھیں تو عیسائی آپ کو مسجد اقصیٰ کی چابیاں حوالہ کر دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے کبار صحابہ سے مشورہ لیا۔ حضرت عثمانؓ کا مشورہ یہ تھا کہ آپ وہاں نہ جائیں تا کہ وہ اپنی ذلت زیادہ محسوس کریں لیکن حضرت علیؓ کی رائے اس کے برعکس یہ تھی کہ آپ ضرور جائیں یہ ایک تاریخ اعزاز ہے جو ہر ایک کے حصہ میں نہیں آتا اور یہ سدا یاد رکھا جائے گا۔ حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ کی رائے بہت معقول لگی اور پسند آئی۔ چنانچہ آپ اپنی جگہ حضرت علیؓ کو امور خلافت سپرد کر کے رجب ۱۶ھ کو شام کی طرف روانہ ہوئے۔ (الکامل از ابن اثیر جلد ۳ ص ۳۹۹۔۴۰۲ و تاریخ طبری ص۔ ۲۴۰۲ و یعقوبی ص۔ ۱۷۶ والبدایۃ والنہایۃ جلد۔ ۷ ص ۵۵)

سیدنا حضرت علیؓ اسی طرح خلیفہ دوم کو مناسب مشوروں سے نوازتے رہتے تھے اور ہر مشکل مسئلہ کا حل حکیمانہ انداز میں پیش کرتے تھے۔ آپ کے ایک مشورہ پر جو حاملہ کے رجم سے متعلق تھا، حضرت علی نے خلیفہ دوم کو رجم ملتوی کرنے کا مشورہ یہ کہہ کر دیا کہ آپ کو عورت کے رجم کا حق تو حاصل ہے لیکن اس کے پیٹ میں پلنے والے بچے کے رجم کا آپ کو قطعاً استحقاق نہیں ہے۔ اسی موقع پر حضرت عمر نے فرمایا تھا کہ "لو لا علی لهلك عمر" یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے۔ (الاستیعاب ابن عبدالبر ص۔ 2015)

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے تفضلات شمار کرتے ہوئے فرمایا تھا" واقضاهم علی" یعنی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانے کی لیاقت واہلیت سب سے زیادہ علی میں ہے۔ (المشکوٰۃ ص۔ ۵۶۶) کتب تواریخ میں حضرت کی بابت یہ جملہ مرقوم ہے جس نے ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر لی ہے کہ "قضية ولا ابا حسن لها" ایک پیچیدہ مسئلہ درپیش ہے اور اس کو سلجھانے کے لیے ابوالحسن نہیں ہیں۔ واضح ہو کہ ابوالحسن حضرت علی کی کنیت ہے۔

Marfat.com

حضرت امام حسنؓ ابن حضرت علیؓ

امام حسن حضرت علی کے فرزند بزرگ ہیں جو اپنے حسن سلوک میں اپنے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب اور آپؐ کے مثل تھے۔ آپ کی پیدائش ۳ھ میں ہوئی۔ پیدائش کی تاریخ رجب پندرہ ہے۔ بعض سوانح نگاروں کا قول ہے کہ شعبان کے آخری دنوں میں رمضان سے دو ایک روز پیشتر آپ کی ولادت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رخساروں اور ہونٹوں کو چومتے اور کبھی کبھار آپ کی زبان کو اپنے مقدس منہ میں لے کر چوستے اور کبھی گود میں کھلاتے اور کبھی سینہ اقدس اور مقدس پیٹھ پر بٹھاتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ سجدے میں ہوتے تو امام حسن آپ کی مقدس پیٹھ پر سوار ہو جاتے اور صرف یہی نہیں کہ آپ ﷺ ان کو بیٹھنے دیتے بلکہ ان کی وجہ سے سجدہ کو لمبا کر دیتے کبھی آپ ان کو اپنے ساتھ منبر پر چڑھاتے۔ (البدایہ والنہایہ جلد۔ ۸، ص۔ ۳۳)

امام زہری حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ امام حسن ابن علی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے۔ ہانی حضرت علی سے روایت کرتی ہیں کہ حسن سر سے سینہ تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل تھے اور حسین سینہ سے پیر تک اپنے نانا کی طرح تھے۔ (روایت احمد بن حنبل، ابن کثیر جلد۔ ۸ ص۔ ۳۳)

حضرت علی کے قلب میں اپنے فرزند حضرت حسن کے لیے بڑی عزت اور محبت تھی۔ آپ ان کا بڑا اکرام کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے حضرت حسن سے فرمایا کہ اگر آپ خطبہ دیتے تو میں اس کو سماعت کرتا۔ حضرت حسن نے فرمایا کہ مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں آپ کے سامنے زبان کھولوں۔ ایک بار حضرت علی ایسے مقام پر بیٹھے جہاں سے آپ حسن کو دیکھ سکیں، لیکن حسن آپ کو نہ دیکھ سکیں۔ جب حضرت حسن نے اپنا خطبہ اختتام پذیر کیا تو حضرت علی نے فرمایا کہ یہ ایک ہی خانوادہ تو ہے جس میں سے ایک دوسرے کا فرزند ہے۔

امام حسن بہت کم سخن تھے اور اکثر چپ رہتے تھے لیکن جب بات کرتے تو آپ کے سامنے کوئی منہ نہیں کھول سکتا تھا۔ کھانے کی دعوت کم قبول کرتے تھے۔ کسی کے لڑائی

Marfat.com

جھگڑے میں نہ پڑتے تھے۔ کسی کی بات میں مداخلت نہ کرتے لیکن جب آپ سے کوئی مشورہ لیتا تو آپ وجہ کے ساتھ بات سمجھا دیتے تھے۔ (البدایہ والنہایۃ جلد۔ ۸ ص۔ ۳۹)

آپ بہت بڑے سخی تھے۔ آپ نے تین بار اپنی ساری دولت مستحقین کو دے دی اور دو بار اس طرح کہ اپنے پاس کچھ نہ رکھا تھا۔ آپ نے پچیس بار پیدل حج کیے قربانی کے جانور آپ کے آگے آگے چلائے جاتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ جلد۔ ۸، ص۔ ۳۹۔ ۳۷)

حضرت حسن وحسین میں سے کوئی گھوڑے پر سوار ہوتا تو حضرت عبداللہ بن عباس بڑھ کر رکاب تھام لیتے اور اس کو اپنے لیے باعث افتخار سمجھتے۔ ان دونوں بھائیوں میں کوئی اگر بیت اللہ کے طواف کو نکلتا تو آپ کو سلام کرنے اور آپ سے ہاتھ ملانے والوں کی بھیڑ پتنگوں کی طرح آپ پر ٹوٹ پڑتی لوگوں کی اتنی بھیڑ ہوتی کہ اندیشہ ہوتا کہ کہیں کسی کو چوٹ نہ آجائے۔ (البدیہ والنہایہ جلد۔ ۸، ص۔ ۳۷۔ ۳۹)

امام حسنؓ کے متعلق حضرت محمد ﷺ کے مقدس ارشادات

حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن وحسین جنتیوں کے سردار ہیں۔ اس بابت حضرت علی، حضرت جابر، حضرت بریدہ اور حضرت ابوسعید کی بھی روایتیں ہیں۔ حدیث کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں۔ **ان الحسن والحسین سید اشباب اهل الجنة** (ترمذی بحوالہ المشکوٰۃ ص۔ ۵۷۱)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پوری حدیث حوالہ قرطاس کردی جائے۔ حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنی ماں سے کہا کہ مجھے چھوڑ دیجیے۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی اور پھر عشاء کی بھی نماز پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے تو میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا۔ آپ نے میرے پیروں کی آہٹ سن کر فرمایا کون؟ حذیفہ ہو، میں نے کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا تمھاری کوئی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ تمھاری ماں کی مغفرت کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فرستادہ فرشتہ ہے جو اس رات سے پیشتر زمین پر کبھی نہیں آیا۔ اس نے اپنے رب سے اجازت مانگی ہے کہ وہ مجھ

Marfat.com

کو سلام عرض کرے اور مجھ کو اس بات کی بشارت دے کہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور بے شک حسن و حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی بحوالہ المشکوٰۃ ص۔ ۵۷۱)

بخاری میں ایک حدیث منقول ہے کہ حضرت ابو بکرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا کہ آپؐ کے ساتھ حضرت حسن بھی بیٹھے تھے اور آپؐ ایک بار حاضرین کی طرف اور ایک بار حسن کی جانب دیکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ میرا بیٹا سردار ہے۔ امید ہے کہ اللہ پاک اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے مابین صلح کرا دیں گے۔ (الجامع الصحیح البخاری، کتاب الفتن)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ مجھ سے ہاشم ابن القاسم نے کہا کہ ان سے مبارک ابن فضل نے بیان کیا کہ انھوں نے کہا کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ سجدے میں گئے تو حسن ابن علی آپ کی مقدس پیٹھ پر چڑھ گئے۔ کئی بار اسی طرح دیکھا گیا تو لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرض کیا ہم لوگ دیکھتے ہیں کہ آپ جتنا حسن کو چاہتے ہیں، اتنا کسی اور کو نہیں چاہتے تو آپ نے فرمایا'' یہ لڑکا سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دیں گے۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد۔ ا،ص۔ ۲۳۰)

ایک دوسرا قول ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کے بارے میں فرمایا کہ'' میرا یہ فرزند سید یعنی سردار ہے۔ اس کے ہاتھوں سے اللہ پاک مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کو ملا دے گا اور ایک دوسری حدیث میں ہے۔'' میرا یہ فرزند سید ہے اللہ پاک اس کو بنائے رکھے گا تا کہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے مابین ان کے ذریعہ صلح کرائے۔

صحابہ کرام کی ایک عظیم جماعت نے اس حدیث کی روایت کی ہے **الجوھرۃ فی النسب النبی واصحابہ العشرہ** جلد۔۲،ص۔۲۰۱)

ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن کو

Marfat.com

اپنے کاندھوں پر لیے ہوئے جا رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ صاحبزادے! بڑی اچھی سواری پر بیٹھے ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور سوار بھی تو اعلیٰ ہے۔ (الجوہرہ فی النسب النبی والعشرہ جلد ۲، ص ۲۷)

امام حسن و حسین دونوں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عزیز تھے۔ نعیم کا قول ہے کہ مجھ سے حضرت ابو ہریرہؓ نے بتلایا کہ میں جب امام حسن کو دیکھتا ہوں تو آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک بار حسن دوڑتے ہوئے آئے اور آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں بیٹھ گئے، حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنی داڑھی پکڑ کر دکھایا کہ آپ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متبرک داڑھی پکڑنے لگے اور حضورؐ ان کا مقدس منہ کھول کر اپنے مقدس و متبرک منہ میں ڈالنے لگے اور فرماتے جاتے تھے ''اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں آپ بھی ان سے محبت کیجیے۔ آپؐ نے یہ دعا تین بار دہرائی۔ (حیات الاولیاء وطبقات الانبیاء مصنفہ احمد ابن عبداللہ الاصبہانی جلد ۱، ص ۳۵)

حضرت امام حسن کا جود وسخا

امام حسن جیسا کہ ماسبق میں بتلایا جا چکا ہے ایک بہت بڑے سخی انسان تھے۔ ایک بار آپ مدینہ منورہ میں چہار دیواری سے محیط ایک باغ سے گذر رہے تھے کہ آپ نے ایک نوجوان حبشی کو اس باغ میں بیٹھا ہوا دیکھا اس کے ہاتھ میں ایک روٹی تھی اور اس کے سامنے ایک کتا بیٹھا ہوا تھا وہ ایک لقمہ روٹی خود کھاتا اور ایک لقمہ کتے کو کھلاتا اور اس طرح اس نے آدھی روٹی خود کھائی اور آدھی روٹے کتے کو کھلا دی۔ حضرت امام حسن نے اس سے پوچھا کہ تم نے اپنی روٹی میں آدھے کا ساجھی کتے کو بنالیا اور تم نے خود آدھے حصہ سے زیادہ نہیں لیا تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ میری آنکھیں اس کی آنکھوں کو دیکھ کر نادم ہوتی تھیں کہ میں آدھے سے زیادہ کھالوں۔ امام صاحب نے پوچھا کہ تم کس کے غلام ہو۔ اس نے کہا کہ حضرت ابان ابن عثمانؓ کے۔ حضرت امام حسن نے فرمایا کہ میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ جب تک میں واپس نہ آ جاؤں تم یہیں بیٹھے رہنا۔ آپ وہاں سے روانہ

Marfat.com

ہوئے اور حضرت ابان کے پاس جا کر ان سے اس غلام کو مع باغ خرید لیا اور اس غلام کے پاس آ کر اس سے کہا کہ میں نے تم کو خرید لیا ہے۔ اس نے اٹھ کر کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول کے بعد آپ کا مطیع و فرمانبردار ہوں اور آپ کے ارشادات پر عمل کرنے والا ہوں۔ اس کے بعد امام حسن نے فرمایا کہ تم میری جانب سے آزاد ہو اور میں نے یہ باغ تم کو ہبہ کر دیا۔ (تہذیب تاریخ دمشق کبیر مصنفہ ابن عساکر جلد۔۲، ص۔۲۱۸، ۲۱۷)

جود و سخا آپ کے خانوادی صفات تھے لیکن جس کثرت سے آپ سخاوت کرتے تھے اس کی مثال مشکل ہے۔ آپ نے تین بار اپنی پوری جائداد منقولہ و غیر منقولہ کا نصف حصہ راہِ خدا میں خرچ کر دیا اور آپ نے اس آدھے مملوکہ کو اس طرح تقسیم کیا کہ اپنے جوتوں میں سے ایک جوتہ بھی محتاجوں کو دے دیا۔ (اسد الغابہ جلد۔۲، ص۔۱۳)

ایک بار ایک شخص بیٹھا ہوا دس ہزار درہم کے لیے دعا مانگ رہا تھا، آپ نے سن لیا، گھر جا کر اس کے پاس دس ہزار درہم نقد بھجوا دیے۔ (ابن عساکر جلد۔۴، ص۔۲۱۴)

آپ کی اس سخاوت سے دوست دشمن دونوں مستفید ہوتے تھے۔ ایک بار ایک شخص جو حضرت علی کا دشمن تھا، مدینہ آیا، اس کے پاس زادِ راہ نہ تھا اور سواری بھی نہ تھی۔ اس نے اہل مدینہ سے ان ضرورتوں کو پورا کرنے کا سوال کیا۔ کسی نے کہا یہاں حسن سے بڑھ کر کوئی سخی نہیں ہے، ان کے پاس جاؤ، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے سواری اور زادِ راہ کا سوال کیا۔ آپ نے دونوں کا انتظام کر دیا۔ حاضرین نے اعتراض کیا کہ جو آپ اور آپ کے والد محترم دونوں سے عداوت رکھتا ہے۔ آپ نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا میں اپنی عزت اور اپنے احترام و اکرام کی حفاظت نہ کروں؟ (ابن عساکر جلد۴، ص۔۲۱۴) آپ صدقہ و خیرات ان ہی کو دیتے تھے جو اس کے مستحق ہوں۔ ایک بار آپ نے ایک بہت بڑی رقم حاجتمندوں اور غریبوں کے لیے جمع کی۔ حضرت علی نے اس کی تقسیم کا اعلان کر دیا۔ لوگ یہ سمجھے کہ یہ عام اعلان اور عام دعوت ہے۔ اس لیے لوگوں کا ایک جمِ غفیر جمع ہو گیا۔ لوگوں کے اس ازدحام کو دیکھ کر حضرت حسن نے اعلان کیا کہ یہ صرف غرباء کے لیے ہے۔ اس اعلان سے آدھی بھیڑ چھٹ گئی اور سب

Marfat.com

سے پہلے اشعت ابن قیس نے حصہ پایا۔(ابن عسا کر جلد۔۴،ص۔۲۱۴)

آپ خود سخی تھے اور دوسرں کی سخاوت دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے جس کے ثبوت میں کئی واقعات نقل کیے جاسکتے ہیں۔

اس حقیقت پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت امام حسن بہت مہذب اور بہت سخی تھے۔کتب تاریخ میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ایک مثال ملاحظہ ہو۔ابوالحسن مدائنی کا قول ہے کہ ایک بار امام حسن،امام حسین اور عبداللہ ابن جعفر طیار سفر حج کے لیے نکلے۔راستہ میں بھوک پیاس سے نڈھال ہو کر ایک محتاج خاتون کے جھونپڑے میں داخل ہوئے اور اس سے کھانے پینے کی اشیاء طلب کیں۔اس نے کہا میرے پاس صرف ایک بکری ہے جس کے دودھ سے پیاس بجھا سکتے ہو تو بجھالو۔انھوں نے دودھ نوش کیا لیکن بھوک ختم نہ ہوئی تو انھوں نے اس سے کھانے کی خواہش ظاہر کی۔اس نے کہا میری ملکیت میں اس بکری کے علاوہ کچھ نہیں ہے لیکن آپ لوگوں کو قسم ہے کہ آپ اُسے کھالیں۔بکری ذبح کی گئی اور اس کا گوشت بھونا گیا اور سبھوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور آرام کیا اور آرام کے بعد اپنے سفر پر چل دیے۔شام کو جب اس خاتون کا شوہر آیا تو اس نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ یہ لوگ کون تھے؟ بیوی نے کہا کچھ نہیں معلوم صرف اتنا یاد ہے کہ انھوں نے کہا تھا کہ ہم مدینہ کے رہنے والے ہیں۔شوہر نے کہا کہ اب ہم اپنا گذر بسر کیسے کریں؟ کچھ دنوں کے بعد ان میاں بیوی کو قحط کا سامنا کرنا پڑا اور وہ مجبور ہو کر بھیک مانگتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے۔ایک گلی سے گذر رہے تھے کہ ان پر امام حسن کی نظر پڑی۔آپ نے ان دونوں کو بلا کر بکری والا واقعہ یاد دلایا اور ان کو ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار اشرفیاں مرحمت کیں اور انھیں امام حسین کے پاس بھیج دیا۔امام حسین نے بھی ان کو اتنی ہی بکریاں دیں۔اس کے بعد حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار کو خبر ملی تو انھوں نے بھی اتنی ہی قیمت کا سامان دے دیا اس طرح وہ میاں بیوی مالدار ہو کر اپنے گھر لوٹ گئے۔(نورالابصار ص۔۲۱) امام شافعی کا قول ہے کہ امام حسن نے کئی بار اپنی پوری مملوکات اور اکثر اپنی جائداد کا نصف حصہ راہ خدا میں تقسیم کردیا۔ایک بار ایک شخص نے حضرت امام حسن سے کچھ مانگنے کے لیے اپنا منہ کھولا ہی تھا کہ آپ نے اس کو

Marfat.com

پچاس ہزار درہم اور پانچ سو اشرفیاں عنایت کر دیں اور کہا کہ کوئی مزدور بلا کر اس کو اٹھا لے جاؤ اور آپ نے مزدور کی مزدوری بھی اپنے پاس سے دے دی۔ (مرأۃ الجنان ص۔۱۲۳)

ایک بار کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ تو خود فاقے کرتے ہیں لیکن کسی سائل کو کبھی اپنے دروازے سے واپس نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا میں خدا سے مانگتا ہوں، اس نے مجھے سخی بنا دیا۔ مجھے خوف ہے کہ اگر میں نے اپنا مزاج بدلا تو کہیں خدا بھی اپنی عادت نہ بدل دے اور مجھے دولت نہ دے۔ (نور الابصار ص۔۱۲۲،۱۲۳)

ایک بار آپ گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں آپ کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی جس نے آپ کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ آپ نے اس کی گالیوں کو برداشت کیا اور جب وہ گالیاں دے چکا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تم مہمان معلوم ہوتے ہو اگر تم کو سواری کی احتیاج ہو تو میں تمھیں سواری دوں، اگر تم بھوکے ہو تو میں تم کو کھانا کھلا دوں، اگر تم کپڑے چاہتے ہو تو میں تم کو کپڑے دلا دوں، اگر تم کو گھر کی ضرورت ہو تو میں تمھارے لیے گھر کا انتظام کر دوں، اگر تم کو دھن دولت کی خواہش ہو تو میں تم کو اتنی دولت دے دوں کہ تم خوش ہو جاؤ۔ اتنا سن کر وہ بہت شرمندہ ہوا اور اس نے کہا کہ میں آپ اور آپ کے والد محترم سے نفرت کرتا تھا لیکن آج میں آپ کے عادات و خصائل اور آپ کی قوت برداشت اور سخاوت و تحمل سے اتنا متاثر ہوں کہ آپ مجھے اپنا خادم بنا لیجیے اور مجھے اپنی خدمت کا شرف بخش دیجیے۔ (عساکر جلد۔۴،ص۔۵۴)

امام حسن کی بابت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیاں اور امام صاحب پر ان کے نفسیاتی اثرات

مذکورۃ السبق میں متعدد راویوں نے نبی ﷺ کی جو پیشن گوئیاں حضرت امام حسن کے بارے میں نقل کی ہیں، وہ امام حسن کے لیے صرف پیشین گوئیاں نہ تھیں بلکہ وہ آپ کے لیے مشعلِ راہ فقرے تھے جن کو آپ نے اپنی پوری حیات مستعار میں تحلیل کر لیا تھا۔

Marfat.com

محولہ بالا فقرات النبی ﷺ آپ کے دل میں اتر کر آپ کے احساسات، جذبات، و تجربات سے گذر کر آپ کے سارے جسم میں سرایت کر گئے تھے۔ یہ فقرات آپ کے لیے نبی ﷺ کی وصیت بن گئے تھے یہ بات ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ امام صاحب نے جب یہ فقرات نبی ﷺ کی زبان اقدس سے سنے ہوں گے تو یقیناً آپ کے حافظے نے نبی ﷺ کے دہن مبارک پر موجود وہ روشنی اور چمک بھی محفوظ کر لی ہوگی جو اس وقت آپ کے مقدس چہرے پر تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی آخر الزماں آپ کے نانا جان بھی تھے، اس لیے امام صاحب نے ان فقرات کو اپنا مقصد حیات بنا لیا تھا جس کی توثیق امام حسن کی حیات مبارکہ کے متعدد واقعات سے ہوتی ہے۔ جن میں سے چند ملاحظہ کریں۔

آپ نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد اپنے والد محترم سے عرض کیا تھا کہ آپ ان لوگوں کو چھوڑ کر اللہ پاک کی اس وسیع زمین میں کہیں بھی چلے جائیں اور اس وقت تک روپوش رہیں جب تک کہ اہل عرب کے ذہن ٹھیک طور سے کام نہ کرنے لگیں اور وہ ہوش و حواس میں نہ آ جائیں۔ اس وقت اگر آپ کسی گوہ کے سوراخ کے اندر بھی ہوں گے تو لوگ آپ کو وہاں سے بھی ڈھونڈ نکالیں گے۔ آپ کو ان کے سامنے اپنے کو پیش کرنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔ لوگ خود آپ سے بیعت قبول کرنے کی التجا کریں گے۔ ایک دوسرا واقعہ ملاحظہ کریں۔

جس وقت آپ کے والد محترم حضرت علی نے بصرہ والوں سے جنگ کرنے کا من بنا لیا اور اس کے لیے مدینہ سے نکلنے لگے تا کہ اپنے متعلقین اور مددگاروں کے ساتھ اپنے دشمنوں اور معاندوں سے جنگ کریں۔ اس وقت بھی وہ حضرت امام حسن ہی تھے جو آپ کے سامنے آ کر بولے۔ بابا جان! آپ اپنے ارادے کو چھوڑ دیں وجہ یہ کہ اس راہ میں مسلمانوں کا بہت خون خرابہ ہوگا اور ان کے بیچ عداوت و دشمنی اور جنگ کی نہ رکنے والی نہر بہنے لگے گی۔ (البدایہ والنہایہ جلد۔ ۷، ص۔ ۲۲۹، ۲۳۰)

امام حسن کے مندرجہ بالا فقروں سے اس واقعیت کی اطلاع ملتی ہے کہ ان کی اس قسم کی سوچ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی کے اثرات تھے۔

Marfat.com

حضرت علیؓ نے حضرت امام حسن کے اس مشورہ کو قبول نہیں کیا وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے تھے (وہ بھلائی کے حکم اور برائی سے روکنے پر مستقل مزاجی سے جمے تھے) جس کو وہ کبھی ترک نہ کر سکتے تھے۔ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ہر شخص کے لیے ایک جہت ہے جس کی جانب وہ متوجہ ہوتا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ کی نگاہ میں

جب آپ (علی) ابن ملجم کے ہاتھوں زخمی ہو گئے اور آپ کے انتقال کا وقت قریب آ گیا تو لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ اے مسلمانوں کے سردار! آپ اپنا خلیفہ بنا دیجیے تو آپ نے فرمایا نہیں میں یہ کام تم لوگوں پر چھوڑتا ہوں، جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا۔ اگر اللہ پاک تمھارا بھلا چاہیں گے تو تم میں سے بہتر شخص پر تم سب کو جمع کر دیں گے جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے اشرف اور بہتر پر تم کو جمع کر دیا تھا۔ (البدایہ والنہایہ جلد۔۸، ص۔۱۴) لیکن لوگوں نے اسی دن جس دن حضرت علی پر حملہ ہوا تھا امام حسن کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور اسلامی کلینڈر کے ۴۰ھ کے نویں ماہ کی سترہ تاریخ تھی۔ (البدایہ والنہایہ جلد۔۸، ص۔۱۴)

حضرت حسنؓ و حضرت معاویہؓ

حضرت علی کے انتقال پر ملال اور حضرت حسن کے ہاتھوں پر مومنین کی بیعت کے بعد ہی حضرت قیس ابن سعد ابن عبادہ نے امام حسن پر جنگ کے آغاز کے لیے زور ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ حسن کا مقصد جنگ کرنا نہ تھا لیکن لوگوں نے آپ پر جنگ کے لیے دباؤ بنایا اور سب مل کر اتنی کثیر تعداد میں آپ کے چاروں طرف جمع ہو گئے کہ اتنی زیادہ تعداد میں کبھی اکٹھا نہ ہوئے تھے۔ لہٰذا آپ بارہ ہزار جمعیت کے ساتھ شام کی جانب روانہ ہوئے کہ حضرت معاویہ اور اہل شام سے جنگ کریں۔ جب مدائن سے نکلے تو وہیں رک گئے اور مقدمۃ الجیش کو اپنے سامنے ٹھہرایا۔ امام صاحب جب مدائن کے باہری قطعۂ آراضی پر مع

Marfat.com

فوج پہنچے تو کسی نے زوردار آواز سے چیخ کر کہا کہ حضرت قیس ابن عبادہ شہید ہو گئے یہ سن کر لوگوں میں بھگڈر مچ گئی اور لوگ ایک دوسرے کا مال اور سامان لوٹنے لگے۔ لوگ امام حسن کے خیمے تک پہنچ گئے اتنا ہی نہیں بلکہ جس چادر پر امام صاحب بیٹھے ہوئے تھے لوگ اس کو بھی کھینچ کر اٹھا لے گئے اور اسی حالت میں ایک دوسرے کو زخمی کرنے لگے۔ امام حسن کو گہری چوٹ آئی اور آپ زخمی حالت میں اٹھ کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور مدائن کے محل میں چلے گئے۔ (البدایہ والنہایہ جلد۔۸،ص۔۱۴)

علامہ ابن کثیر کا قول ہے کہ عراق والوں نے خلافت کے لیے امام حسن کا انتخاب اس مقصد کے لیے کیا تھا کہ وہ شامیوں سے جنگ کریں گے لیکن وہ جس کے خواہش مند تھے جب وہ نہ ہوا تو امام صاحب کے مخالف ہو گئے۔ اور اس کے ذمہ دار وہ خود تھے وہ لوگ جنگ سے گھبراتے تھے اور اپنے سرداروں کے فرمانوں پر عمل نہ کرتے۔ اگر ان کے پاس ذرا بھی عقل ہوتی تو وہ امام حسن کے ایسی عظیم شخصیت کا احترام واکرام کرتے اور ان کے مشوروں پر عمل کرتے۔ (البدایہ والنہایہ جلد۔۸،ص۔۱۴)

جب امام حسن نے دیکھا کہ ان کی فوج میں اختلافات اور عداوت ہے تو آپ ان سے مایوس ہو گئے اور آپ نے حضرت معاویہؓ ابن حضرت ابوسفیانؓ کو ایک خط لکھا جس میں آپ نے ان کے سامنے صلح کی بات رکھی اور چند شرائط سامنے رکھے کہ اگر معاویہؓ ان کو منظور کر لیں، تو وہ ان کے حق میں اپنے مقبوضہ علاقہ سے دستبردار ہو جائیں اور اس طرح مسلمان کشت وخون سے بچ جائیں گے۔ لوگوں کو جب اس خط کا علم ہوا تو حضرت معاویہؓ کے حق میں سب متفق ہو گئے۔ (البدیہ والنہایہ، جلد۔۸،ص۔۱۶)

ابن کثیر نے رقم کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خلافت میرے بعد تیس سالوں تک چلتی رہے گی۔ جب امام صاحب نے حضرت معاویہؓ کے حق میں اپنے حقوق کو ترک کیا تب ۴۱ھ کا ربیع الاول کا مہینہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا سے پردہ فرمائے ہوئے تیس سال پورے ہو گئے تھے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص۔۱۶) صحیح بخاری جلد۔ا ص۔۲۷۲ وص۔۳۷۲ میں بروایت حضرت ابوموسیٰ ایک روایت مندرج ہے

Marfat.com

جس سے پتہ چلتا ہے کہ صلح کی پیش کش حضرت معاویہؓ کی جانب سے ہوئی تھی۔ حدیث محولہ بالا ملاحظہ ہو۔

حضرت ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ کی قسم حضرت حسن ابن علی حضرت معاویہ کے مقابلے میں پہاڑوں کی طرح فوجوں کے گروہ لے کر نکلے تھے۔ اس کثیر فوج کو دیکھ کر حضرت عمرؓو ابن العاص کے الفاظ ملاحظہ ہوں، ''میں فوجوں کے ایسے پرے دیکھ رہا ہوں جو اپنے حریف کو قتل کیے بغیر نہ پلٹیں گے تو ان سے حضرت معاویہؓ نے کہا اور وہ خدا کی قسم ہم دونوں یعنی حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو ابن العاص سے بہتر شخص ہیں۔ اگر ان لوگوں نے اُن لوگوں کو قتل کر دیا تو لوگوں کے انتظام و انصرام میں میرا شریک کون ہوگا؟ ان کی عورتوں کی حفاظت کے لیے میرے پاس کون لوگ ہوں گے؟ ان سب کے سامان کی حفاظت کے لیے کون ہوگا؟ پھر آپ نے بنو عبدالشمس میں سے دو آدمیوں کو جن کے نام عبدالرحمٰن ابن سمرہ اور عبداللہ بن عامر تھے، حضرت حسن کے پاس بھیجا کہ ان کے روبرو صلح کی پیش کش رکھیں اور اپنے مطالبات ان کے سامنے پیش کریں۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات حضرت حسن کے پاس پہنچے اور انھوں نے آپ سے بات چیت کی اور حضرت معاویہؓ کا مطالبہ آپ (حضرت حسن) کے سامنے رکھا تو حضرت حسن بن علی نے فرمایا کہ ہم اولادِ عبدالمطلب تو اس مال کو پا چکے ہیں اور اس امت نے اپنے ہاتھ اپنے ہی خون سے رنگ لیے ہیں ان دونوں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کے لیے یہ ایک پیش کش اور ہے اور وہ یہ مطالبات ہیں حضرت حسن نے فرمایا کہ ان چیزوں کی ذمہ داری کون لے گا، ان دونوں نے کہا کہ آپ کے لیے ہم ذمہ دار ہیں پھر جو کچھ بھی انھوں نے مانگ کی وہ دونوں کہتے رہے کہ ہم ذمہ دار ہیں۔ تب حضرت حسن نے حضرت معاویہ سے صلح کر لی۔ حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکرہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر اس حالت میں دیکھا تھا کہ آپ کے مبارک پہلو میں حضرت حسن ابن علی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی حاضرین کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور کبھی حضرت حسن کی طرف اور فرماتے تھے کہ بیشک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے مابین صلح کرائے گا۔

محولہ بالا دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق کی جا سکتی ہے کہ حضرت حسن کے جس خط کو صلح کی پیش کش سے تعبیر کیا جاتا ہے درحقیقت وہ حضرت معاویہؓ کی پیش کش کا جواب ہے۔

بخاری شریف کی محولہ بالا حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت حسن مکمل تیاری کے ساتھ میدان جنگ میں تشریف لائے تھے جس کو دیکھ کر حضرت عمرو ابن العاص کے ایسے مدبر و عقلمند صحابی نے حضرت معاویہؓ کو اپنی فوج کی عددی کثرت کے لیے ابھارا تھا۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت عمرو ابن العاص کے منشا کو رد کرتے ہوئے دو قاصدوں کو کلّی اختیار دے کر حضرت حسن کے پاس روانہ کیا کہ وہ کسی طرح بھی حضرت حسن کو صلح کے لیے راضی کریں، وہ ان کی ہر بات تسلیم کرلیں۔ حضرت ابوبکرہ نے اس کی تائید کی کہ یہ وہی صلح ہے جس کی پیشن گوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی اسی لیے اس صلح کے سال کو عامۃ الجماعۃ کا نام دیا گیا۔

حضرت حسن نے خلافت سے دستبرداری کے بعد ایک خطبہ دیا جس میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور پیغمبر پر درود و سلام کے بعد کہا کہ ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے اسلاف کے ذریعہ تمھیں راہ ہدایت دکھائی اس کے بعد آنے والوں کے ہاتھوں تمھارا کشت و خون ہوا۔ اللہ پاک کی جانب سے ہر کام کی ایک مدت مقرر ہے اور دنیا انقلاب اور کسی کی فتح اور کسی کی شکست کا نام ہے۔ یاد رہے کہ اللہ پاک نے اپنے پیغمبر سے فرمایا کہ وہ کہہ دیں۔

''اور میں یقینی طور پر نہیں جانتا کہ تم پر مصائب و مشکلات آنے میں تاخیر میں کیا بھلائی نہاں ہے۔ ممکن ہے کہ عذاب وعتاب آنے میں تاخیر تمھارے لیے امتحان ہو اور ایک وقت تک تم کو نفع پہنچانا ہو۔

(القرآن پارہ ۱۷ سورہ الانبیاء آیت ۱۱۱)

حضرت معاویہؓ کو امام صاحب کی یہ فصیح و بلیغ تقریر کافی چبھی اور وہ اسے اپنے دل میں لیے رہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸، ص ۱۸)

Marfat.com

ایک شخص نے، جس کا نام ابو عامر تھا، امام صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کی تذلیل کرنے والے تم پر سلام ہو۔ یہ اس نے اس لیے کہا تھا کیونکہ آپ نے شامیوں سے جنگ ختم کر دی تھی۔ آپ نے فرمایا، اے ابو عامر ایسا نہ کہو۔ میں نے مسلمانوں کی تذلیل کے لیے صلح نہیں کی۔ میں نے اس کو ناپسند سمجھا کہ میرے قبضہ کے لیے مسلمانوں کا کشت و خون ہو۔ (البدایہ والنہایہ جلد۔ ۸، ص۔ ۱۹)

آپ سے محبت کا دم بھرنے والے آپ سے کہا کرتے تھے یا عار المسلمین یعنی اے مسلمانوں کے لیے باعث شرم۔ آپ اس کے جواب میں فرماتے "**العار خیر من النار**" یعنی آگ سے عار (شرم) بہتر ہے۔ یعنی یہ ملامت اور طنز اس جنگ سے بہتر ہے جس میں مسلمانوں کا کشت و خون یقینی تھا۔

ابو داؤد طیالسی، جو ہرا بن نفیر الحضرمی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ میں نے حسن ابن علی سے عرض کیا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ خلافت کے خواہشمند ہیں، آپ نے فرمایا عرب کے سر میرے ہاتھ میں تھے۔ جس سے میں صلح کرتا اس سے وہ صلح کرتے اور جس سے میں جنگ کرتا اس سے وہ جنگ کرتے لیکن میں نے اللہ کی رضامندی کی خاطر اس حکومت کو ترک کر دیا، کیا اب حجاز کے چاروں طرف اس آگ کو بھڑکاؤں۔ (البدایہ النہایہ، جلد۔ ۸، ص۔ ۲۲) آپ نے ایک بار فرمایا تھا کہ مجھے خوف تھا کہ روز قیامت میرے سامنے ۷۰ ہزار یا ۸۰ ہزار یا اس سے بھی زیادہ یا کم لوگ اس حالت میں لائے جاتے کہ ان سب کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوتا اور وہ اللہ پاک سے شکایت کرتے اور مجھے طعنے مارتے۔ (البدایہ والنہایہ جلد۔ ۸، ص۔ ۴۴)

حضرت حسنؓ کی شہادت

حضرت حسن کی شہادت کی وجہ زہر ہے۔ عمیر ابن اسحاق کا قول ہے کہ وہ قریش کے ایک شخص حسن ابن علی کے پاس گئے تو انھوں نے بتلایا کہ انھیں بار بار زہر دیا گیا اور ہر بار کا زہر سابقہ زہر سے تیز اور سخت قسم کا تھا۔ اس وقت آپ پر موت کے حالات طاری

Marfat.com

تھے۔

امام حسین امام حسن کے پاس آ کر ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور پوچھنے لگے۔ بھائی جان آپ کو زہر دینے والا کون ہے؟ حضرت حسن نے فرمایا کیا تم اس کو قتل کرو گے؟ حسین نے فرمایا جی ہاں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو زہر دینے والا وہی شخص ہے جس کو میں سمجھتا ہوں تو خدا سخت انتقام لینے والا ہے۔ ایک قول ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ پاک سب سے طاقتور ہے اور سب سے زیادہ تکلیف اور عذاب دینے والا ہے اور اگر جس کو میں سمجھتا ہوں وہ زہر دینے والا نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ تم کسی بے گناہ کا قتل صرف شک کی بنا پر کرو۔ (البدایہ والنہایہ جلد۔ ۸، ص۔ ۴۲)

دونوں محترم ومکرم بھائیوں کی گفتگو میں اس بات کا ذکر اشارہ وکنایہ میں بھی نہیں ہے کہ حضرت حسینؓ کو کس پر شبہ وشک تھا یا امام حسنؓ کے ظن میں زہر دینے والی شخصیت کون تھی؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دونوں واجب الاطاعت نواسوں کی اس گفتگو سے صاف طور پر عیاں ہے کہ خلیفہ پنجم سیدنا امام حسن کو بہر حال اس بات کا یقین نہ تھا کہ آپ کو زہر دینے والی شخصیت آپ کی بیوی جعدہ ہی ہے۔ واضح ہو کہ حضرت امام حسنؓ کی یہ زوجہ ایک معزز صحابیٔ رسول حضرت اشعث بن قیس کی صاحبزادی اور خلیفہ اوّل سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بھانجی ہیں۔ حضرت اشعث بن قیس کی بابت تذکرہ جات، کتب تواریخ اور اسماء الرجال کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ آپ ۱۰ھ میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ آپ کا نام اشعث ابن قیس ابن معدیکرب اور آپ کی کنیت، ابو محمد کندی تھی۔ آپ ایک لحیم شحیم شخص اور اپنے قبیلہ کے مطاع تھے۔

موصوف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے تھے لیکن آپ جلد ہی گرفتار کر کے خلیفۂ اوّل کی خدمت میں حاضر کیے گئے۔ موصوف نے توبہ کر کے جاں بخشی کی درخواست کی۔ خلیفہ اوّل نے موصوف کو رہا کر کے ان کو دوبارہ مشرف بہ اسلام کیا

Marfat.com

اور ان کی شادی اپنی بہن ام فردہؓ سے کردی۔ (یعقوبی ج۔۲ص۔۱۴۱،) اکمال فی اسماء الرجال میں آپ کا شمار صحابیٔ رسول کے زمرہ میں کیا گیا ہے۔ (اکمال فی اسماء الرجال ص۔ ۵۸۵ کالم نمبر۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ کے روابط کافی استوار تھے۔ حضرت امام حسن ان کا خاص خیال رکھتے تھے۔ آپ کا انتقال ۴۰ھ میں ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے داماد خلیفہ پنجم حضرت امام حسن نے پڑھائی۔ (اکمال صفحہ۔۵۸۵)

جعدہ بنت اشعث کی طرف جو بات منسوب کی گئی ہے اس کی تغلیط اصول درایت سے بھی ہوتی ہے کیونکہ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو حضرت علی زین العابدین ان ہی ابوبکر صدیقؓ کی پوتی حضرت ام فردہ کو اپنی بہونہ بناتے جن کی بھانجی جعدہ بنت اشعث زوجہ امام حسن تھیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی زین العابدین نے اپنے فرزند ارجمند حضرت امام محمد باقر کی شادی حضرت ابوبکرؓ کی پوتی ام فردہ سے کی تھی جن کی کوکھ سے فقہ جعفریہ کے مرتب جناب امام جعفر صادق ولادت پذیر ہوئے تھے۔

واضح ہو کہ حضرت علی زین العابدین کا سن پیدائش ۳۸ھ ہے (ابن خلکان جلد ا صفحہ۔۳۲۱) اور سن وفات ۹۴ھ ہے (اکمال فی اسماء الرجال ص۔۶۱۱ کالم نمبر ا) جب کہ محمد ابن علی ابن الحسین المقلب بہ باقر صفر ۵۷ھ میں متولد ہوئے (ابن خلکان جلد۔ا، ص۔۴۵۰) اور ۱۱۷ھ یا ۱۱۸ھ میں واصل الی دار البقاء ہوئے۔ (اکمال فی اسماء الرجال ص۔۶۱۸ کالم۲) حضرت امام حسن کی شہادت ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں ہوئی۔ (اکمال فی اسماء الرجال ص۔۵۹۰ کالم۲) اور امام جعفر صادق کا سن ولادت ۸۰ھ ہے (تذکرۃ الحفاظ جلد۔ا ص۔۱۵۰، واکمال ص۔۵۸۹ کالم نمبر۳)

اس طرح خانوادۂ ابوبکرؓ کی دو خواتین ام فردہ نام کی ہیں جن میں سے ایک آپ (ابوبکرؓ) کی ہمیشر اور دوسری آپ کی پرپوتی ہیں۔ پہلی ام فردہ (جعدہ کی ماں) حضرت امام حسن کی خوشدامن ہیں جب کہ دوسری ام فردہ (حضرت ابوبکرؓ کی پرپوتی) حضرت حسین کے پوتے حضرت محمد باقر کی شریک حیات اور مرتب فقہ جعفریہ حضرت امام جعفر صادق کی والدہ

Marfat.com

محترمہ ہیں۔ موصوفہ حضرت ابوبکرؓ کے پوتے قاسم بن عبدالرحمٰن کی صاحبزادی تھیں۔
(تابعین از معین الدین احمد ندوی، ص۔ ۶۸)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند سطور میں جعدہ کے نفسیاتی و خاندانی مزاج کی وضاحت کی خاطر ان کے بھائی محمد ابن اشعث سے منسلک ایک مختصر سا واقعہ جو حضرات حسنین کے چچازاد بھائی مسلم ابن عقیل سے وابستہ ہے حوالۂ قرطاس کر دیا جائے۔

واضح ہو کہ حضرت امام حسن کے سسرالی لوگ کوفہ میں اقامت گزیں تھے، بدشعار ظالم عبیداللہ ابن زیاد نے ستر آدمیوں کا جو شامی دستہ حضرت مسلم کی گرفتاری کے لیے بھیجا تھا اس کا امیر حضرت امام حسن کا سالا اسی جعدہ کا بھائی محمد ابن اشعث تھا۔ جس نے یہ کہتے ہوئے حضرت مسلم کو امان دی تھی کہ تم تنہا کب تک مقابلہ کرو گے۔ جان دینے سے کیا فائدہ؟ اور اس نے ان کو یقین دلایا کہ ان کے ساتھ کوئی فریب نہ کیا جائے گا۔ ایسا لگتا ہے کہ محمد ابن اشعث کی اس امان میں دھوکہ دہی کا کوئی عنصر نہ تھا کیونکہ وہ (محمد بن اشعث مسلم ابن عقیل کو جب امان دینے کے بعد قصرِ امارت لے گیا تو اس نے مفسد و جابر عبیداللہ ابن زیادہ سے واضح لفظوں میں کہا کہ میں مسلم کو امان دے چکا ہوں لیکن اس مکر وفریب کے پیکر جفا شعار نے یہ کہہ کر امان کو تسلیم نہیں کیا کہ میں نے تم کو صرف گرفتار کرنے کے لیے بھیجا تھا تم کو امان دینے کا کوئی اختیار نہ تھا، جب کہ شاہی فرمان بھی یہ تھا کہ مسلم ابن عقیل کو گرفتار کر کے شہر بدر کر دیا جائے لیکن بدشیر و بدشعار عبیداللہ ابن زیاد نے جلاّدوں کو حکم دیا کہ ان کو محل کی بالائی منزل پر لے جا کر قتل کر دو اور قتل کرنے کے بعد ان کا دھڑ نیچے پھینک دو۔ جلاّد نے قصرِ امارت کے بالائی منزل پر واقع مقتل پر لے جا کر گردن ماردی اور سر کے ساتھ دھڑ بھی نیچے پھینک دیا۔ (طبری جلد۔ ۷، ص۔ ۲۶۵ تا ۲۶۷) لیکن مابعد کے واقعات اور اس (محمد ابن اشعث) کے حرکات وافعال اس کے کردار کو داغدار بناتے ہیں۔

امام حسنؓ کی تدفین

آپ کے جنازے میں اتنی بھیڑ تھی کہ جنت البقیع میں تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔

Marfat.com

الواقدی نے ثعلبہ ابن مالک کی یہ روایت نقل کی ہے کہ اس دن جس دن حضرت حسن کی شہادت ہوئی اور وہ بقیع میں دفن کیے گئے، میں وہاں موجود تھا۔ میں نے بقیع میں اتنی بھیڑ دیکھی کہ اگر سوئی ڈالی جاتی تو وہ زمین پر نہیں بلکہ کسی نہ کسی کے سر پر گرتی۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد۔۱ص۔۲۳۱)

وفات کے وقت حضرت حسن کی عمر صرف ۴۷ سال تھی۔ (البدایہ النہایہ جلد ۸ ص۔۴۴) اس طرح حضرت حسن اپنے والد کی جگہ پر ۴۰ھ میں خلیفہ بنے اور آپ نے ۴۱ھ کے ربیع الاول کے مہینہ میں حضرت معاویہؓ سے صلح کی۔ حضرت معاویہؓ سے حضرت حسن کے صلح کے سال کو عام الاقامۃ یعنی اتفاق کا سال کہا جاتا ہے۔ آپ کی خلافت کی مدت چھ ماہ ہے جس پر خلافت کے تیس سال مکمل ہوتے ہیں۔ (الجوہرہ۔ص۔۲۰۴) حضرت حسن کو پانچواں خلیفہ نہ کہنا یا نا ماننا، ان کے ساتھ نا انصافی کرنا اور سید الانبیاء والمرسلین کی حدیث مشرفہ کی مخالفت کرنا ہے۔

حضرت امام حسن کی خلافت سے دستبرداری اوران کا صلح کا فیصلہ درست اور صحیح تھا

حضرت امام حسن نے حضرت معاویہ کے حق میں خلافت سے دستبرداری اوران سے صلح کا جو فیصلہ لیا تھا وہ وقت کے تقاضہ کے مطابق اور قرین عقل وانصاف تھا۔ بالکل اسی طرح حضرت حسین نے یزید ابن معاویہ کے گورنر کے سامنے اپنی تین معقول شرطوں کے ردّ ہوجانے کے بعد، جو فیصلہ لیا تھا وہ وقت اور مقام کو مدنظر رکھتے ہوئے کلّی طور پر قرین عقل و انصاف تھا اور بالکل درست تھا۔ ہر مقام کا اپنا ایک ٹمپریچر ہوتا ہے اور اسی کے مطابق فیصلے کیے جاتے ہیں۔ حضرت معاویہؓ اوران کے لڑکے یزید کے مابین کردار، خصلت، مزاج اور عادات واطوار کے لحاظ سے زمین وآسمان کا فرق ہے۔

امام حسن دیگر لوگوں کے مقابلے میں عراقیوں کے نفسیاتی خصائل سے زیادہ آگاہ

Marfat.com

تھے جن کو آپ سے اور آپ کے والد محترم سے تعاون کا دعوئی تھا۔ عراقیوں کی فوج کئی بار امام حسن کے والد کا ساتھ جنگ کے فتح کے قریب آجانے پر چھوڑ چکی تھی اور استحکام، مضبوطی، استقلال اور ہمت کی جگہ فریب، دھوکہ دہی اور فرار کی راہ اختیار کر چکی تھی۔ امیر المومنین حضرت علی نے ان لوگوں کے ہاتھوں جو کچھ برداشت کیا اور جس طرح یہ لوگ حکم عدولی، خود مختاری، نافرمانی، سرکشی اور تلون مزاجی کی راہ پر لگے رہے اس کا اثر حضرت علی کی تقریروں، ان کے خطوط، اور ان کے طنزیہ فقروں سے عیاں ہے۔ یہ سب کچھ امام حسن کے سامنے کل کی بات تھی اور آپ اس کے چشم دید گواہ تھے۔

اس طرح حضرت امام حسن کی حضرت معاویہؓ سے صلح وقت کا تقاضہ اور مناسب قدم تھا۔ اسی طرح یزید کے مقابلہ میں کربلا کی زمین پر حضرت حسین کی جنگ بالکل مناسب، وقت کے اقتضاء کے مطابق اور عین قرین انصاف تھی۔ آپ کا یہ اقدام شجاعت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ صلح حدیبیہ دب کر کرنا وقت کا تقاضہ تھا اور یہ صلح مناسب اور درست تھی اور خزاعہ پر کیے جانے والے مظالم کے بدلے میں مکہ پر چڑھ کر قریش کی سرکوبی کرنا بھی وقت کا تقاضہ تھا اور درست تھا۔ صلح حدیبیہ پر جب خلیفہ دوم نے دب کر صلح پر سوال کھڑا کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ میں اللہ کا رسول ہوں، یعنی رسول خدا ہونے کے ناطے میں وہ دیکھتا ہوں جو غیر نہیں دیکھ سکتا۔

حضرت حسن کی پیدائش

حضرت امام حسن کی پیدائش ۳ھ میں رمضان سے دو ایک دن پیشتر یا بروایتے رمضان میں ہوئی تھی۔ جب پیغمبر اسلام کو اس کی اطلاع ملی تو آپؐ حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے بچے کو دکھانا اور پوچھا کہ کیا نام رکھا گیا ہے۔ آپؐ سے عرض کیا گیا کہ ''حرب'' آپؐ نے فرمایا نہیں ان کا نام حسن ہے۔ ولادت کے ساتویں دن عقیقہ ہوا اور دو مینڈھے ذبح کیے گئے۔ سر کے بال منڈوائے گئے اور ان کے تول کے برابر چاندی صدقہ کی گئی۔ (استیعاب جلد۔ا۔ص۔۱۴۲)

Marfat.com

حضرت امام حسن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں

امام حسن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عزیز تھے۔ آپ نے ان کی تعلیم و تربیت بڑی دلچسپی اور لاڈ پیار سے کی تھی۔ آپ ان کی چھوٹی سی چھوٹی تکلیف سے پریشان ہو جاتے تھے۔ امام حسن کو دیکھے بغیر آپ کو سکون نہ ہوتا تھا۔ آپ ان کو دیکھنے روزانہ حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لے جاتے اور حسن و حسین بھی آپؐ سے بہت ہل گئے تھے۔ حسن ابھی آٹھ سال کے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس و بابرکت سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا۔

حضرت امام حسن صدیقی عہد میں

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی حضرت امام حسن کو بہت چاہتے تھے اور ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ ایک بار حضرت ابوبکرؓ عصر کی نماز پڑھ کر نکلے حضرت علی بھی آپ کے ساتھ تھے۔ راستہ میں حضرت حسن بچوں کے ساتھ کھیلتے ملے، حضرت ابوبکرؓ نے انھیں اٹھا کر اپنے کاندھے پر بٹھا لیا اور فرمانے لگے، خدا کی قسم یہ علی کے نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مثیل ہیں۔ اس پر حضرت علی ہنسنے لگے۔ (بخاری کتاب المناقب الحسن والحسین)

امام حسن عہد فاروقی میں

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے عہد میں دونوں بھائیوں (حسن و حسین) کے ساتھ ایسا ہی محبت کا برتاؤ بنائے رکھا۔ آپ نے جب بڑے بڑے اصحاب کرام کے وظیفے مقرر کیے تو اگرچہ عمر کے وضع کردہ اصولوں کے تحت حضرت امام حسن اس صف میں نہ آتے تھے لیکن حضرت عمرؓ نے ان کا وظیفہ بھی پانچ ہزار سالانہ مقرر کیا۔

(فتوح البلدان مصنفہ بلاذری عطائے عمر ابن الخطاب)

امام حسن عثمانی عہد میں

آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مکمل طور پر بلوغ کو پہنچ گئے

Marfat.com

تھے۔لہٰذا آپ نے جنگوں میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔آپ نے سعید ابن العاص کی سپہ سالاری میں طبرستان کی جنگ میں حصہ لیا تھا۔(ابن اثیر جلد۔۳،ص۔۸۴)

حضرت عثمان کے خلاف فتنہ اور حضرت حسن کی دفاعی کوشش

جب خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کے خلاف مٹھی بھر فتنہ پرور لوگوں اور دہشت گردوں (آتنک وادیوں) نے بغاوت کر دی اور حضرت عثمان کا گھر گھیر لیا،تو حضرت حسن نے اپنے والد کو یہ مفید رائے دی کہ آپ گھیراؤ اٹھنے تک مدینہ سے باہر تشریف لے جائیں کیونکہ اگر حضرت عثمانؓ مدینہ میں آپ کی موجودگی میں شہید کر دیے گئے تو آپ بلاوجہ ملامت کا ہدف بنیں گے اور شہادتِ عثمان کی ذمہ داری آپ پر ڈالی جائے گی لیکن بلوائی حضرت علیؓ کی حرکات وسکنات پر بھی نظر رکھے ہوئے تھے اس لیے حضرت علی اس مفید مشورہ کے مطابق عمل نہ کر سکے۔(ابن اثیر حصہ ۳،ص۔۸۴)

حضرت علی نے حضرت عثمان کی حفاظت کی خاطر حضرت حسن کو ان کے دیگر ساتھیوں کے ساتھ حضرت عثمان کے گھر بھیج دیا۔حضرت امام حسن اور ان کے ساتھیوں نے ان خطرناک اور پر خطر حالات کا مقابلہ بڑی بہادری اور حوصلہ مندی کے ساتھ کیا اور دروازے سے دہشت گردوں کو مکان کے اندر گھسنے نہیں دیا۔ہاتھا پائی میں حضرت حسن بہت زخمی ہو گئے اور خون میں لت پت ہو گئے لیکن حفاظت کے سبھی اقدامات ناکام ہو گئے۔ بلوائی اور دہشت گرد چھت پر چڑھ کر مکان کے اندر گھس گئے اور انھوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا جب یہ منحوس اطلاع حضرت علی کو ملی تو آپ نے حضرت حسن سے سختی سے باز پرس کی۔(تاریخ الخلفاء از علامہ سیوطی ص۔۱۵۹)

اسلام میں دہشت گردی/فتنہ پروری/آتنک واد کی سزا

حضرت عثمان کی شہادت مٹھی بھر دہشت گردوں کے ہاتھ ہوئی انسانی دھرم اور اسلام مذہب میں دہشت گردی اور فتنہ پروری کا کوئی مقام نہیں ہے۔ دہشت گردی اور

Marfat.com

آتنک واد بہت بڑا جرم ہے۔ قرآن پاک کی ایک آیت میں دہشت گردی اور آتنک واد یعنی فتنہ کو قتل سے بھی زیادہ خطرناک اور سخت بتلاتے ہوئے کہا گیا ہے کہ "الفتنة اشد من القتل" (القرآن پارہ ۲ آیت ۱۹۱) یعنی فتنہ قتل سے بھی سخت اور نقصان دہ ہے کیونکہ قتل سے صرف ایک شخص مرتا ہے جب کہ آتنک وادیعنی فساد سے بے گناہ مرنے والوں کی تعداد اور پورے معاشرے کے ٹوٹ پھوٹ کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ حضرت عثمان و حضرت علی، حضرت حسن و حسین کے قتل اور جمل و صفین، نہروان و کربلا کے واقعات دہشت گردی کے نتائج ہیں۔ دہشت گردی کا علاج، دہشت گردوں کا انفرادی و اجتماعی قتل ہے۔ آتنک وادی اور دہشت گرد کی سزا یہ ہے کہ وہ جہاں بھی ملے، اس کو وہیں قتل کردیا جائے۔ "واقتلوهم حيث ثقفتموهم" (القرآن پارہ ۲ سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۹۱) آتنک واد سماج کا کینسر ہے اور کینسر کا علاج جسم کے اس حصہ کا استیصال اور قطع کردینا ہے، جہاں اس نے اپنا قبضہ جما رکھا ہے۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد خلافت کے واسطے حضرت علیؓ کی بیعت اور اس موقع پر امام حسنؓ کا خوش آیند مشورہ اور اس میں مخفی حضرت حسنؓ کی دُور اندیشی

حضرت عثمانؓ ابن عفان کی شہادت سے مسند خلافت کے خالی ہونے پر مسلمانوں کی نظر حضرت علی پر پڑی اور انھوں نے آپ سے بیعت کرنی چاہی تو حضرت امام حسن نے اپنے والد محترم کو یہ مناسب صلاح دی کہ جب تک تمام اسلامی علاقہ کے لوگ آپ سے خلافت کی درخواست نہ کریں اس وقت تک آپ اسے قبول نہ کریں لیکن حضرت علی نے فرمایا کہ خلیفہ کے انتخاب کا حق صرف مہاجرین وانصار کو حاصل ہے۔ جب یہ دونوں جماعتیں کسی کو بطور خلیفہ قبول کرلیں تو پھر سارے اسلامی علاقہ کے ساکنین پر اس کی اطاعت واجب ہو جاتی ہے۔ بیعت کے لیے پورے اسلامی علاقہ کے مسلمانوں سے مشورہ

Marfat.com

کی شرط نہیں ہے اور یہ کہہ کر آپ نے خلافت کو منظور کر لیا۔ (اخبار الطّول ص۔۱۵۵)

حضرت امام حسن کا اپنے والد محترم کو جنگ جمل سے روکنا

حضرت امام کی بیعت کے بعد حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، اور حضرت زبیر، حضرت عثمان کی شہادت کا قاتلین سے بدلہ لینے کے مقصد سے نکلے تو حضرت امام حسن نے اس موقع پر بھی حضرت علی کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مدینہ لوٹ چلیے اور کچھ دنوں کے لیے اپنے کو گھر میں محبوس کر لیجیے۔ لیکن حضرت علی کی رائے میں ان حالات میں مدینہ لوٹنا اور اپنے کو گھر میں محبوس کر لینا، امت کو مصیبت میں ڈالنا تھا اور اس سے مسلمانوں میں زیادہ عداوت، دشمنی اور انتشار پھیلنے کا خطرہ تھا اس لیے آپ مدینہ واپس نہ ہوئے۔ (اخبار الطّول ص۔۱۵۵)

جنگ جمل اور حضرت امام حسن

اب حالات یہ تھے کہ حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر، حضرت عثمان کی شہادت کے بدلے کے لیے نکل چکے تھے، اس لیے حضرت علی نے بھی مقابلہ کو تیاریاں شروع کر دیں اور آپ مکمل طور پر تیار ہو گئے تو امام حسن کو بھی طوعاً و کرہاً آپ کی مدد کی خاطر نکلنا پڑا۔ آپ حضرت علی کے حکم کے مطابق حضرت عمار ابن یاسر کے ساتھ کوفہ والوں کو حضرت علی کی اعانت کے لیے جمع کرنے نکلے۔ ان دنوں کوفہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری مسلمانوں کو خانہ جنگی سے روکنے کے لیے کوفہ آ گئے تھے اور کوفہ کی جامع مسجد میں تقریر کر رہے تھے کہ کوفہ کے بھائیو! تم لوگ عرب کی بنیاد بن جاؤ اور فتنہ و فساد سے اپنے کو علاحدہ رکھو اور معصوموں، بے گناہوں اور خوف زدہ لوگوں کی پناہ گاہ بن جاؤ۔ تم لوگ اپنی اپنی تلواریں نیام کے اندر کر لو، کمانوں کے چلّے کاٹ دو اور اپنے اپنے گھروں کے اندرونی حصوں میں بیٹھ جاؤ۔ بھائیو! فتنہ و فساد اور دہشت کے وقت سونے والا جاگنے والے سے اور کھڑا رہنے والا چلنے والے سے بہتر ہے۔ امام حسن نے مسجد پہنچ کر یہ تقریر سنی اور ابوموسیٰ

Marfat.com

اشعری کوروک دیا اور فرمایا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ اور جہاں جی چاہے چلے جاؤ اور آپ نے خود منبر پر چڑھ کر کوفہ والوں کو حضرت علی کے تعاون کے لیے آمادہ کیا۔ آپ کی اس تحریض اور حجر ابن عدی کندی کی تقریر کے نتیجہ میں ۹۶۵۰ کوفی حضرت علی کی اعانت کے لیے جمع ہو گئے۔ امام حسن ان سب کو لے کر ذی قار میں حضرت علی سے مل گئے اور جنگ کے فیصلہ تک مسلسل ساتھ رہے۔ (اخبار الطّول ص۔ ۱۵۱)

حضرت امام حسن اور جنگ صفین

جمل کے بعد صفین کی جنگ میں بھی حضرت امام حسن حضرت علی کے ساتھ رہے اور جنگ کو موقوف کرنے کے لیے جو شرط نامہ لکھا گیا تھا اس پر بطور شاہد حضرت حسن کے دستخط تھے۔

حضرت علی کی شہادت

خلافت کے پانچویں سال ابن ملجم نے حضرت علی پر حملہ کیا۔ آپ زخمی ہو گئے اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔ اس اندوہناک واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ واقعہ نہروان کے بعد خارجیوں نے حج کے موقع پر اکٹھا ہو کر اس وقت کے مسائل پر گفتگو کی اور بحث و مباحثہ کے بعد اس بات پر اتفاق رائے ہوا کہ جب تک تین اشخاص حضرت علی، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو ابن العاص اس دنیا میں موجود ہیں، دنیائے اسلام خانہ جنگیوں سے نجات نہیں پا سکتی۔ چنانچہ تین خارجیوں نے ان تین اشخاص کو قتل کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ عبدالرحمٰن ابن ملجم نے کہا کہ میں علی کے قتل کا ذمہ لیتا ہوں۔ اسی طرح نزال نے حضرت معاویہ اور عبداللہ نے حضرت عمرو ابن العاص کے قتل کی ذمہ داری لی اور تینوں لوگ اپنی اپنی مہم پر روانہ ہو گئے۔ کوفہ پہنچ کر ابن ملجم کے ارادہ کو قطام نامی ایک خوبصورت خارجیہ نے مستحکم کر دیا اور اس مہم میں کامیاب ہو جانے پر اس نے شادی کا وعدہ بھی کر لیا اور حضرتؓ کے خون کو اپنا مہر مقرر کیا۔

Marfat.com

الغرض رمضان ۴۰ھ میں تینوں نے ایک ہی روز فجر کے وقت متذکرہ بالا تینوں اشخاص پر حملہ کیا۔ حضرت معاویہ اور حضرت عمرو ابن العاص اتفاقاً بچ گئے حضرت معاویہ پر اوچھا وار پڑا، حضرت عمرو ابن العاص اس دن اتفاقاً امامت کے لیے نہ آئے تھے جو شخص صلوٰۃ فجر میں ان کی قائم مقامی کر رہا تھا وہ حضرت عمرو ابن العاص کے دھوکے میں مارا گیا۔ حضرت علی جب مسجد میں تشریف لائے تو ابن ملجم کو مسجد میں سوتا ہوا پایا۔ آپ نے اس کو جگایا۔ جب آپ نے نماز شروع کی اور سر سجدہ میں اور لب راز و نیاز الٰہی میں مصروف تھے کہ ابن ملجم شقی نے تلوار کا کاری وار آپ کے سر اقدس پر کیا۔ ابن ملجم کو لوگوں نے گرفتار کر لیا۔ (طبری ص ۲۵۷۔ ۲۵۸) حضرت علی اتنے زخمی ہو گئے کہ زندگی کی کوئی امید نہ رہی۔ آپ نے حضرت امام حسن و حضرت حسین کو بلا کر مفید نصیحتیں کیں اور محمد بن حنیفہ کے ساتھ لطف و مدارات کی تاکید کی۔ حضرت جندب ابن عبداللہ نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا ہم لوگ آپ کے بعد حضرت حسن کے ہاتھ پر بیعت کر لیں تو آپ نے فرمایا کہ میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا تم لوگ خود اس مسئلے کو طے کر لینا۔ (مسعودی جلد۔ ۳، ص۔ ۳۶۳) اور ابن ملجم کے لیے فرمایا کہ معمولی طور پر قصاص لینا۔ (ایضاً ص۔ ۲۴) ابن ملجم کی تلوار زہر میں بجھی ہوئی تھی اس لیے زہر تیزی کے ساتھ سارے بدن میں پھیل گیا اور ۲۰ر رمضان ۴۰ھ کو جمعہ کی رات آپ کا وصال ہو گیا۔ حضرت حسن نے نماز جنازہ پڑھائی اور چار کے بجائے پانچ تکبیریں کہیں۔ کوفہ کے قبرستان غریٰ میں آپ کو دفن کیا گیا۔

اس دن جمعہ کی امامت حضرت حسن نے کی اور اس جمعہ میں آپ نے مندرجہ ذیل خطبہ دیا۔

خدا نے جس نبی کو بھیجا اس کو مقناطیسی شخصیت، ایک قبیلہ اور ایک گھر مرحمت کیا۔ اس ذات کی قسم جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا جو شخص ہم اہل بیت کے حقوق غصب کرے گا اللہ پاک اس غصبِ حق کے برابر اس شخص کے حقوق گھٹا دے گا۔ (طبری)

ابن سعد میں منقول ہے کہ زخمی ہونے کے تیسرے دن آپ کا انتقال ہو گیا۔ ابن

Marfat.com

سعد کے مطابق حسن و حسین اور عبداللہ بن جعفر نے غسل دیا اور حسن نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ابن سعد نے حضرت علی کے مدفن کے متعلق لکھا ہے کہ آپ کو رحبا میں جامع مسجد سے ملے ہوئے قطعہ میں دفن کیا گیا۔(ابن سعد حصہ اوّل حضرت علی کا ذکر)

حضرت حسن کی بیعتِ خلافت

حضرت علی کی شہادت کے بعد حضرت معاویہ کے مقبوضہ علاقہ کو چھوڑ کر تمام علاقہ کے باشندوں کی نظریں حضرت حسن کی جانب لگی ہوئی تھیں۔ لہٰذا حضرت علی کے دفن کے بعد آپ مسجد تشریف لائے۔ مسلمانونؓ نے ہاتھ بڑھائے۔ آپ نے ان سے بیعت لی اور بیعت کے بعد آپ نے وہ خطبہ دیا جو ماسبق میں نقل کیا جا چکا ہے۔

امام حسن کی جنگ کی تیاری اور واپسی

حضرت امام حسن کوفہ میں تھے تب آپ کو عبداللہ ابن عامر کے آگے بڑھنے کی اطلاع ملی آپ نے بھی مقابلہ کے لیے کوفہ سے مدائن کی جانب کوچ کیا۔ ثباط پہنچ کر آپ کو اپنی فوج کی کمزوری کا احساس ہوا۔ اس لیے آپ نے وہیں رک کر مندرجہ ذیل تقریر کی۔

میں کسی بھی مسلمان کے لیے اپنے دل میں بغض نہیں رکھتا اور تمھارے لیے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔ میں تمھارے سامنے اپنی رائے رکھتا ہوں، امید ہے کہ تم نامنظور نہ کرو گے۔ جس اتفاق و اتحاد کو تم پسند کرتے ہو وہ اس مخالفت اور پھوٹ سے کہیں بہتر ہے جو تم کو پسند ہے۔ میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے بیشتر لوگ جنگ سے کترا رہے ہیں۔ وہ جنگ میں کمزوری دکھا رہے ہیں۔ میں تم لوگوں کو تمھاری خواہش کے خلاف جنگ کے لیے مجبور نہیں کرنا چاہتا۔ امام حسن کی اس تقریر کو سن کر لوگ مبہوت ہو گئے اور ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ یہ صحیح ہے کہ کچھ لوگ جنگ سے کترا رہے تھے لیکن آپ کے ساتھ بہت سے خارجی بھی تھے جو حضرت معاویہ سے جنگ کرنا اپنی مذہبی ذمہ داری سمجھتے تھے۔ انھوں نے جب حالات کا جائزہ لیا تو حضرت علی کی طرح آپ کو بھی

Marfat.com

برا بھلا کہنے لگے اور آپ کی توہین کرنے لگے۔ جس مصلّیٰ پر آپ بیٹھے ہوئے تھے اس کو انھوں نے زبردستی آپ سے چھین لیا۔ آپ کا کرتا چھین کر آپ کے گلے سے چادر بھی کھینچ لی۔ آپ مجبوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور آپ نے ہمدانیوں کو آواز دی جنھوں نے بڑھ کر خارجیوں کی بھیڑ سے آپ کو باہر نکالا۔ آپ نے سیدھے مدائن کی جانب کوچ کیا۔ راستہ میں جراح ابن قبیصہ خارجی تاک میں بیٹھا ہوا تھا جیسے ہی آپ اس کے قریب سے گذرے اس نے آپ پر حملہ کر کے آپ کے مقدس زانو کو زخمی کر دیا۔ عبداللہ ابن خطل اور عبداللہ ابن جابیہ نے، جو آپ کے ساتھ تھے، جراح کو تلوار سے قتل کر دیا۔ امام صاحب مدائن پہنچ کر قصرابیض میں ٹھہر گئے اور زخم کے مندمل ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ پھر عبداللہ ابن عامر کے مقابلہ کے لیے نکلے اس درمیان حضرت معاویہ بھی انبار پہنچ گئے اور انھوں نے قیس ابن سعد کو جو امام حسن کی طرف سے وہاں تعینات تھے گھیر لیا۔ ادھر امام صاحب اور عبداللہ ابن عامر آمنے سامنے ہو گئے۔ عبداللہ ابن عامر نے اس موقع پر ایک چال چلی کہ اس نے امام صاحب کی فوج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے عراقیو! میں خود جنگ نہیں چاہتا۔ امام صاحب کو میرا سلام کہو اور ان کو میری جانب سے یہ پیغام پہنچا دو کہ ان کو ان کی شخصیت اور ان کے رفیقوں کی قسم وہ جنگ موقوف کر دیں۔ عبداللہ ابن عامر کی چال اپنا کام کر گئی۔ امام صاحب کے ساتھیوں اور آپ کی فوج نے جب عبداللہ ابن عامر کی یہ تقریر سنی تو انھوں نے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور پیچھے ہٹنے لگے حضرت حسن کو جب حالات کا علم ہوا تو آپ دوبارہ مدائن واپس آ گئے۔

حضرت حسن کی خلافت سے دستبرداری

امام حسن کے مدائن لوٹ آنے پر عبداللہ ابن عامر کو موقع مل گیا اور اس نے بڑھ کر حضرت حسن کو مدائن میں گھیر لیا۔ حضرت حسن پہلے سے صلح کے خواہشمند تھے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں میں کمزوری اور ان کے حوصلوں میں پستی محسوس کر کے جنگ کا خیال ترک کر دیا اور کچھ نمائندوں کے ساتھ حضرت معاویہ کے حق میں خلافت سے دستبرداری کا فیصلہ

Marfat.com

لے لیا اور شرائطِ صلح عبداللہ ابن عامر کے ذریعہ حضرت معاویہ کے پاس بھجوادیں۔شرائطِ صلح حسب ذیل تھے۔

۱۔ کوئی عراقی محض کینہ کی وجہ سے نہ پکڑا جائے گا۔

۲۔ بلا استثنا سب کو امان دی جائے گی۔

۳۔ عراقیوں کی بیہودہ گوئی کو برداشت کیا جائے گا۔

۴۔ اہواز کا خراج کل کا کل حضرت امام حسن کے لیے مخصوص کردیا جائے گا۔

۵۔ حضرت حسین کو دولاکھ کی رقم علاحدہ سے دی جائے گی۔

۶۔ بنو ہاشم کو عطیات اور ہدایا دینے میں بنو عبدالشمس یعنی بنو امیہ پر ترجیح دی جائے گی۔

عبداللہ ابن عامر نے یہ تمام شرائط حضرت معاویہ کے پاس بھجوا دیں جن کو حضرت معاویہ نے بغیر کسی ترمیم و تنسیخ منظور کرلیا اور اپنے قلم سے ان کو منظوری دے کر اس پر اپنی مہر لگادی اور چند معززین کے دستخط بطور گواہ بنوا کر اس دستاویز کو حضرت حسن کے پاس بھجوادیا۔(اخبار الطوال دینوری ۶۳۰ تا ۶۳۲)

ابن اثیر نے اس سے مختلف قول نقل کیا ہے۔ان کے قول کے مطابق واقعات کی شکل کچھ اس طرح ہے کہ جس وقت امام حسن نے اپنی شرطیں حضرت معاویہ کے سامنے پیش کرنے کو بھیجی تھیں،اسی دوران حضرت معاویہ نے بھی ایک سادے کاغذ پر دستخط کر کے اور مہر لگا کر حضرت امام حسن کے پاس بھیجا تھا کہ وہ اس پر جو شرطیں چاہیں قلم بند کرلیں،سب ہی شرطیں منظور کرلی جائیں گی۔اس کاغذ کے بھیجنے کے بعد حضرت امام حسن کی شرطوں والا کاغذ پہنچا جس کو انھوں نے روکے رکھا اور جب حضرت امام حسن کو حضرت معاویہ کا مہر لگا ہوا سادہ کاغذ ملا تو انھوں نے اس میں بہت سی ایسی شرطیں جو پہلے والے صلح نامہ میں نہ تھیں بڑھادیں لیکن حضرت معاویہ نے انھیں منظوری نہیں دی اور صرف انھیں شرطوں کو منظور کیا جن کو امام حسن پہلے ارسال کرچکے تھے۔(ابن اثیر جلد۔۳،ص۔۳۴۴)

خلافت سے دستبرداری کے بعد امام حسن نے قیس ابن سعد ابن عبادہ کو اطلاع

Marfat.com

بھیجی کہ وہ تمام معاملات حضرت معاویہ کے سپرد کر کے مدائن چلے آویں۔ قیس کو جب یہ حکم موصول ہوا تو انھوں نے اسے پڑھ کر فوج کو سنایا اور کہا کہ اس حکم کے بعد دو ہی راستے بچے ہیں یا تو بغیر امام کے جنگ جاری رکھی جائے یا حضرت حسن کے حکم پر عمل کیا جائے۔ ان کی فوج کی ٹکڑی میں بھی کمزور لوگ تھے جنھوں نے حضرت معاویہ کی اطاعت قبول کر لی اور قیس بن سعد بن عبادہ امام حسن کے حکم کے مطابق آپ کے پاس مدائن چلے آئے حضرت معاویہ آپ سے ملے اور دونوں نے صلح نامہ کے شرائط کی زبانی توثیق بھی کر دی۔ (اخبار الطّول ص ۔۲۳۲)

مذکورۃ السبق سطور میں اخبار الطّول کے حوالہ سے جو شرائط صلح قلم بند کی گئی ہیں ان کے علاوہ ایک شرط یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت معاویہ کے بعد حضرت حسن خلیفہ ہوں گے۔ لیکن یہ شرط مروج الذہب، مسعودی، اخبار الطّول دینوری، یعقوبی، طبری اور ابن اثیر وغیرہ میں سے کسی نے بھی رقم نہیں کی۔ صرف علامہ عبدالبر نے استیعاب میں لکھا ہے کہ علماء کا قول ہے کہ امام حسن صرف حضرت معاویہ کی حیات تک کے لیے دستبردار ہوئے تھے۔ (استیعاب تذکرہ امام حسن) ابن عبدالبر کا قول تاریخ کی کسی مستند کتاب میں نہیں ملتا لہٰذا اس کو علماء کا قول نہیں کہا جا سکتا۔ ممکن ہے کہ ان کے زمانہ میں کچھ عالموں کی یہ رائے رہی ہو، لیکن کتب تواریخ سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ طبری نے بھی اس شرط کا تذکرہ نہیں کیا۔ مندرجہ بالا قول کے نادرست ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ حضرت حسن کی شہادت کے بعد جب حضرت معاویہ یزید کی بیعت کے لیے مدینہ منورہ آئے اور حضرت عبداللہ ابن زبیر، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت عبدالرحمٰن ابی بکر وغیرہ کے سامنے یہ بات رکھی تو اس تجویز کی مخالفت میں بہت سی دلیلیں دی گئیں، ابن زبیر نے کہا کہ یہ چاروں خلفاء کے طریقہ کے خلاف ہے۔ لہٰذا ہم اس کو منظور نہیں کرتے۔ عبدالرحمٰن ابن ابی بکر نے کہا کہ یہ قیصر و کسریٰ کا طریقہ ہے لیکن کسی نے یہ نہیں کہا کہ امام حسن صرف تمھارے حق میں دستبردار ہوئے تھے اس لیے یزید کو ولی عہد نہیں بنایا جا سکتا۔ واضح ہو کہ اگر ان معزز صحابہ کرام کو اس قسم کی کسی شرط کا علم ہوتا تو یہ لوگ اس کا تذکرہ ضرور کرتے۔ مزید برآں جب امام حسین یزید

Marfat.com

کی مخالفت میں کھڑے ہوئے تو آپ نے اپنے دعویٰ کی تائید وتوثیق میں اور یزید کی مخالفت میں بہت ساری مسکت دلیلیں دیں اور موصوف نے یزید کی مخالفت میں بہت سی وجہیں گنوائیں لیکن حضرت امام حسین نے بھی اپنی کسی تقریر میں یہ نہیں کہا کہ چونکہ میرے بھائی امام حسن صرف معاویہ کے حق میں دستبردار ہوئے تھے اور وہ معاویہ کی زندگی میں شہید ہو گئے لہٰذا وراثت اور قائم مقامی کے قوانین کے مطابق معاویہ کی جگہ پر مملکت اسلامیہ پر حکومت کا حق صرف مجھے یا حسن کی اولاد کو حاصل ہے جب کہ یزید کی مخالفت میں یہ سب سے پکی اور مضبوط دلیل ہوتی لیکن امام حسین نے اس کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا۔ لہٰذا متذکرہ بالا قول صداقت کے معیار پر پورا نہیں اترتا حالانکہ یہ بات پوری طرح سچ ہے کہ یزید کسی بھی طرح اس عہدہ کے لائق نہ تھا اور اس عہدہ کی نہ اس میں لیاقت تھی اور نہ قابلیت۔

راقم کی رائے میں یہ صلح حضرت امام حسن اور حضرت معاویہ کے مابین ہوئی تھی تو یہ بات عیاں ہے کہ حضرت معاویہ کے بعد اس صلح کی ذمہ داری اگر امام حسن زندہ ہوتے تو نہ ان پر ہوتی اور نہ امام حسین یا کسی اور پر عائد تھی۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ صلح نامہ میں ایسی کوئی شرط نہ تھی کہ یزید حضرت معاویہ کی زندگی میں یا ان کے بعد مملکت اسلامیہ کا مملک ہوگا۔ حضرت امام حسین کے فضائل کے بارے میں جو حدیثیں کتب احادیث میں مرقوم ہیں، ان کو مدنظر رکھ کر بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ خلافت کے سچے حقدار امام حسین تھے۔

حضرت معاویہ اور حضرت قیس ابن سعد ابن عبادہ کے مابین صلح سمجھوتہ

امام حسن کی دستبرداری سے آپ کے خاص ہمدرد اور فدایان علی کو بہت دکھ ہوا اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ امام حسن کے کچھ ساتھیوں نے جن پر شامیوں کا جادو چل گیا تھا کمزوری دکھائی تھی لیکن ان کے علاوہ ہزاروں فدایان علی تھے جو اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر سچے دل سے حضرت معاویہ سے لڑنے کو تیار تھے۔ خود حضرت قیس ابن سعد ابن عبادہ جو امام حسن کے مقدمۃ الجیش کے سپہ سالار تھے امام حسن کے کہنے کے باوجود حضرت معاویہ سے جنگ کے خواہشمند تھے اور انھوں نے ایک جماعت بھی بنالی تھی لیکن بالآخر حضرت معاویہ

Marfat.com

نے ان کی ساری شرطوں کو مان کر ان سے بھی صلح کر لی۔

امام حسن کا انتقال

دستبرداری کے بعد امام حسن اپنی زندگی کے آخری لمحات تک اپنے نانا کے پڑوس میں اقامت پذیر رہے۔ سن پچاس میں آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے کسی بنا پر آپ کو زہر دے دیا، جس کے نتیجہ میں آپ کے دل و جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گرنے لگے اور بالآخر آپ کا انتقال ہو گیا۔

امام حسن کی تدفین

امام حسن کو اپنے نانا کے پہلو میں دفن ہونے کی بڑی تمنا تھی۔ لہٰذا آپ نے اپنی نانی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے میں دفن ہونے کی اجازت مانگی۔ انھوں نے خوشی خوشی اجازت مرحمت فرمادی۔ آپ نے حضرت عائشہ کی اجازت ملنے کے بعد پھر فرمایا کہ میری وفات کے بعد دوبارہ اجازت لینا۔ ممکن ہے کہ حضرت عائشہ نے یہ اجازت تکلفاً دے دی ہو، اگر دوبارہ اجازت حاصل ہو جائے تو نانا جان کے روضہ میں دفن کرنا۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اس میں بنو امیہ مزاحمت کریں گے اور اگر ایسا ہو تو پھر مجھے بقیع الغرقد میں دفن کر دینا۔ (استیعاب جلد۔ ا ص۔ ۴۵ و مروج الذہب جلد۔ ۳ ص۔ ۳۸۰)

زہر کے واقعہ کے تیسرے دن ضروری وصیتوں کے بعد ربیع الاول ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر شریف ۴۷ یا ۴۸ سال تھی۔

امام حسن کی تدفین پر نزاع

آپ کے انتقال کے بعد امام حسین نے حضرت حسن کی وصیت کے مطابق حضرت عائشہ سے دوبارہ اجازت مانگی۔ آپ نے دوبارہ اجازت مرحمت فرما دی لیکن حضرت حسن کا اندیشہ بالکل سچ نکلا۔ مروان نے اطلاع پا کر کہا کہ حسن کسی بھی طرح نبی صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کے روضہ میں دفن نہیں ہو سکتے، ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو روضہ نبوی میں دفن نہیں ہونے دیا تھا اور امام حسن کو دفن کرنا چاہتے ہیں۔ ایسا کسی بھی طرح نہیں ہو سکتا۔ امام حسین نے مقابلہ کرنا چاہا۔ مروان تو لڑنے کو تیار ہی تھا، جنگ ہونے ہی والی تھی کہ حضرت ابو ہریرہؓ آ گئے اور انھوں نے کہا کیا وجہ ہے کہ ایک نواسے کو اس کے نانا کے پہلو میں دفن سے روکا جا رہا ہے۔ پھر آپ نے امام حسین سے کہا کہ اس کے لیے خون خرابہ سے کیا فائدہ؟ حسین حسن کی یہ وصیت بھول گئے تھے کہ اگر خون خرابہ کی نوبت آئے تو جنت البقیع میں دفن کر دینا۔ اس پر حضرت حسین کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور بنو امیہ اور بنو ہاشم کے مابین جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی۔ اس کے بعد سعید ابن العاص نے نماز جنازہ پڑھائی اور امام حسن کا مقدس جسد دفن کر دیا گیا۔ (استیعاب جلد۔۱ص۔۱۴۵)

امام حسن کی شہادت سے مدینہ میں ماتم

امام حسن کی شہادت پر مدینہ مغموم ہو گیا، بازار بند ہو گئے۔ گلیوں میں سناٹا چھا گیا۔ بنو ہاشم کی خواتین ایک سال تک مغموم رہیں۔ حضرت ابو ہریرہ مسجد میں پکار پکار کر کہتے تھے "لوگو! آج خوب رووٴ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا اس دنیا سے اٹھ گیا۔ (تہذیب التہذیب جلد۔۲،ص۔۳۰۱) آپ کے جنازے میں اتنا ہجوم تھا کہ اس سے پیشتر اتنا ہجوم کبھی نہیں دیکھا گیا۔ (تہذیب الکمال ص۔۸۹)

امام حسن کا حلیہ

آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مثیل تھے۔ آپ اپنی عادات و خصائل میں بھی اپنے نانا کے مانند تھے۔

امام حسن کی بیویوں کی کثرت

حضرت امام حسن کے متعلق یہ غلط مشہور کر دیا گیا ہے کہ آپ نے بہت زیادہ

Marfat.com

شادیاں کیں اور بہت زیادہ طلاقیں دیں۔ کہا جاتا ہے کہ طلاق زیادہ دینے کی وجہ سے آپ کو مطلّق یعنی بہت زیادہ طلاق دینے والا کہا جانے لگا تھا۔ بہت سے اقوال کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ آپ کی بیویوں کی تعداد نوے (۹۰) تھی۔ یہ سب آپ پر افترا ہے۔ آپ کی بیویاں اس زمانہ کے معمول کے مطابق تھیں۔ کیونکہ آپ کی اولادوں کی تعداد صرف آٹھ ہے۔ یہ روایت بھی من گڑھنت ہے کہ نکاح اور طلاق کی کثرت کی وجہ سے حضرت علی نے کوفہ میں یہ اعلان کرادیا تھا کہ انھیں کوئی اپنی لڑکی نہ دے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خانوادے سے تعلق کی خواہش عوام کے مابین اتنی شدید تھی کہ حضرت علی کی مخالفت کے باوجود کوئی اثر نہ دکھائی پڑا اور ہمدانی نے تو کھلم کھلا کہا کہ ہم اپنی لڑکیاں ضرور دیں گے خواہ وہ طلاق ہی کیوں نہ دے دیں۔ (تاریخ الخلفاء مصنفہ علامہ سیوطی)

متذکرہ بالا روایت اصول درایت پر درج ذیل وجوہ کی بنا پر کھری نہیں اترتی۔

۱۔ تاریخ الخلفاء میں رطب ویابس سب اکٹھا ہے۔ اس میں بہت ساری عقلاً مستبعد روایتیں جمع ہیں۔

۲۔ کثرتِ ازدواج کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ عوام وخواص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا رشتہ منسلک کرنے کی خاطر حضرت امام حسن سے اپنی لڑکیوں کی شادی کرتے تھے تو حضرت امام حسین بھی تو نواسۂ رسول تھے اور دونوں ہی پیغمبر خدا کو بہت محبوب تھے۔ ان سے اپنی لڑکیوں کی شادی کی بات کیوں نہ کی جاتی تھی؟

۳۔ طلاق کے بعد زوجین کا رشتہ منقطع ہوجاتا ہے اور وہ نامحرم بھی ہوجاتے ہیں۔ حضرت ابودرداء کے انتقال کے بعد حضرت معاویہ نے ام الدرداء الصغریٰ کو نکاح کا پیغام بھیجا تو انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں دنیا میں مزید کوئی شادی نہیں کروں گی حتیٰ کہ انشاءاللہ ابودرداء سے جنت میں شادی کرلوں اور میں نے ابودرداء کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”عورت کا آخری شوہر آخرت میں اس کے ساتھ ہوگا۔“ اور میں ابودرداء کا بدل نہیں چاہتی (نساء من عصر التابعین ص۔۲۹۲) اس طرح طلاق

Marfat.com

کے بعد رشتہ منقطع ہو جانے کی وجہ سے مندرجہ بالا وجہ کی تغلیط ہو جاتی ہے۔

۴۔ طلاق حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض ہے۔(ابوداؤد شریف)

۵۔ حضرت امام حسن خلیفہ برحق ہیں اور حدیث کی روشنی میں پانچویں برحق خلیفہ ہیں۔لیکن عداوتِ حسن کا یہ عالم ہے کہ عالم طفولیت سے یہی رٹایا جاتا ہے کہ خلفاء کی تعداد چار ہے۔

۶۔ کتاب السنۃ باب الخلفاء کے تحت سنن ابوداؤد میں مندرج ہے کہ "عن سعید بن جمهان قال حدثنی سفینة قال ، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الخلافة فی امتی ثلاثون سنة ثم ملك بعد ذلك ۔"

ترجمہ: خلافت میرے بعد تیس سالوں تک رہے گی اور اس کے بعد بادشاہت ہو جائے گی۔اتنا مقدس انسان شریعت کے خلاف کوئی فعل نہیں کرسکتا۔

ماسبق کے معروضات سے واضح ہوگیا کہ حضرت حسن کے بارے میں تعداد ازدواج کی روایتیں غلط ہیں اور امام صاحب کو متہم کرنے کی غرض سے وضع کی گئی ہیں۔

واضح ہو کہ نہج البلاغت میں ابن ابی الحدید نے رقم کیا ہے کہ آپ نے ستر عورتوں کو طلاق دی۔یاقوت القلوب کے معتزلی مصنف احنف ابو طالب محمد بن علی نے حضرت حسن کی تین سو بیویاں بتلائی ہیں۔یاقوت القلوب کے مصنف کو علامہ ابن حجر عسقلانی نے معتزلی کہا ہے۔(لسان المیزان جلد ۵ ص۔۳۰۰)

حضرت ابوبکر کی صاحب اولاد بیویوں کی تعداد ۴ ہے۔حضرت عمر کی بیویوں کی تعداد چھ ہے۔جب کہ حضرت عثمان کی بیویوں کی تعداد ۸ اور حضرت علی کی بیویوں کی تعداد باستثنائے کنزیں ۹ ہے۔واضح ہو کہ بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں کسی کے پاس نہ تھیں اور نہ ہو سکتی تھیں۔

۱۔ حضرت ابوبکرؓ کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں کل چھ اولادیں تھیں۔

۲۔ حضرت عمرؓ کے اولاد ذکور ۷ ہیں۔

۳۔ حضرت عثمانؓ کے اولاد ذکور کی تعداد ۹ اور اولاد اناث کی تعداد ۳ کل ۱۲ اولادیں

Marfat.com

تھیں۔

۴۔ حضرت علیؓ کی اولاد ذکور چودہ اور اولاد اناث کی تعداد سترہ کل ۳۱ اولادیں تھیں۔

۵۔ حضرت حسنؓ کی اولاد کی تعداد ۸ ہے۔(یعقوبی جلد۔۲ص۔۲۷۰) جب کہ ابن قتیبہ نے حضرت امام حسن کی اولاد ذکور و اناث کی تعداد کل چھ بتلائی ہے جن میں دولڑکیاں بھی مشمول ہیں۔(معارف ابن قتیبہ ص۔۹۲) جن کے نام ام حسن اور ام اسحٰق تھے(ایضاً)

۶۔ حضرت امام حسین کی اولاد ذکور کی تعداد چار اور اولاد اناث کی تعداد ۳ کل ۷ اولادیں ہوئیں۔

معروضات ماسبق سے عیاں ہے کہ حضرت امام حسن کے بارے میں جو کہانی نکاح کی کثرت اور طلاق کی کثرت کے بارے میں کتابوں میں مندرج اور عوام میں مشہور ہے، وہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے اور امام حسن سے عناد اور عداوت کی غمازی کرتی ہے۔اس پر مفصل بحث ایک مستقل عنوان کے تحت سطور آئندہ میں کی جائے گی۔

حضرت حسن کا اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک

امام حسن اپنی بیویوں سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے۔اگر آپ نے کسی بیوی کو شرعی حدود میں رہ کر مجبوری میں طلاق دی ہے تب بھی اس کی اچھی خصلتوں کی تعریف کرتے تھے۔ایک بار آپ نے ایک فزاری اور ایک اسدی عورت کو طلاق دی اور ان کو دس دس ہزار نقد کے علاوہ ایک ایک مشکیزہ شہد بھی بھیجا اور اپنے غلام کو ہدایت کی کہ یہ خواتین جواب میں جو کچھ کہیں اسے وہ یاد رکھے اور لوٹ کر آکر بتائے۔فزاری کو جب یہ چیزیں ملیں تو اس نے خوش آمدید کہتے ہوئے اسے قبول کرلیا اور دعائیں دیں لیکن اسدی خاتون اس متاع معروف اور شہد کو دیکھ کر غمگین ہوگئی اور حالت اضطرار میں یہ جملہ اس کی زبان سے نکل پڑا "متاع قلیل" من حبیب مفارق" جدا ہونے والے محبوب کی جانب سے یہ قلیل سا متاع ہے۔جب اس کی اطلاع حضرت حسن کو

Marfat.com

ملی تو آپ نے فرمایا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقوں کے بعد رجعت ممنوع نہ کی ہوتی تو میں اس کو دوبارہ بیوی بنالیتا۔

حضرت حسن کی مبارک اولادیں

آپ کی کل آٹھ نرینہ اولادیں تھیں لیکن قتیبہ نے آپ کی اولاد کی کل تعداد چھ بتائی ہے۔ جس میں دو بیٹیاں بھی شامل ہیں۔ حسن بیٹا خولہ بنت منظور کے بطن سے۔ زید ام بشیر بنت ابومسعود انصاری کے بطن سے اور عمر، قاسم، ابوبکر، عبدالرحمٰن، طلحہ اور عبیداللہ مختلف بیویوں سے تھے۔ (معارف ابن قتیبہ ص۔۹۲)

حضرت حسن کا ذریعہ معاش

حضرت حسن نے بہت سکھ چین کی زندگی گزاری۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب صحابہ کرام کے وظیفے مقرر کیے اور حضرت علیؓ کا وظیفہ پانچ ہزار مقرر ہوا، تو آپ کے ساتھ حسن کا وظیفہ بھی جو اگرچہ اس طبقہ میں نہ آتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ میں منسلک ہونے کی وجہ سے پانچ ہزار مقرر کیا۔ (فتوح البلدان بلاذری ذکر عطائے عمر ابن الخطاب)

حضرت حسن کو حضرت عمرؓ کے زمانے میں یہ وظیفہ ملتا رہا۔ حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ خود خلیفہ ہوئے۔ آپ کی شہادت کے بعد حضرت معاویہؓ کے حق میں دستبرداری کے وقت آپ نے پورے اہواز کا خراج اپنے لیے مخصوص کرلیا تھا۔ اس طور پر از ابتدا تا انتہا آپ نے سکھ چین کی زندگی بسر کی۔

حضرت حسن کا احترام و اکرام اور آپ کی خصوصیات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت حسن کی عمر آٹھ سال تھی۔ اتنی کم عمری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست نفع اندوزی اور استفاضے کے مواقع کم

Marfat.com

حاصل ہوئے تھے۔ جس خانوادے میں آپ کی تعلیم و تربیت ہوئی وہ مختلف علوم و فنون اور مذہبی معلومات کا ایک خزانہ تھا۔ لہٰذا وہ قدرتی طور پر علوم کی روشنی سے منور تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مدینہ میں جو علماء درس و تدریس اور مسند افتا پر نشین تھے ان میں آپ بھی تھے لیکن یہ غلط ہے کہ آپ کے فتوؤں کی تعداد کم ہے۔ (اعلام الموقعین ص۔۱۱۲)

حضرت امام حسن اور روایت حدیث

آپ کی مرویات کی تعداد صرف تیرہ ہے اور ان میں سے بھی زیادہ تر حضرت علی اور ہند سے مروی ہیں (تہذیب العمال ص۔۷۸) آپ سے روایت کرنے والوں میں حضرت عائشہ، حسن ابن حسن، عبید اللہ، ابو جعفر، زبیر، نفیل، عکرمہ محمد بن سیرین اور سفیان ابن لیل وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب حصہ سوم ص۔۲۹۵)

حضرت حسن کے اقوال زریں

آپ کے چند اقوال زرّیں مندرجہ ذیل ہیں:

ایک شخص نے کہا کہ مجھے موت سے خوف لگتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے اپنی مال و دولت پیچھے چھوڑ دی ہے اگر تم اپنا مال و متاع آگے بھیج دیتے تو اس تک پہنچنے کے لیے خوف نہ کھاتے بلکہ خوش ہوتے۔

حسن سلوک کی تعداد دس ہے۔

۱۔ صداقت

۲۔ حالت جنگ میں تیزی

۳۔ احسان کا بدلہ دینا

۴۔ سائلین کو خالی ہاتھ واپس نہ کرنا

۵۔ متعلقین سے حسن سلوک کرنا

۶۔ پردیسی کی حفاظت اور اس کی اعانت

Marfat.com

۷۔ حقوق کی معرفت

۸۔ مہمان نوازی

۹۔ تحفہ تحائف کا بدلہ دینا

۱۰۔ حیا

حضرت امام حسن کے دیگر اقوال زرّیں ملاحظہ کریں جو دنیا کا خواہشمند ہے دنیا اسے لے بیٹھتی ہے اور جو دنیا سے علاحدگی اختیار کرتا ہے اس کو ذرّہ برابر فکر نہیں ہوتی کہ کون اس کو استعمال کر رہا ہے۔ طالب دنیا اس شخص کا غلام ہوتا ہے جو دنیا کا کچھ حصہ پا گیا ہو اور جس کے دل میں دنیا سے بے رغبتی ہوتی ہے، اس کے لیے متاع قلیل یعنی تھوڑی سی دنیا بھی کافی ہوتی ہے اور جس کے دل میں دنیا کی طلب ہوتی ہے اس کو اگر پوری دنیا دے دی جائے تو بھی اس کا کام نہیں چلتا اور جس کا آج کا دن دینی نقطہ نگاہ سے بیتے ہوئے کل کی طرح ہے وہ دھوکہ میں ہے اور جس کا آج کا دن آنے والے کل سے اچھا ہے یعنی مستقبل کے کل میں اس کی مذہبی حالت آج کے مقابلہ میں خراب ہوگئی تو وہ بالکل خسارہ میں ہے اور جو شخص اپنے خود کے بارے میں خسران اور گھاٹے کا محاسبہ نہیں کرتا وہ بھی خسارے میں ہے اور جو گھاٹے میں چل رہا ہے اس کے لیے اس کی موت ہی بہتر ہے۔ (کنز جلد۔ ۸، ص۔۲۲۲)

حضرت امام حسنؓ کا قول ہے کہ یہ بخوبی سمجھ لو کہ معاف کرنا، شفقت کرنا، احسان شناسی اور ایفائے عہد، شرافت اور انسانیت ہے اور عجلت پسندی بیوقوفی ہے۔ سفر سے آدمی کمزور ہو جاتا ہے۔ کمینے، متوسط طبقے کے لوگوں اور رزلاء کے درمیان اٹھنا بیٹھنا عیب اور نقص ہے، فاسق اور بدراہ کے ساتھ میل جول سے آدمی پر دروغ گوئی اور جھوٹے الزامات لگنے لگتے ہیں۔ (کنز جلد۔۸، ص۔۲۳۷)

حضرت امام حسن کا مقولہ ہے کہ آدمی چار طرح کے ہوتے ہیں:

اوّل: وہ شخص جس کو نیکی کا بہت بڑا حصہ مرحمت کیا گیا لیکن وہ متقی نہیں ہے۔

دوم: وہ جو متقی ہے لیکن نیک کاموں میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

Marfat.com

سوم: وہ جونہ متقی ہے اور نہ اس کو نیک کاموں میں کوئی حصہ ملا ہے یہ لوگوں میں سب سے بدتر ہے۔

چہارم: وہ جو متقی ہے اور نیک کاموں میں اس کا اچھا خاصہ حصہ ہے۔ یہ شخص سب سے بلند ہے۔ (کنز جلد۔۸،ص۔۲۳۷)

حضرت امیر معاویہؓ اور ان کا امور سلطنت میں حضرت امام حسن سے مشورہ لینا

ایک بار حضرت معاویہؓ نے حضرت حسنؓ سے کہا کہ آج تک تین باتوں کا مطلب کوئی نہیں بتلا سکا۔ آپ نے پوچھا وہ باتیں کون سی ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا مروت، عمل اور شجاعت۔ آپ نے جواب دیا کہ مروت کا مطلب ہے انسان کی اپنے مذہب کی درستگی، اپنے مال کی دیکھ بھال اور اس کی حفاظت نیز مال کو صحیح جگہ پر خرچ کرنا، سلام کی زیادتی اور لوگوں میں ہر دلعزیزی حاصل کرنا، عمل کا مطلب ہے، سوال سے پیشتر دینا، مساکین کو کھانا کھلانا اور حسن سلوک۔ شجاعت کا مطلب ہے پڑوسی کی مدد کرنا، ضرورت کے وقت اس کے کام آنا، آڑے وقتوں میں اس کی دیکھ بھال کرنا اور مصائب وتکالیف پر صبر کرنا۔

ایک دوسرے موقعہ پر حضرت معاویہؓ نے آپ سے دریافت کیا کہ حکومت کی ہم پر کیا ذمہ داری ہے؟ آپ نے فرمایا۔ وہ جو حضرت سلیمانؑ ابن داؤدؑ نے بتلائی تھی۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا حضرت سلیمانؑ نے اپنے ساتھی سے کہا تھا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ حاکم کی حکومت کے لیے کیا ذمہ داری ہے، جس سے اس کو نقصان اور خسارہ نہ ہو۔ خفیہ اور اعلانیہ یعنی مجمع میں اور تنہائی میں خدا سے ڈرنا، عشرت اور عسرت دونوں صورتوں میں انصاف کرنا۔ کچھ نہ ہونے اور بہت کچھ ہونے کی حالت میں میانہ روی اختیار کرنا، کسی کی دھن دولت زور زبردستی سے نہ لینا، اور نہ اس کو (دولت کو) غلط جگہ پر خرچ کرنا۔ جب تک وہ ان باتوں پر عمل کرتا رہے گا اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (اقوال

Marfat.com

یعقوبی جلد۔۲،ص۔۶۷ تا ۷۰)

حضرت امام حسن کا زہد و اتقا

امام حسن زاہد اور قناعت پسند تھے۔ان میں کسی قسم کا طمع نہ تھا۔ان خصائل میں آپ کا کوئی عدیل ومثیل نہ تھا۔عموماً عظیم الشان سلطنت کی تعمیر انسانی خون سے ہوتی ہے۔ امام حسن نے ایک شاندار اور وسیع سلطنت صرف انسانی خون کے تحفظ کی خاطر چھوڑ دی تھی۔تاریخ میں ایسی مثالیں نایاب ہیں۔حضرات ابوبکرؓ وعمرؓ کے بعد اسلامی تاریخ کا ہر صفحہ مسلمانوں کے بیش بہا لہو سے رنگین ہے لیکن یہ صرف امام حسنؓ کی بے بہا شخصیت ہے جنھوں نے حکومت، سلطنت اور طاقت کو ٹھکرا کر مسلمانوں کو خون خرابہ سے بچایا اور رحمۃ للعالمینؐ کی اس پیشن گوئی کے مصداق خارجی بنے کہ میرا یہ فرزند سردار ہے اور اللہ پاک اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی۔شمار کرنے پر یہ تیس سالہ مدت امام حسن کی دستبرداری کے وقت پوری ہوتی ہے۔

امام حسنؓ نے خلافت سے دستبرداری فوج کی کمزوری اور بزدلی کی بنا پر کی یا مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی خاطر

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امام حسن نے صرف فوج کی کمزوری سے مجبور ہو کر حضرت معاویہؓ سے صلح کی تھی اور یہ لوگ اپنے اس خیال کو چند مثالوں سے ثابت بھی کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام حسنؓ نے اس عظیم سلطنت کو صرف مسلمانوں کو خون خرابہ سے بچانے کی خاطر ٹھکرا دیا تھا۔حالانکہ یہ بھی صحیح اور درست ہے کہ آپ جو فوج لے کر حضرت معاویہؓ کے مقابلہ میں نکلے تھے، اس میں منافق اور دو منہ والے لوگ بھی تھے اور انھوں نے کمزوری بھی دکھلائی تھی لیکن اسی فوج میں بہت سے خارجی بھی تھے جو حضرت معاویہؓ سے جنگ کرنا اپنی مذہبی ذمہ داری مانتے تھے اور اسے لازمی سمجھتے تھے۔انھوں نے جب صلح

Marfat.com

کا منظر دیکھا تو امام حسن کو کافر تک کہنے لگے۔ (اخبار الطّول ص۔ ۲۳۰)

عراق میں چالیس پچاس ہزار ایسے کوفی تھے جو آپ پر جان قربان کرنے کو سدا تیار رہتے تھے۔ صرف عراق ہی نہیں بلکہ پورا عرب چند علاقوں کے استثنا کے ساتھ آپ کے زیر نگیں تھا۔ حضرت معاویہؓ سے صلح کے بعد بعض لوگوں نے آپ پر طمعِ خلافت کا الزام بھی لگایا تو آپ نے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ عرب کے سر میرے قبضے میں تھے جس سے میں صلح کرتا، اس سے وہ بھی صلح کرتے اور جس سے میں جنگ کرتا اس سے وہ بھی جنگ کرتے لیکن میں نے خلافت کو صرف رضائے الٰہی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خونریزی سے بچانے کے لیے چھوڑا۔ (مستدرک حاکم جلد۔ ۳، ص۔ ۱۱۷)

کچھ منافق اور دو منہ والوں کو چھوڑ کر جنھوں نے آپ کو دھوکہ دیا، پوری فوج کٹ مرنے کو تیار تھی۔ ابو عریک کا قول ہے کہ ہم بارہ ہزار لوگ حضرت حسنؓ کے مقدمۃ الجیش میں کٹ مرنے کو تیار تھے۔ شامیوں کو شکست دینے کی خاطر ہماری تلواروں سے خون ٹپک رہا تھا۔ جب ہم لوگوں کو صلح کی اطلاع ملی تو غیظ و غضب کی وجہ سے ایسا لگتا تھا جیسے ہماری کمر ٹوٹ گئی ہو۔ صلح کے بعد جب امام حسن کوفہ آئے تو ابو عامر سفیان نے غصہ میں آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا یا مذلل المؤمنین! یعنی اے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والے آپ پر سلام ہو۔ جواب میں اس صبر و تحمل کے پیکر نے کہا۔ کیوں؟ ابو عامر! ایسا نہ کہو۔ میں نے مسلمانوں کی تذلیل کی خاطر ایسا نہیں کیا۔ میں نے سلطنت کو مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کی خاطر چھوڑا ہے۔

امام نووی کا قول ہے کہ امام حسن کے ہاتھ پر چالیس ہزار سے زیادہ لوگوں نے بیعت کی تھی اور آپ سات مہینوں تک حجاز، یمن، عراق اور خراسان وغیرہ کے خلیفہ بنے رہے اس کے بعد حضرت معاویہؓ شام سے ان کا مقابلہ کرنے نکلے۔ جب دونوں قریب ہوئے تو امام حسن نے اندازہ لگالیا کہ جب تک مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت قتل نہ ہو جائے گی۔ تب تک طرفین میں سے کسی بھی جماعت کو فتح حاصل نہ ہوگی۔ اس لیے آپ چند شرطوں کے ساتھ حضرت معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے اور اس طرح

Marfat.com

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ معجزہ ظہور پذیر ہوا کہ "میرا یہ فرزند سید ہے اور اللہ پاک اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو فریقوں میں صلح کرائے گا۔ (تہذیب الاسماء والصّفات، نووی جلد۔ا،ص۔۱۵۹)

حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام حسن اتنے امن پسند، نرم دل اور نرم خو تھے کہ انھوں نے پہلے ہی دن یہ طے کر لیا تھا کہ اگر بغیر کسی کشت وخون کے حضرت معاویہؓ ان کا حق مان لیتے ہیں اور ان کو ان کا مقام حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اسے لے لیں گے۔ ورنہ وہ خلافت کی خاطر مسلمانوں کا کشت وخون نہ ہونے دیں گے۔ طبری کا قول ہے کہ حسن کے ساتھ چالیس ہزار افراد تھے لیکن آپ جنگ نہ کرنا چاہتے تھے۔ آپ کا خیال تھا کہ معاویہؓ سے کچھ مقرر کروا کر دستبردار ہو جانا مناسب ہے۔ (طبری ص۔ا)

یہی وجہ ہے کہ آپ نے بیعت لیتے وقت ہی اپنے مقصد کی طرف اشارے کر دیے تھے۔ زہری کا قول ہے کہ حضرت حسن نے جب عراقیوں سے بیعت لی تھی تو اسی وقت یہ شرط لگا دی تھی کہ تم کو مکمل طور پر میرے احکامات بجالانا ہوگا یعنی جس سے میں لڑوں گا اس سے لڑنا ہوگا اور جس سے میں صلح کروں گا اس سے تمھیں بھی صلح کرنی ہوگی۔ اس شرط سے عراقی اسی وقت کھٹک گئے تھے اور آپس میں کہنے لگے تھے کہ یہ آدمی ہمارے کام کا نہیں ہے اور یہ جنگ کرنا نہیں چاہتا اور اس کے بعد آپ زخمی کر دیے گئے۔ (ابن عساکر جلد۔۴،ص۔۲۲)

امام حسن نے اپنے گھر والوں پر بھی اپنا یہ خیال ظاہر کر دیا تھا۔ ابن جعفر کا قول ہے کہ ایک دن صلح سے پیشتر میں امام حسن کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ جب میں چلنے کے لیے اٹھا تو آپ نے میرا دامن کھینچ کر پھر بٹھا لیا اور کہا میں نے ایک بات طے کر لی ہے، امید ہے کہ تم اس سے اتفاق کرو گے۔ ابن جعفر نے کہا، کون سی بات ہے۔ فرمایا کہ میں خلافت سے دستبردار ہو کر مدینہ جانا چاہتا ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ فتنہ مسلسل بڑھتا جا رہا ہے۔ خون کی ندیاں بہہ چکی ہیں۔ اعزہ واقرباء میں، دوستوں اور رشتہ داروں کے لیے کوئی محبت باقی نہیں رہ گئی ہے۔ راستے پر خطر ہیں۔ حدودِ سلطنت بے کار ہو گئی ہیں۔ ابن جعفر نے جواب دیا کہ اللہ پاک آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی خیر خواہی کا اچھا عوض دے۔ اس کے بعد

Marfat.com

جب آپ نے حضرت حسین کے سامنے یہی تجویز رکھی تو انھوں نے کہا کہ خدارا آپ علی کی تکذیب کر کے معاویہ کی سچائی کو تسلیم نہ کیجیے۔ آپ نے حضرت حسین کو ڈانٹا کہ تم ابتدا ہی سے میرے ہر خیال کی تردید کرتے چلے آ رہے ہو۔ میں طے کر چکا ہوں کہ تم کو فاطمہ کے مکان میں بند کر کے اپنا مقصد پورا کرلوں۔ حسین نے بھائی کے سخت تیور دیکھ کر کہا کہ آپ علی کے بڑے فرزند اور خلیفہ ہیں جو رائے آپ کی ہے وہی رائے میری ہے۔ آپ جو مناسب سمجھیں وہی کریں۔ اس کے بعد آپ نے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔

مندرجہ بالا سطور میں جو رقم کیا گیا ہے، اس سے عیاں ہے کہ دستبرداری میں فوج کی کمزوری وغیرہ کا سوال زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ آپ کو اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ جب تک ہزاروں مسلمانوں کی جانیں نہ چلی جائیں گی تب تک کوئی فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ آپ نے دیکھا تھا کہ جمل سے لے کر متواتر خون کی ندیاں بہتی چلی آ رہی تھیں۔ لہٰذا آپ نے خلافت سے دستبردار ہو کر مدینہ میں بقیہ زندگی گزارنا مناسب سمجھا۔

اسد الغابہ میں حضرت امراؤالقیس کے سلسلے میں کسی قطعۂ ارض سے اپنا حق سمجھتے ہوئے دستبرداری کے صلہ میں جنت کی بشارت الصادق والمصدوق نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی دیے جانے پر ایک حدیث مروی ہے۔ حدیث ملاحظہ ہو۔ ایک مرتبہ حضرت امرؤالقیس اور ربیعہ بن عبدان کے مابین زمین کے ایک ٹکڑے کی بابت نزاع ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ آپؐ نے اس مقدمہ کے مدعی حضرت ربیعہ سے ثبوت پیش کرنے کو کہا اور فرمایا کہ اگر تم ثبوت پیش کرنے سے قاصر رہے تو میں امرءالقیس کے حق میں ان سے قسم لے کر فیصلہ کر دوں گا۔ ربیعہ نے کہا کہ اگر وہ حلف لے لیں تو میری زمین تو مفت میں چلی جائے گی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مالی منفعت کے حصول کی خاطر قسم کھائے گا تو وہ اللہ پاک سے اس حالت میں ملے گا کہ اللہ پاک اس سے ناراض ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت امرءالقیس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر کوئی شخص اپنا حق سمجھتے ہوئے اس سے دستبردار ہو جائے تو اس کو اجر میں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا، جنت! آپؐ کی اس بشارت کو سن کر حضرت امرءالقیس نے عرض کیا کہ تو میں اس

Marfat.com

زمین کے حق سے دستبردار ہوتا ہوں۔ (اسد الغابہ جلد۔۵،ص۔۱۱۵، وسیر الصحابہ از معین الدین احمد ندوی جلد۔۷۔ص۔۱۰۱)

حدیث مرقومہ بالا میں بات صرف ایک قطعۂ ارض کی تھی اور یہاں تو سیدنا و مطاعنا حضرت امام حسن نے ایک وسیع و عریض مملکت سے اس پر اپنا حق سمجھتے ہوئے، محض مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی خاطر، دستبرداری کی۔ واقعتاً و حقیقتاً اس مملکت پر آپ ہی کا حق تھا۔

واضح ہو کہ مذکورہ بالا حدیث میں جن امرء القیس کا تذکرہ ہے وہ امرء القیس ابن عابس ابن منذر ابن امرء القیس ہیں۔

امام حسن اور عقیدہ کی پختگی و صفائی

مذہب کی بنیاد عقیدہ کی صفائی پر ہے۔ اگر اس میں کوئی کمی یا کمزوری آئی تو مذہب کی عالیشان عمارت میں زلزلہ آ جاتا ہے۔ امام حسن عقیدہ کی صفائی کا سدا خیال رکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ کافی متصلّب اور سخت تھے۔ حضرت علی کے متبعین میں ایک فریق ایسا بھی تھا جس کا یہ عقیدہ تھا کہ علی نے عام آدمی کی طرح شہادت نہیں پائی وہ قیامت سے قبل زندہ ہو جائیں گے۔ حسن کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ خدا کی قسم ایسے لوگ شیعہ کبھی نہیں ہو سکتے۔ اگر ہمارا یہ عقیدہ ہوتا کہ آپ ظاہر ہوں گے، تو نہ آپ کی میراث تقسیم کی جاتی اور نہ آپ کی بیویوں کا عقد ثانی ہوتا۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ علی ابن ابی طالب)

امام حسن کی زاہدانہ زندگی

آپ کے معمولات میں عبادت الٰہی کو خاص اہمیت حاصل تھی اور آپ اپنے شب و روز کا بڑا حصہ عبادت و ریاضت میں صرف کرتے تھے۔ حضرت معاویہؓ نے ایک شخص سے آپ کے معمولات اور آپ کے شب و روز کے احوال جاننے کی خواہش ظاہر کی تو اس

Marfat.com

نے بتلایا کہ آپ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک مصلیٰ پر بیٹھے رہتے ہیں۔ پھر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے ہیں اور آنے والوں سے ملاقات کرتے ہیں۔ دن چڑھے چاشت پڑھ کر امہات المومنین کے پاس سلام کرنے جاتے ہیں۔ پھر گھر ہو کر مسجد چلے آتے ہیں۔ (ابن عساکر جلد۔۴، ص۔۲۰۹)

مکہ میں اقامت کے دواران آپ عصر کی نماز باجماعت خانہ کعبہ میں پڑھتے تھے۔ نماز کے بعد طواف کعبہ کرتے تھے۔ ابوسعید کا قول ہے کہ ایک دن حسن و حسین نے امام حرم کے ساتھ نماز پڑھی۔ لوگوں کو جب اس بات کا علم ہوا کہ آپ لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں تو پروانوں کی طرح آپ پر ٹوٹ پڑے اور بھیڑ کی وجہ سے راستہ بند ہو گیا۔ حسین اس بھیڑ میں پھنس گئے۔ حسن نے رکانی کی مدد سے انھیں بھیڑ سے نکالا۔ امام حسن نے ایک تختی پر سورہ کہف لکھوا رکھی تھی اور سوتے وقت روزانہ اس کی تلاوت کرتے تھے اور اس کو بیویوں کے پاس لے جاتے تھے۔ (ابن عساکر جلد۔۴، ص۔۲۱۲، ۲۱۴) آپ نے متعدد حج پیدل کیے۔ آپ فرماتے تھے کہ مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میں اس سے ملوں اور اس کے گھر تک پیدل نہ گیا ہوں۔ (تہذیب الاسماء علامہ نووی جلد۔۱، ص۔۱۱۵۸)

امام صاحب کی دوسروں سے ہمدردی اور حاجتمندوں کی حاجت روائی اور آپ کی اجتہادیت

اعلیٰ درجہ کی سخاوت کے ساتھ ساتھ آپ دوسروں کی مدد بھی کرتے تھے۔ آپ اپنا کام چھوڑ کر دوسروں کی ضرورتوں کو پورا کرتے تھے۔ ایک بار ایک شخص نے حسین کے سامنے اپنی کوئی حاجت رکھی۔ آپ نے اعتکاف میں ہونے کی بنا پر اس سے معذرت کر لی اس کے بعد وہ حسن کے پاس گیا۔ آپ بھی اعتکاف میں تھے لیکن آپ نے اعتکاف سے نکل کر اس کی حاجت پوری کر دی اور فرمایا کہ فی سبیل اللہ حاجتمند کی حاجت روائی کرنا میری رائے کے مطابق ایک ماہ کے اعتکاف سے بڑھ کر ثواب کا کام ہے۔ (ابن عساکر جلد ۴ ص۔۲۱۴ تذکرۂ حسین)

Marfat.com

ایک دن آپ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ اسی حالت میں ایک شخص نے اپنی کسی حاجت کی تکمیل کے لیے آپ کو لے جانا چاہا۔ آپ طواف چھوڑ کر اس کے ساتھ چلے گئے اور جب اس کی ضرورت پوری ہوگئی تو آپ لوٹ آئے۔ کسی حاسد نے اعتراض کیا کہ آپ طواف چھوڑ کر اس کے ساتھ چلے گئے تو آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ ''جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے جاتا ہے اور اس کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو اس جانے والے کو ایک حج کا اور ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے اور اگر اس کی ضرورت کی تکمیل نہیں ہوتی تو ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے۔'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد میں کیوں نہ جاتا؟ میں نے طواف کی جگہ پر ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب حاصل کر لیا اور واپس آ کر طواف بھی کر لیا۔ (ابن عساکر، جلد ۴، تذکرہ حسین)

امام حسن کا تحمل، آپ کا ضبطِ نفس اور آپ کی قوت برداشت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ حسن کو میری شکل و ہیئت ملی ہے۔ حضرت حسن کی شخصیت اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مجسم ثبوت ہے۔ خلافت سے دستبرداری کی تفصیل میں رقم کیا جا چکا ہے کہ حقیقت سے ناواقف حضرات کن کن نامناسب فقروں سے آپ کو مخاطب کرتے تھے۔ کوئی آپ کو مذلل المومنین کوئی مسوّد المومنین اور کوئی عار المومنین کہتا تھا لیکن اس متحمل شخصیت کی پیشانی پر بل تک نہیں آتے تھے اور وہ بڑی نرمی اور سنجیدگی کے ساتھ جواب دیتے تھے کہ میں ایسا نہیں ہوں۔ میں نے مسلمانوں کے کشت و خون کو اچھا نہیں سمجھا اس لیے میں خلافت سے دستبردار ہو گیا۔

مروان ہر جمعہ کے خطبہ میں منبر پر سے اعلانیہ حضرت علی کو سب و شتم کیا کرتا اور برا بھلا کہتا تھا۔ حضرت حسن اس کی دیدہ دلیلی کو اپنے کانوں سے سنتے، چپ رہتے اور کوئی جواب نہ دیتے تھے۔ ایک بار اس نے آپ کے پاس ایک شخص کی زبانی بہت بری بری باتیں کہلا بھیجیں۔ آپ نے ان کو سن کر صرف اتنا جواب دیا کہ اس سے کہہ دینا کہ اللہ کی قسم میں اس کو برا بھلا کہہ کر اس پر بری باتوں کے داغ نہ مٹاؤں گا۔ ایک دن ہم اور وہ دونوں خدا

Marfat.com

کے سامنے حاضر ہوں گے۔ اگر وہ سچا ہوا تو خدا اس کو اس کی سچائی کا بدلہ دے گا اور اگر وہ جھوٹا ہوا تو خدا بہت سخت بدلہ لینے والا ہے۔ (تاریخ الخلفاء، علامہ سیوطی ص۔۱۸۹)

ایک بار حضرت حسن اور مروان میں کوئی بات چیت ہو رہی تھی۔ مروان نے آپ کے متعلق آپ کے منہ پر بہت سخت الفاظ استعمال کیے لیکن آپ ان کو سن کر خاموشی سے پی گئے۔ (تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی ص۔۱۸۹)

اس غیر معمولی قوت برداشت کا اثر مروان کے ایسے ظالم، سخت مزاج اور پتھر دل رکھنے والے شخص پر بھی پڑا۔ وہ حسن کے انتقال پر آپ کے جنازے پر روتا تھا۔ حضرت حسین نے کہا کہ اب کیوں رو رہا ہے؟ تو نے ان کے ساتھ کیا کیا نہیں کیا؟ اس نے ایک پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں نے جو کچھ کیا، وہ اس سے زیادہ حلیم، وزنی اور امن پسند مزاج کے ساتھ کیا۔ (تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی ص۔۱۸۹)

آپ کی زبان اقدس کبھی کسی کڑوے اور نامہذب جملے سے آلودہ نہیں ہوئی۔ آپ بہت غصہ کی حالت میں بھی تیری ناک خاک آلود ہو۔ سے زیادہ کچھ نہ کہتے جو عربی زبان میں بہت معمولی سا جملہ ہے۔ حضرت معاویہؓ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حسن کی ناپسندیدگی کے اظہار کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ ایک بار ان میں اور عمرو ابن عثمان کے مابین ایک قطعہ آراضی کے متعلق نزاع ہو گیا اور آپ نے مصالحت اور ثالثی کی بات رکھی اور بیچ کا ایک راستہ نکالا لیکن عمرو نے اس کو منظور نہیں کیا تو ان کی اس نامنظوری سے حضرت حسن کو غصہ آ گیا اور انھوں نے جھنجھلا کر کہا کہ ان (عمرو) کی ناک خاک آلود ہو۔ (یعقوبی حصہ ۱۲۔ص۔۲۸۹)

امام حسن کی عظمت و رفعت

حضرت حسن و حضرت حسین کی شخصیات رفعت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے غیر معمولی محبت اور پیار آپ کی عظمت کو سنہرا باب ہے۔ حدیث و سیرت کی کتابوں میں مناقب حسنین کے ابواب دونوں کے مناقب سے

Marfat.com

بھرے ہوئے ہیں۔ان میں سے کچھ تحسینی فقرے درج ذیل سطور میں نقل کیے جاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں سے محبت تھی لہٰذا کچھ ذاتی عظمت و رفعت اور علم کی بلندی کے علاوہ عام طور پر دونوں کے بلند مقام کو ظاہر کرنے والے جملے ایک سے ہیں۔ لہٰذا دونوں کے عظیم اور رفیع مراتب کے متعلق کچھ اقوال ذیل میں رقم کیے جاتے ہیں۔

امام حسن و حضرت حسین کے اختصاصات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ محبت امام حسن و امام حسین سے تھی۔حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ مجھے گھر والوں میں حسن و حسین سب سے زیادہ محبوب ہیں۔(ترمذی فضائل حسن و حسین)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پاک سے بھی ان دونوں سے محبت کرنے کی دعا کرتے تھے۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک بار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قینقاع کی بازار سے لوٹا تو آپؐ حضرت فاطمہ کے گھر گئے اور ان سے پوچھا کہ بچے کہاں ہیں؟ تھوڑی دیر میں دونوں بچے دوڑتے ہوئے آئے اور اپنے نانا جان سے لپٹ گئے۔آپؐ نے فرمایا اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں لہٰذا آپ بھی ان کو محبوب رکھیے اور ان سے محبت کرنے والوں کو محبوب رکھیے۔(مسلم شریف کتاب الفضائل۔باب فضائل حسن و حسین)

حضرت ابو ہریرہؓ کا قول ہے کہ میں حسن سے اس لمحہ سے محبت کرتا ہوں جب سے میں نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دیکھا تھا کہ آپ کی متبرک داڑھی میں انگلیاں ڈال رہے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مبارک و مقدس زبان ان کے منہ میں دے کر فرمارہے تھے کہ اے اللہ میں ان کو محبوب رکھتا ہوں۔لہٰذا آپ بھی ان کو محبوب رکھیے (مستدرک حاکم حصہ ۳ فضائل حسن) آپ حضرت حسن کو اپنے کاندھے پر سوار کرکے خدا سے دعا کرتے تھے کہ اے خدا میں ان کو محبوب رکھتا ہوں آپ بھی انھیں محبوب رکھیے۔(ترمذی فضائل حسن و حسین)

Marfat.com

حسن حسین نماز پڑھنے کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچوں کی سی شوخیاں کرتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں نہ روکتے تھے اور نہ ان کی شوخیوں پر ناراض ہوتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے وقت رکوع میں جاتے تو حسن حسین آپؐ کی ٹانگوں کے بیچ گھس جاتے اور آپؐ ان دونوں کے لیئے ٹانگیں پھیلا کر راستہ بنا دیتے۔ (تہذیب التہذیب جلد۔۲، ص۔ ۲۹۶) آپ سجدہ میں ہوتے تو دونوں آپؐ کی مقدس پیٹھ پر بیٹھ جاتے آپ اس وقت تک سر نہ اٹھاتے جب تک یہ دونوں خود سے نہ اٹھ جاتے۔ (اصابہ جلد دوم تذکرہ حسن)

آپؐ ان کو کاندھوں پر سوار کر کے نکلتے۔ ایک بار حضرت حسن کو کاندھے پر لے کر نکلے تو ایک شخص نے کہا کہ صاحبزادے کیا اچھی سواری ہے۔ آپؐ نے فرمایا سوار بھی تو اچھا ہے۔ (ترمذی مناقب الحسن والحسین)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی دونوں کو چادر میں چھپائے ہوئے نکلتے۔ اُسامہ ابن زید سے مروی ہے کہ ایک بار وہ شب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی ضرورت سے گئے۔ آپؐ کوئی چیز چادر میں چھپائے ہوئے تشریف لائے جب ان کی ضرورت پوری ہوگئی تو انھوں نے آپؐ سے پوچھا کہ آپ چادر میں کیا چھپائے ہوئے ہیں تو آپؐ نے چادر ہٹا دی تو اس سے حسن حسین نکل آئے اور آپؐ نے فرمایا یہ دونوں میری بچی کے بچے ہیں۔ اے اللہ میں ان دونوں کو پسند کرتا ہوں اور آپ بھی ان کو محبوب رکھنے والوں کو محبوب رکھیے۔ (ترمذی مناقب الحسن والحسین) حسن وحسین دونوں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جزو تھے جیسا کہ ماقبل میں مرقوم ایک حدیث میں نقل کیا جاچکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں جو شخص حسین کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ پاک اس کو دوست رکھتا ہے۔ حسین اسباط میں کے ایک سبط (نواسے) ہیں۔ (ترمذی مناقب الحسن والحسین)

حسن حسین کو آپؐ جنت کا کھلا ہوا پھول فرماتے تھے۔ ابن عمر کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ حسن وحسین جنت کے میرے دو پھول ہیں۔ (بخاری

Marfat.com

کتاب المناقب باب مناقب الحسن والحسین)

حسن و حسین نواجوانان جنت کے سردار ہیں۔ حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ ایک بار میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب وعشاء کی نمازیں پڑھیں۔ عشاء کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے چلے تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ میری آہٹ سن کر آپؐ نے فرمایا کون حذیفہ؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا خدا تمھیں اور تمھاری ماں کو بخش دے۔ تم کو کچھ کام ہے؟ دیکھو ابھی ایک فرشتہ زمین پر اترا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں اترا تھا۔ اس کو خدا نے اجازت دی ہے کہ وہ مجھے سلام کرے اور یہ خوش آیند خبر دے کہ فاطمہ جنتی خواتین کی سردار ہیں اور حسن و حسین نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔ (ترمذی باب مناقب الحسن والحسین)

امام حسن اور ان کے محترم والد کے بارے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خوش آیند اقوال

مرقومہ بالا فضائل کے علاوہ حسن کے کچھ ذاتی فضائل اور ہیں جو انھیں حسین سے علحدہ تشخص عطا کرتے ہیں۔ ان میں سے سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ آپؐ نے حضرت حسن کے بارے میں فرمایا کہ "میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ پاک اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا" (مستدرک حاکم حصہ ۳ فضائل حسن) حضرت معاویہؓ سے صلح کر کے حضرت حسن نے اس پیشین گوئی کو عملی جامہ پہنا دیا اور آپ کے ہاتھوں اس کی تصدیق ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ حسن کو میرا علم عطا کیا گیا ہے۔

ایک موقع پر آپؐ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین کے بارے میں فرمایا تھا کہ میں ان سے جنگ کروں گا جو ان سے جنگ کرے گا اور جو ان سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا۔ (ترمذی حصہ ۲ ص۔۳۰۴ حدیث نمبر ۲۶۱۷ اور المشکوٰۃ ص۔۵۷۰)

Marfat.com

مباہلہ کی آیت کے نزول پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم علی، فاطمہ، حسن وحسین کو اپنے ساتھ لے گئے تھے اور آپؐ نے فرمایا تھا کہ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ حضرت سعد ابن وقاص نے روایت کی ہے کہ جب پارہ ۳ سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۶۱ نازل ہوئی کہ جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں یقینی علم کے بعد آپ سے بحث ومباحثہ کریں تو آپ اُن سے کہہ دیجیے۔ آجاؤ تم بلاؤ اپنے بیٹوں اور اپنی عورتوں کو اور اپنی جانوں کو اور ہم بلائیں اپنے بیٹوں اپنی عورتوں اور اپنی جانوں کو اور پھر ہم مل کر دعا مانگیں کہ خدا کی لعنت اس پر ہو جو دروغ گو اور جھوٹا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ، حسن، حسین اور علی کو **نساء نا وابناء نا وانفسنا** کے تحت اپنے ساتھ لے کر آئے۔ یمن کے نجران کے علاقہ سے سواروں کا ایک گروہ آیا ہوا تھا۔ جب انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، علی اور فاطمہ وحسن وحسین کو دیکھا تو نجران کے خاص عالم نے کہا کہ میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ پہاڑ کو اس کے مقام سے ہٹ جانے کا حکم کردیں تو پہاڑ اپنے مقام سے ہٹ جائے گا۔ اگر ہم نے ان سے معاملہ کیا تو روئے زمین پر کوئی بھی عیسائی باقی نہ بچے گا اور انھوں نے آپؐ سے عرض کیا کہ اے ابوالقاسم ہم لوگ مقابلہ نہ کریں گے تب آپ نے ان لوگوں سے دو سو حلّے سالانہ پر صلح کرلی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ ''اگر وہ لعنت کرتے تو اللہ پاک ان کو بندر اور خنزیر بنا دیتے۔'' طبرانی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک تسلسل کے ساتھ نقل کیا ہے کہ اگر وہ مقابلہ کے مقصد سے نکل آتے تو جل کر بھسم ہوجاتے۔ (جلالین ص۔ ۵۳)

آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ اے لوگو! میں نے تمھارے درمیان وہ چھوڑا ہے کہ جب تک تم ان کو پکڑے رہو گے، گمراہ نہ ہوگے۔ کتاب اللہ اور میری عترت یعنی اہل بیت حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن وحسین وفاطمہ وعلی کو اپنے اونی کمبل میں لے کر فرمایا۔ **انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا** (مسلم) پارہ ۲۲ سورہ احزاب آیت نمبر ۳۳۔ المشکوٰۃ ص۔ ۵۶۸) اس سے ملتی جلتی ایک روایت اور ہے جس کی راویہ ام سلمہؓ ہیں۔ (ترمذی جلد۔ ۲، ص۔ ۳۸۷ حدیث نمبر ۱۶۴۳)

Marfat.com

حضرت ابوذرؓ نے باب کعبہ کو پکڑ کر کہا تھا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ فرماتے تھے کہ آگاہ ہو جاؤ تمھارے درمیان میرے گھر والے ہیں جو حضرت نوحؑ کی کشتی کی طرح ہیں جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا۔ (المشکوٰۃ ص۔۵۷۳)

امام حسن کے چند خطبوں کا خلاصہ

نصیحت اور مفید باتوں سے متعلق آپ کے چند خطبے ذیل میں رقم کیے جاتے ہیں:

(۱) ہبیرہ کا قول ہے کہ علی ابن ابی طالب کے انتقال کے بعد امام حسن منبر پر تشریف لائے اور آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! آج رات ہم سے ایک ایسا شخص جدا ہو کر جنت گیا ہے کہ اس کے پہلے والے لوگ اس کے آگے نہیں جا سکے اور نہ آنے والے لوگ اس کو پا سکیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انھیں جب کسی جنگ میں بھیجتے تو ان کو دائیں جانب سے جبرئیل اور بائیں جانب سے میکائیل گھیرے میں لیے ہوتے تھے اور جب تک اللہ پاک ان کو فتح یاب نہ فرما دیتے، تب تک یہ فرشتے واپس نہ جاتے۔ آج ۲۱ رمضان کی شب میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اسی رات حضرت عیسیٰؑ آسمان کی جانب اٹھائے گئے تھے۔ (حلیۃ الاولیاء ابونعیم حصہ ۱، ص۔۶۵)

جب حضرت علیؓ شہید ہوئے تو حضرت حسن نے کھڑے ہو کر سب سے پہلے اللہ پاک کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا تم نے اس رات میں ایک ایسے شخص کا قتل کیا ہے، جس رات میں اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن پاک نازل ہوئی۔ جس رات میں حضرت عیسیٰؑ کو اٹھایا گیا۔ جس رات میں حضرت موسیٰ کے خاص خادم یوشع ابن نون کو شہید کیا گیا اور جس رات میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول کی گئی۔ (منتخب حصہ ۵، ص۔۱۶۱)

طبرانی میں روایت ہے کہ آپ نے مندرجہ بالا خطبہ دینے کے بعد فرمایا کہ جو مجھ سے متعارف ہے وہ متعارف ہے اور جو مجھے نہیں پہچانتا اس سے میں خود اپنا تعارف کراتا ہوں کہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ہوں۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا باپ

Marfat.com

اس لیے کہتا ہوں کیونکہ حضرت یوسفؑ نے حضرت اسحٰق اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کو اپنا باپ کہا تھا۔ حالانکہ یہ دونوں ان کے دادا اور پر دادا تھے پھر حضرت حسن نے قرآن پاک کی کسی سورہ کی ایک آیت پڑھی جس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے والد و دادا کا مذہب اختیار کر رکھا ہے یعنی ابراہیم کا اسحٰق کا یعقوب کا (سورہ یوسف آیت نمبر ۳۸) اور اس کے بعد دوبارہ کلام اللہ سے کچھ اور پڑھنے لگے پھر خدا کے آخری نبی کے مختلف نام لے کر آپ نے فرمایا میں مبشر کا بیٹا ہوں، میں نورٌ من نور اللہ کا بیٹا ہوں، میں خدا کا خوف کھانے والے کا بیٹا ہوں، میں متبرک و مقدس انسان کا بیٹا ہوں۔ میں اللہ کے حکم سے اللہ کی دعوت دینے والے کا بیٹا ہوں، میں رحمۃ للعالمین کا بیٹا ہوں، میں اس خانوادے کا ایک فرد ہوں، جس سے خدا نے رجس اور ناپاکی دور کر دی اور جن کو ہر طرح سے طاہر مطہر بنا دیا۔ میں اس گھرانے کا فرد ہوں جس کی محبت کو اللہ پاک نے لازم قرار دے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ شعراء کی ۲۲ آیتیں اتاری ہیں کہ آپ (ان سے) کہہ دیجیے کہ میں تم سے تعلق اور رشتہ داروں سے محبت کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا۔ طبرانی کی دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان (علی) کو علَم دیا کرتے تھے اور جب گھمسان کی جنگ ہوتی تھی تو جبرئیل ان کے دائیں جانب آ کر جنگ کرتے تھے۔ (طبرانی جلد ۹ ص۔ ۱۴۶) حاکم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے سے ہوں۔ جبرئیل (آسمان سے) اتر کر ہمارے پاس آیا کرتے تھے۔ اسی روایت میں آیت کا یہ حصہ بھی ہے اور جو شخص کوئی نیکی کرے ہم اس میں اور نیکیاں زیادہ کر دیں گے۔ (سورہ شعرء آیت ۔۲۳) یہاں نیکی کا مطلب ہمارے پورے خاندان سے محبت کرنا ہے۔ (المستدرک جلد۔۳، ص۔۱۷۲)

حضرت ابو جمیلہ سے مروی ہے کہ جب حضرت علی کی شہادت کے بعد حضرت حسن خلیفہ بنے تو ایک بار وہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص نے آپ کی ران پر خنجر مارا جس سے آپ زخمی ہو گئے اور کئی ماہ تک مرض گرفتہ رہے۔ صحت مند ہونے پر آپ نے فرمایا۔ اے عراق والو! ہمارے بارے میں اللہ سے خوف کھاؤ۔ ہم تمھارے حاکم

Marfat.com

بھی ہیں اور تمھارے مہمان بھی اور اس خانوادے سے ہیں جس کے بارے میں اللہ پاک نے فرمایا کہ اے اہل بیت! اللہ پاک یہ چاہتے ہیں کہ تم سے رجس ہٹائے رکھیں اور تم کو اندرونی و بیرونی ہر طرح سے پاک وصاف رکھیں۔ (سورہ احزاب آیت۔۳۳) حضرت حسن اس بارے میں کافی دیر تک بولتے رہے یہاں تک کہ مسجد کا ہر شخص روتا ہوا نظر آیا۔ (طبرانی جلد ۹ ص۔۱۷۲)

ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ حضرت امام حسن ان باتوں کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ مسجد کا ہر شخص آواز کے ساتھ رونے لگا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص۔۴۸۶)

حضرت شعبی کا قول ہے کہ جب حضرت معاویہؓ نے حضرت حسن سے نخیلہ مقام پر صلح کی تو حضرت معاویہؓ نے ان سے کہا کہ اب جب کہ صلح کی بات طے ہو ہی گئی ہے تو آپ کھڑے ہو کر اس پر کچھ بول دیجیے اور لوگوں کو بتلا دیجیے کہ آپ خلافت سے دستبردار ہو گئے ہیں اور آپ نے اسے مجھے تفویض کر دیا ہے تو حضرت حسن اٹھے اور منبر پر جا کر آپ نے اولاً اللہ پاک کی حمد وثنا کی بعدہٗ فرمایا کہ سب سے زیادہ سمجھداری تقویٰ اور ضبط نفس ہے اور سب سے بڑی بیوقوفی گناہوں میں ملوث رہنا ہے۔ میرے اور معاویہ کے مابین خلافت کے بارے میں اختلاف رائے تھا۔ خلافت پر یا تو میرا حق ہے یا معاویہ کا، جس سے میں معاویہ کے حق میں دستبردار ہوتا ہوں تا کہ اس امت کا معاملہ باہم ٹھیک ہو جائے اور ان کا لہو محفوظ ہو جائے، لہٰذا اگر کوئی دوسرا شخص خلافت کا اپنے کو مجھ سے زیادہ حقدار سمجھتا ہے تو میں اس کو یہ خلافت سپرد کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے کلام پاک کی سورہ انبیاء سے گیارہویں آیت پڑھی۔ آپ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجیے کہ مجھے یقینی طور سے نہیں معلوم کیا فائدہ ہے، ممکن ہے وہ (مصیبت اور تکلیف میں تاخیر) تمھارے لیے ایک امتحان ہو یا ایک وقت (موت) تک (زندگی) سے نفع اٹھانا ہو۔ (طبرانی جلد۔۴، ص۔۲۰۸)

حضرت شعبی کا قول ہے کہ جب حضرت معاویہ نے حضرت حسن سے صلح کی تو نخیلہ مقام پر امام حسن نے ہمارے درمیان تقریر کی اور کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد وہ کہا جس کا تذکرہ ماقبل میں کیا جا چکا ہے اور آخر میں یہ بھی کہا کہ میں اس پر اپنی تقریر ختم

Marfat.com

کرتا ہوں اور میں اپنے لیے اور تمھارے لیے اللہ پاک سے معافی کا خواستگار ہوں۔ (حاکم جلد۔۲، ص۔۱۷۵)

حضرت حسن نے اپنی محولہ بالا تقریر میں یہ بھی فرمایا کہ "اے لوگو! اللہ پاک نے ہمارے آگے والوں یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمھیں راہ دکھلائی اور پچھلے یعنی میرے ذریعہ تمھارے خون کی حفاظت کی۔ اس خلافت کی ایک متعین مدت ہے اور اس دنیا کا سارا عیش و آرام آنے جانے والی شئ ہے یہ کبھی کسی کے پاس ہوتا ہے اور کبھی کسی اور کے پاس۔ اللہ پاک نے اپنے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اور آپ نے سورہ انبیاء کی آیت ۱۱۱ تلاوت فرمائی جس کا تذکرہ ماسبق میں کیا جا چکا ہے۔

امام حسن اور قرآن پاک کی تفسیر میں آپ کا ملکہ و مہارت

ابن ابی طلحہ شافعی نے وصیت واحدی کے ذریعہ کی گئی قرآن کی تفسیر و توضیح کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک شخص نے ابن عمر اور ابن عباس سے آیت ایھا النبی وما ارسلناکم الّاشاھدا و مبشرا ونذیرا (اے نبی ہم نے آپ کو شاہد و مبشر و نذیر بنا کر بھیجا) میں واقع شاہد و مبشر کی بابت اور شاہد و مشھود کے بارے میں سوال کیا۔ تو ابن عباس نے شاہد کا مطلب یوم الجمعہ اور مشھود کا مطلب عرفہ کا دن بتلایا اور ابن عمر نے یوم الجمعہ اور نحر (قربانی) کے دن بتلائے۔ ان دونوں کے بعد اس شخص نے حضرت امام حسن کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے ان دونوں لفظوں کے مطالب معلوم کیے تو آپ نے شاہد سے اللہ پاک کے آخری پیغمبر اور مشھود سے قیامت کا دن بتلایا اور وجہ بتلاتے ہوئے آپ نے پڑھا، "ذالك یوم مجموع یبین الناس و ذالك یوم مشھود" قیامت کا دن وہ ہوگا جس میں تمام لوگ ایک مقام پر اکٹھا کیے جائیں گے اور یہی یوم المشھود ہے۔ سائل نے ان تینوں علماء کے جوابات سماعت کر کے کہا کہ امام حسن کا جواب ان دونوں سے بہتر ہے۔

Marfat.com

کچھ دلچسپ سوالات اور ان کے امام حسن کے ذریعہ جوابات

امام صاحب کی جانب بہت سے ایسے سوالات کے جوابات منسوب ہیں جو کافی دلچسپ ہیں ان میں چند درج ذیل ہیں۔

ایک بار حضرت علی رحبہ نامی مقام پر بیٹھے ہوئے تھے اور اس وقت امام حسین و امام حسن بھی آپ کے پاس حاضر تھے۔ ایک شخص نے آ کر حضرت علی سے کہا کہ میں آپ کی رعایا ہوں اور آپ کی مملکت کا ایک باشندہ ہوں۔ حضرت علی نے فرمایا کہ تو جھوٹا ہے تو نہ میری رعایا ہے اور نہ میری حدود مملکت میں رہنے والا ہے بلکہ تو روم کے بادشاہ کا فرستادہ ہے۔ تجھے معاویہ نے کچھ مسائل کے حل کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ اس نے کہا درست ہے اور واقعتاً معاویہ ہی نے آپ کے پاس بھیجا ہے اور یہ بات خدا کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ آپ کو خوش آمدید ہے کہ آپ نے یہ بات معلوم کر لی۔ آپ نے فرمایا اچھا تم ان سوالات کے جوابات ان دونوں بچوں میں سے کسی سے معلوم کر لو۔ وہ امام حسن کی جانب متوجہ ہوا تا کہ وہ سوالات آپ کی خدمت میں پیش کر کے، ان کے جوابات معلوم کرے۔ اس کے سوالات مندرجہ ذیل تھے۔

۱۔ صدق و کذب میں کتنا فرق ہے؟

۲۔ زمین و آسمان میں کتنی دوری ہے؟

۳۔ مشرق و مغرب میں کتنا فاصلہ ہے؟

۴۔ قوسِ قزح کیا ہے؟

۵۔ مخنث یعنی خنثیٰ مشکل کون ہے؟

۶۔ وہ دس چیزیں کون سی ہیں جن میں سے ہر ایک دوسرے سے سخت ہے؟

آپ نے فرمایا کہ تیرے اس سوال کا جواب کہ صدق و کذب میں کیا فرق ہے۔ یہ ہے کہ دونوں کے مابین چار انگل کا فرق ہے۔ اکثر و بیشتر آنکھوں دیکھی بات کو سچ اور کانوں کے ذریعہ سنی بات کو غلط سمجھا جاتا ہے۔

آسمان کی دوری اتنی ہے کہ مظلوم کی آہ اور آنکھوں کی روشنی وہاں تک پہنچ جاتی

Marfat.com

ہے۔ زمین و آسمان میں اتنا بعد ہے کہ اس کو سورج ایک دن میں طے کر لیتا ہے اور قوسِ قزح حقیقتاً ایک علامت ہے کہ وہ روزی میں فراوانی اور زمین والوں کے لیے بارش کی علامت ہے۔ اگر وہ خشک موسم میں نظر آئے تو بارش ہونے کا اعلان ہے اور اگر بارش میں دکھائی پڑے تو وہ بارش ختم ہونے کی نشانی ہے۔

خنثیٰ مشکل وہ ہے جس کے بارے میں یہ نہ معلوم ہو کہ وہ مرد ہے یا عورت یعنی اس میں مرد اور عورت دونوں کی علامات ہوں تو اس کے بارے میں فیصلہ سے قبل معائنہ کریں۔ اگر اس کو احتلام ہو تو مرد ہے اور اگر ماہواری ہو جائے یا پستان ابھر آئیں تو عورت ہے اور اگر اس میں ان میں سے کچھ نہ ہو تو دیکھو کہ پیشاب کی دھار سیدھی جاتی ہے یا نہیں اگر سیدھی جاتی ہے تو وہ مرد ہے ورنہ عورت ہے۔

وہ دس اشیاء جن میں سے ایک دوسرے سے طاقتور ہے مندرجہ ذیل ہیں:

اللہ پاک نے سب سے سخت پتھر کو بنایا ہے لیکن اس سے بھی زیادہ سخت لوہا ہے جو پتھر کو بھی کاٹ دیتا ہے اور اس سے طاقت ور آگ ہے جو لوہے کو بھی پگھلا دیتی ہے۔ آگ سے زیادہ طاقتور پانی ہے جو آگ کو بجھا دیتا ہے اور اس سے زیادہ طاقتور بادل ہے جو پانی کو اپنے کاندھوں پر لیے لیے گھومتا ہے اور اس سے زیادہ طاقت والی ہوا ہے جو بادل کو اڑائے ہوئے پھرتی ہے اور ہوا سے زیادہ طاقتور وہ فرشتہ ہے جو ہوا پر حکومت کرتا ہے اور اس سے بھی زیادہ طاقتور فرشتۂ اجل ہے جو ہوا کے فرشتہ کی جان نکال لے گا اور فرشتۂ اجل سے بھی زیادہ طاقتور موت ہے جو اس کو بھی پچھاڑ دے گی اور موت سے زیادہ وہ قوت والا خدا ہے جو موت کو حکم دیتا ہے۔

حضرت حسن کے مندرجہ بالا جوابات سن کر وہ شخص حیرت زدہ رہ گیا۔ حضرت امام حسن اپنے والد کی طرح مشکل سے مشکل مسائل کو حل کرنے میں ماہر تھے۔ ایک بار روم کے والی نے سوال کیا کہ کون سے جانور ایسے ہیں جو ماں کے پیٹ سے متولد نہیں ہوئے۔ امام حسن نے اس سوال کا یہ جواب دیا کہ ایسے جانور سات ہیں۔

۱۔ آدم

Marfat.com

۲۔ حوّا

۳۔ حضرت ابراہیم کا دنبہ

۴۔ حضرت صالح کی اونٹنی

۵۔ ابلیس

۶۔ حضرت موسیٰ کا اژدھا

۷۔ وہ کوّا جس سے قابیل نے ہابیل کو دفن کرنے کا طریقہ سیکھا تھا۔

فن خطابت اور فن شاعری

حضرت حسن کو قرآن و حدیث اور فقہ کے ساتھ ساتھ اس زمانہ کے مروجہ علوم میں مہارت تامّہ حاصل تھی۔ خطابت اور شاعری اس وقت کے اہم فنون میں شمار کیے جاتے تھے۔ حضرت حسن خطابت میں سب سے زیادہ ماہر تھے۔ حضرت علی کے فرزند تھے جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ **"انا بیت العلم و علی بابھا"** یعنی میں علم کا گھر ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں۔ (المشکوٰۃ ص۔۵۶۴) آپ کو فن خطابت اپنے والد مرحوم سے وارثت میں ملا تھا اور خطابت کی لیاقت اور اس کی خوبیاں آپ میں بچپن ہی میں ودیعت کر دی گئی تھیں۔

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امام حسن

اصحاب رسولؐ حضرت حسن و حضرت حسین کے ساتھ بہت زیادہ محبت اور احترام سے پیش آتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی کا قول ہے کہ ہم لوگ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت ام ایمن آپؐ کے پاس آئیں اور انھوں نے آپ سے عرض کیا کہ حسن و حسین کہیں کھو گئے ہیں۔ اس وقت دن چڑھ چکا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اٹھو اور میرے دونوں فرزندوں کو ڈھونڈو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا حکم کو سن کر حاضرین میں سے

Marfat.com

ہر ایک امام حسن کو ڈھونڈھنے کے لیے نکل پڑا۔ حضرت سلمان فارسی جن کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "سلمان منّا من اھل بیت "سلمان ہم میں سے ہیں۔ ہمارے گھر والے ہیں۔ اُسی راہ پر چل کر نکلے جدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تھے۔ آپؐ ایک پہاڑ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ حسن و حسین ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے کھڑے ہیں اور ان کے قریب ایک کالا ناگ اپنی دم پر کھڑا ہوا ہے جس کے منہ سے شعلے نکل رہے ہیں۔ ممکن ہے وہ خدا کی جانب سے بھیجا ہوا ناگ ہو جو ان دونوں کی حفاظت پر تعینات ہو اور دونوں کو آگے بڑھنے سے روکنے کی خاطر بھیجا گیا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے ناگ کی طرف بڑھے۔ اس ناگ نے آپ کی طرف مڑ کر دیکھا اور چل دیا اور ایک بل میں گھس گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسن و حسین کے پاس تشریف لے گئے اور دونوں کو ایک دوسرے سے علاحدہ کیا اور دونوں کے منہ پر اپنے دست ہائے مبارک پھیرے اور فرمایا میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں تم دونوں اللہ پاک کے یہاں کتنے معزز ہو۔ پھر آپ نے ایک کو دائیں کاندھے پر اور دوسرے کو بائیں کاندھے پر بٹھلا لیا میں نے کہا کہ تم دونوں کو مبارکباد ہو کہ تمھاری سواری کتنی بہترین ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں سوار بھی عمدہ ہیں اور ان کے باپ بھی بہترین ہیں۔ (حیات الصحابہ حصہ ۲، ص۔ ۸۷۰، ۸۶۹۔ طبرانی جلد۔ ۹، ص۔ ۱۸۲ کنز جلد۔ ۷، ص۔ ۱۰۷)

مؤذنِ رسول حضرت بلالؓ ابن رباح اور ان کی آخری اذان

مؤذنِ رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ بہت دنوں سے ملک شام میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ انھوں نے ایک شب خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ فرمارہے ہیں کہ "بلال یہ خشک اور بے مزہ زندگی کب تک؟ کیا تمھارے لیے وقت نہیں آیا کہ تم ہمارا دیدار کرو۔" اس خواب کو دیکھ کر بلال تڑپ اٹھے۔ ان کو وہ دن یاد آ گئے جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے اور اسی لمحہ مدینہ کی جانب چل دیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر تڑپنے لگے۔

Marfat.com

آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر کے ٹکڑوں حسن وحسین کو اپنے سینہ سے چمٹائے ہوئے پیار کر رہے تھے۔ مدینہ والوں نے بہت خواہش ظاہر کی کہ بلالؓ آج آپ اتفاقاً اچانک مدینہ تشریف لائے ہیں۔ آج آپ اذان دیجیے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد کے کچھ لمحات لوٹ آئیں لیکن بلالؓ اذان دینے کو تیار نہ ہوئے بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں حسن وحسین نے عرض کیا، ''چچا جان صبح کی اذان آج آپ دیں گے۔ حالانکہ آپ طے کر چکے تھے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اذان نہ دیں گے لیکن آپ جنت کے دو پھولوں کی خواہش کو نہ ٹال سکے۔ صبح کے وقت مسجد کی چھت پر چڑھ کر جیسے ہی آپ نے بلند آواز سے اذان شروع کی۔ پورا مدینہ گونج اٹھا۔ واحدانیت کے اعلان نے سارے مدینہ کے منظر کو جذباتی بنا دیا اور پوری فضا عالی شان بن گئی لیکن جب آپ نے رسالت کی تصدیق کرتے ہوئے اشهد ان محمد الرسول اللّٰه کہا تو خواتین تک بے قابو ہوکر باہر نکل پڑیں۔ عاشقین محمدؐ کا گلا آنسوؤں سے رندھ گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ ایسا منظر مدینہ نے کبھی نہ دیکھا تھا، سامعین کی آنکھوں کے سامنے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس عہد آ گیا۔ ساکنین مدینہ جتنا اس وقت روئے اتنا حضورؐ کے پردہ فرمانے کے بعد کبھی نہ روئے تھے۔ (سیر اعلام حصہ ا ص۔ ۳۵۸ و اسد الغابہ حصہ ا ص۔ ۲۴۵)

واضح ہو کہ حضرت بلالؓ نے ایک بار اذان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی درخواست پر دی تھی واقعہ ملاحظہ ہو، ''ایک دن بیت المقدس میں نماز کے وقت عمرؓ نے بلال سے درخواست کی آج اذان دو۔ بلال نے کہا میں عزم کر چکا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے اذان نہ دوں گا۔ لیکن آج (اور صرف آج) آپ کا ارشاد بجالاؤں گا۔ اذان دینی شروع کی تو تمام صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک یاد آ گیا اور رقت طاری ہوگئی۔ ابوعبیدہ اور معاذ ابن جبل روتے روتے بے تاب ہو گئے اور حضرت عمر کو ہچکی لگ گئی۔ دیر تک یہ اثر رہا۔ (الفاروق ص۔ ۱۴۳، ۱۴۴)

سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک دن حضرت بلالؓ نے اذان کہی اور اس کے بعد کسی کام سے باہر تشریف لے گئے۔ واپسی پر فجر کا وقت آ گیا۔ حضرت بلالؓ

Marfat.com

حضرت علیؓ کے گھر کے پاس پہنچے تو آپ کے کانوں میں حضرت حسین کے رونے کی آواز آئی۔ حضرت بلال نے اسی لمحہ حضرت فاطمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ حسین کو بہلا یئے اس طرح حضرت بلال کو چند لمحات کے لیے رکنا پڑا۔ جب آپ مسجد پہنچے تو اقامت ہو چکی تھی۔ نماز کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال سے تاخیر کی وجہ پوچھی تو بلالؓ نے پوری روئداد سنا دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے فاطمہ پر کرم کیا اور اللہ پاک تم پر رحم فرمائیں چونکہ اہل بیت نبی بالخصوص حضرات حسن و حسین و فاطمہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کے سیاق و سباق میں حضرت بلال کا نام کئی بار آیا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہیں پر چند سطور حضرت بلال ابن رباح کے بارے میں بھی حوالۂ قرطاس کر دی جائیں۔

آپ کا نام بلال ابن رباح ہے۔ آپ حبشی و قرشی ہیں۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی پہلی ملاقات غار حرا میں اس وقت ہوئی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور بلال عبداللہ ابن جدعان کی بکریاں چراتے چراتے وہاں پہنچ گئے تھے۔ آپؐ نے حضرت بلال سے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ حضرت بلال نے عرض کیا۔ میں آپ کے دین کو اچھا پاتا ہوں۔ اس ملاقات کے بعد حضرت بلال کی اتھاہ گہرائیوں میں اسلام داخل ہو گیا تھا چنانچہ ایک روز خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور قریش کے کئی لوگ آپ کے پیچھے تھے۔ جنھیں آپ نے نہ دیکھا تھا۔ آپ نے بتوں کے پاس جا کر ان پر تھوکنا شروع کیا اور فرماتے جاتے تھے۔ جس نے بھی تمھاری عبادت اور پوجا کی وہ نقصان اور خسارہ میں رہا۔ یہ منظر دیکھ کر قریش نے آپ کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن آپ بھاگ نکلے لیکن عبداللہ ابن جدعان نے حضرت بلال کو ان کے حوالہ کر دیا اور تب سے کفار قریش آپ پر ظلم و ستم کرنے لگے۔ آپ کے گلے میں رسّی بندھوا کر لڑکوں کے حوالہ کر دیتے تاکہ وہ آپ کو مکہ کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک گھسیٹتے پھریں۔ چلچلاتی دھوپ میں گرم ریت اور گرم پتھروں پر لٹا کر وزنی پتھر آپ کے سینے پر رکھ دیتے اور آپ سے کہتے کہ اسلام چھوڑ دیں یا موت قبول کریں لیکن

Marfat.com

آپ نے کسی حالت میں اسلام چھوڑنا قبول نہیں کیا اور ''احد احد'' کے سوا کوئی لفظ آپ کی زبان مبارک سے نہ نکلا۔ (سنن ابن ماجہ المقدمہ باب فضل سلمان وابی درداء والمقداد رقم ۱۴۷ ومسند احمد ۴ ۳۶۴ بحوالہ حضرت بلال کے سو قصے۔ مولانا محمد اویس سرور ص۔ ۲۱)

مکہ میں امیہ بن خلف آپ کو بہت تکلیفیں پہنچاتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلال کو اس سے خرید کر آزاد کر دیا۔ حضرت بلال کے بتلانے پر غزوۂ بدر میں انصاری مجاہدین نے پہلے امیہ ابن خلف کے بیٹے کو اور بعد میں اس کو قتل کر دیا۔

حضرت بلالؓ پہلے شخص ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اذان دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے تک مسجد نبوی میں مؤذن رہے۔ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد آپ شام چلے گئے۔ آپ نے وصال نبیؐ کے بعد صرف ۲ بار اذان دی۔ ایک بار حضرت عمرؓ کے کہنے پر اور ایک بار حضرات حسنین کے کہنے پر۔

حضرت بلالؓ کے بہت سارے فضائل صحاح ستہ کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔ ایک بار آپ نے فرمایا کہ جب میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے بلال کے جوتوں کی آواز سنی۔

مکمل حدیث ملاحظہ ہو۔ حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ ایک دن صبح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو بلا کر دریافت فرمایا کہ اے بلال تم اپنے کس عمل کی وجہ سے پہلے جنت چلے گئے۔ آج رات میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تمھارے چلنے کی آہٹ تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ جب بھی مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو میں فوری طور پر دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھتا ہوں اور جب بھی میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے تو میں اسی وقت فوراً وضو کرتا ہوں اور دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھتا ہوں۔ (صحیح مسلم رقم ص۔ ۲۳۱۵، بخاری رقم ۱۴۶۹، سنن ترمذی رقم ۶۳۵ و سنن ابن ماجہ ۱۸۳۴)

آپ کے متعلق بھی کئی باتیں غلط منسوب کی گئیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کا تلفظ درست نہ تھا۔ واضح ہو کہ اذان کے کلمات کے بارے میں خوب ایک انصاری صحابی حضرت عبداللہ ابن زید ابن عبدربہ نے دیکھا تھا اور جب صبح اٹھ کر یہ انصاری صحابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اس بشارت غیبی کا ذکر حضور صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم سے کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواب بالکل سچا ہے۔ تم اٹھ کر بلال کو بتلاؤ اور وہ اذان پکاریں کیونکہ ان کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ حضرت عمرؓ گھر سے چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ خدا کی قسم میں نے بھی خواب میں یہی الفاظ سنے تھے۔ (جامع ترمذی ص۔ ۲۷، مسند ص۔ ۴۲، ابوداؤد شریف بحوالہ ہدایہ اولین ص۔ ۱۷ حاشیہ ۱۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کا انتخاب کریں اس کے بارے میں یہ غلط بات کہنا کہ وہ شین نہ بول پاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال کی سین اللہ پاک کے یہاں شین ہے۔ یہ روایت عقل و نقل دونوں اعتبار سے غلط ہے۔ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے اور یہ بھی غلط مشہور ہے کہ حضرت بلالؓ کی وفات مدینہ منورہ میں منارہ سے گر کر ہوئی۔ صحیح یہ ہے کہ آپ کی وفات دمشق میں ۲۰ھ یا ۲۱ھ میں ہوئی۔ (تفصیلی مطالعہ کے لیے ملاحظہ ہو خیر الخبر فی اذان خیر البشر مولانا عبدالحئی الانصاری فرنگی محلی لکھنوی)

آپ (حضرت بلال) کا شمار سابقون الاولون میں ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو سات ساتھی عطا فرمائے لیکن مجھے چودہ خصوصی ساتھیوں سے نوازا گیا۔ میرے خصوصی اور انتہائی قابل اعتماد ساتھی ہیں علی میرے دونوں فرزند (حسن و حسین) جعفر ابن ابی طالب، ابوبکر صدیق، عمر فاروق، مصعب ابن عمیر، بلال ابن رباح، سلمان فارسی، مقداد، حذیفہ، عمار اور عبداللہ ابن مسعود (سنن ترمذی کتاب المناقب رقم ۳۷۲۱ و مسند احمد ۱۱۹۸)

ایک دوسری حدیث جس کے راویٔ اوّل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ترمذی کے حوالہ سے مشکوٰۃ شریف کے باب جامع المناقب کی الفصل الثالث میں صفحہ ۵۸۰ پر منقول ہے حدیث کے عربی الفاظ ملاحظہ ہوں۔

عن علی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان لِکُلِّ نبی سبعة نُجَبآء ورقباء و اعطیت اربعة عشر قلنا من ھم قال انا وابنای وجعفر وحمزہ وابوبکر و عمر ومصعب ابن عمیر و بلال وسلمان و

Marfat.com

عمار و عبداللہ ابن مسعود و ابو ذر، والمقداد۔

آپ نے سیدہ فاطمہ کو اپنی گودوں میں کھلایا تھا اور مدینہ طیبہ میں بھی ان کے گھر کا کام کاج کر دیا کرتے تھے۔ جب سیدہ کا انتقال ہوا تو سیدنا بلالؓ بہت روئے اور فرمایا کہ آپ کو اپنے باباجان کے پاس پہنچنے کی کس قدر جلدی تھی۔ آپ کا شانۂ نبوت کے منتظم، آپ کے خادم خاص، آپ کے دربان، بام کعبہ پر چڑھ کر اذان دینے والے ہیں۔ معاہدہ حدیبیہ کے مطابق جب آپ تین روز تک مکہ میں مقیم رہے تو تین روز تک برابر پانچ وقت کی اذان سیدنا بلالؓ میں مکہ دیتے رہے۔

آپ کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ آپ کے بارے میں آیت قرآنی کا نزول ہوا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے اوصاف بیان فرما رہے تھے۔ اسی دوران آپؐ نے فرمایا کہ حکومت کی باگ ڈور قریش کے ہاتھ میں ہوگی، قضا کا شعبہ انصار میں پھلے پھولے گا۔ اذان حبشہ والے لے گئے اور امانت از دیعنی یمن والوں کا اختصاص ہے (سنن الترمذی کتاب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب فی فضل الیمن رقم ۳۸۷۱)

حضرت بلال کی شان میں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ابو لهب في فائق الحسن لم يكن   عديل بلال اسود اللون حالك

ترجمہ: ابولہب حسین ترین ہونے کے باوجود حضرت بلال سیاہ ترین پر فوقیت نہ لے جاسکا۔ (ابوحنیفہ از ابوزہرہ مصری ص۔۱۴)

حضرت بلال کی بیویاں

۱۔ زید ابن اسلم راوی ہیں کہ بنو بکیر کے کچھ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین بار کسی متعین شخص سے اپنی بہن کی شادی کرانے کی درخواست کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں بار ان سے فرمایا کہ بلال کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ تیسری بار آپ نے حکم دیا کہ بلال سے اس کا نکاح کر دو۔ اس طرح بلال

Marfat.com

کا نکاح بنوبکیر میں ہوگیا۔ (طبقات ابن سعد جلد۔۳، صفحہ ۲۳۷، ۲۳۸)

۲۔ ایک روایت کے مطابق حضرت بلال کی شادی صحابی رسول حضرت ابوبکرہ کی دختر سے ہوئی۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت زبیر کی لڑکی کا نکاح حضرت بلال سے کیا۔

۴۔ یمن میں قیام کے دوران سیدنا حضرت بلال نے ایک دوشیزہ حضرت ہند سے نکاح کی خواہش ظاہر کی اور ہند کے ولیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کے بعد ہند کی شادی حضرت بلال سے کردی۔ (سیدنا بلال از حکیم محمود احمد ظفر ص۔۷۳)

۵۔ حضرت بلال کی شادی بنوزہرہ کی ایک خاتون سے ہوئی۔ (طبقات ابن سعد جلد۔۳، ص۔۲۳۸)

۶۔ حضرت بلال کی ایک بیوی عدی ابن کعب کے خاندان سے تھیں۔

۷۔ حافظ ابن قیم کی ایک روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کی بہن سے حضرت بلال کا نکاح خود پڑھایا تھا۔ (زادالمعاد جلد۔۴، ص۔۱۱۶)

۸۔ آپ کا رشتۂ مصاہرت سیدنا ابودرداء کے خاندان سے بھی قائم ہوا تھا۔

اس طرح حضرت بلال مؤذّنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی تعداد آٹھ ہے۔

الحاج مولانا معین الدین احمد ندوی نے مہاجرین حصہ اوّل کے صفحہ ۱۹۴ میں لکھا ہے کہ ''حضرت بلال نے متعدد شادیاں کیں اور ان کی بعض بیویاں عرب کے نہایت شریف ومعزز گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ ابوبکر کی صاحبزادی سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرادیا تھا جو سراسر نادرست اور غلط ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کل تین صاحبزادایں تھیں۔

Marfat.com

(۱) ذات النطاقین، حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ جن کی شادی عشرہ مبشرہ کے مشہور صحابی حضرت زبیر بن العوام سے ہوئی تھی آپ کی ماں کا نام قتیلہ بنت عبدالعزیٰ تھا اور آپ کا وصال بعمر ایک سو سال ۷۳ھ میں ہوا۔

(۲) مشہور فقیہہ و مجتہدہ عظیمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جن کی شادی خاتم الانبیاء والمرسلین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی جن کی ماں کا نام زینب ہے جو ام رومان کی کنیت سے مشہور تھیں آپ کی وفات رمضان ۵۸ھ میں ہوئی۔

(۳) مشہور معزز تابعیہ حضرت ام کلثوم جن کی شادی عشرہ مبشرہ کے مشہور صحابی حضرت طلحہ ابن عبیداللہ سے ہوئی اور ۳۶ھ میں ان کی شہادت کے بعد آپ نے اپنی شادی حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ربیعہ سے کرلی تھی جو سبعہ معلقہ کے مشہور شاعر صحابیٔ رسول لبید ابن ربیعہ کے بھتیجے تھے۔ آپ کی وفات ام المومنین حضرت عائشہؓ کی وفات کے بعد ۵۸ھ میں ہوئی۔ آپ کی ماں کا نام حبیبہ بنت خارجہ الانصاریہ الخزرجیہ ہے۔ اس طرح عیاں ہے کہ حضرت بلال کی شادی حضرت ابوبکر صدیق کی کسی بھی صاحبزادی سے نہیں ہوئی۔

دراصل آپ کی شادی حضرت ابوبکرہؓ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ حضرت ابوبکرہ کا نام نفیع بن مسروح تھا جو حضرت معاویہ کے باپ شریک بھائی اور گورنر زیادہ بن سمیہ کے ماں شریک بھائی تھے۔ آپ طائف کے ایک رئیس کے غلام تھے اور محاصرۂ طائف کے دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عام اعلان کے ثمرہ میں کہ جو آپ سے مل جائے گا وہ مامون ہے اور اگر آنے والا غلام ہے تو وہ آزاد ہے۔ بہت سے دوسرے غلاموں کے ساتھ آپ بھی اسلام کے دامن حریت میں داخل ہو گئے۔

آپ زہد و اتقا کے پیکر تھے۔ آپ نے بصرہ آباد ہونے پر یہیں سکونت اختیار کرلی تھی۔ مسلمانوں کی خانہ جنگی سے سدا دور رہے۔ (اسد الغابہ جلد۔۵، ص۔۱۵۱) میں مرقوم ہے کہ "کان ابو بکرہ کثیر العبادۃ حتی مات" آپ اپنے انتقال تک کثیر

Marfat.com

العبادت صحابی رسول تھے۔

خلیفہ دوم وخلیفہ پنجم

خلیفہ دوم حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ، حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ عنہما کو بہت چاہتے تھے۔ آپ کے پاس جب مدائن کی فتح کے بعد وہاں کا مال غنیمت آیا تو آپ نے اس میں سے حضرات حسنین کو ایک ایک ہزار درہم پیش کیے اور خود اپنے فرزند عبداللہ ابن عمرؓ کو صرف پانچ سو درہم دیے اور جب انھوں نے اپنے والد سے عرض کیا کہ جب یہ دونوں بچے تھے تب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں ٹھیک ہے لیکن حضرات حسن وحسین کے بزرگوں کا جو عہدہ ومقام ہے وہ تمھارے باپ دادا کا نہیں ہے۔ (خلفائے راشدین مولوی معین الدین ندوی، ص۔۱۶۳،۱۶۴)

اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر کی رشتہ داری کا خاص لحاظ کرتے تھے۔

ماقبل میں رقم کیا جاچکا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدری صحابہ کرام کے وظیفے مقرر کیے تو امام حسن کا وظیفہ بھی ان ہی کے برابر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری کی وجہ سے مقرر کیا۔ (فتوح البلدان، بلاذری، عمر کے عطایا کا بیان)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان عظیم ہستیوں میں خاص دلچسپی رکھتے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھے۔ آپ امہات المومنین کے عہدوں کی عظمت، ان کے قدر واحترام اور ان کے اکرام کی جانب خاص دھیان دیتے تھے۔ آپ نے ان کے وظائف سب سے زیادہ بارہ بارہ ہزار مقرر کیے تھے۔ (کتاب الخراج ص۔۲۴) آپ جب امیر الحاج (حاجیوں کے سردار) بن کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو ازواج مطہرات کو بھی اپنے ساتھ لیتے گئے۔ حضرت عثمان وحضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کو ان کے ساتھ کردیا تھا۔ یہ لوگ ان کے آگے پیچھے چلتے تھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہر منزل پر حضرت عمرؓ کے

Marfat.com

ساتھ قیام کرتی تھی اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کسی کو ان کے پڑاؤ کے پاس نہ آنے دیتے تھے۔(طبقات ابن سعد، عبدالرحمٰن ابن عوف کا بیان)

ایک بار یمن سے بہت سے حلّے آئے۔ حضرت عمرؓ نے وہ حلّے ان سب حضرات کے مابین تقسیم کر دیے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ حضرت عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس اور آپؐ کے منبر کے درمیان تشریف فرما تھے کہ لوگ ان حلّوں کو پہن پہن کر شکریہ ادا کرنے کی خاطر حاضر ہو رہے تھے۔ اسی درمیان حضرت حسن وحضرت حسین، حضرت فاطمہ کے مکان سے نکلے۔ حضرت عمرؓ کی نگاہ ان دونوں پر پڑی تو ان کے بدن پر حلّے نہ دکھائی پڑے یہ دیکھ کر آپ کو بہت تکلیف پہنچی اور آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ مجھے تمھیں حلّے پہنا کر کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ لوگوں نے عرض کیا کیوں امیر المومنین؟ تو آپ نے فرمایا۔ اس وجہ سے کہ ان دونوں بچوں کے جسم پر حلّے نہیں ہیں۔ اس کے بعد آپ نے والی یمن کو یہ حکم بھیجا کہ بہت جلد دو حلّے بھجواؤ اور آپ نے حلّے منگوا کر دونوں بھائیوں کو پہنوانے کے بعد فرمایا اب مجھے مسرت ہے۔ ایک روایت میں مروی ہے کہ پہلے والے حلّے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے مابین تقسیم کیے گئے تھے، وہ حضرت عمرؓ کی نگاہ میں حضرات حسنین کے لائق نہ تھے۔(ابن عساکر جلد۔۴ ص۔۳۲۱، ۳۲۲)

حضرت عمرؓ نے حضرت حسین سے کہہ رکھا تھا کہ وہ آپ کے پاس آیا جایا کریں۔ ایک بار حضرت حسین حضرت عمرؓ کے پاس گئے۔ اس وقت آپؓ حضرت معاویہؓ کے ساتھ تخلیہ میں کچھ گفتگو کر رہے تھے اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ دروازے پر کھڑے تھے، حضرت حسین بھی وہیں پر کھڑے ہو گئے اور بغیر ملاقات کیے ہوئے ان ہی کے ساتھ واپس ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد جب حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے دریافت کیا کہ تم آئے کیوں نہیں تھے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ میں حاضر ہوا تھا لیکن آپ حضرت معاویہؓ سے محو گفتگو تھے اس لیے میں عبداللہ ابن عمرؓ کے ساتھ کھڑا رہا اور ان ہی کے ساتھ واپس ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم کو ان کا ساتھ دینے کی کیا ضرورت تھی؟ تم ان سے زیادہ حقدار اور مستحق ہو۔ جو کچھ بھی ہماری عزت ووقار ہے وہ اللہ پاک کے بعد آپ ہی لوگوں کا

Marfat.com

عطا کردہ ہے۔ (اصابہ فی تمیز الصحابہ حصہ دوم، ص۔۱۵)

حضرت امام حسنؓ کے خطبے حضرت علیؓ کی نگاہ میں

ماسبق میں رقم کیا جا چکا ہے کہ ایک بار حضرت علی نے آپ سے کہا تھا کہ تم خطبہ دو اور میں سنوں۔ حضرت حسن نے عرض کیا کہ مجھے شرم آتی ہے۔ یہ سن کر حضرت علی ایسے مقام پر بیٹھ گئے جہاں سے حضرت علی حضرت حسن کو دیکھ سکیں اور حضرت حسن حضرت علی کو نہ دیکھ سکیں۔ آپ نے حضرت حسن کا فصیح و بلیغ خطبہ سنا اور فرمایا کیوں نہ ہو بیٹے میں باپ کا اثر آتا ہے۔ (البدایہ والنہایہ، جلد ۸ ص۔۴۷) خطبہ میں رواں دواں فصاحت و بلاغت کے عناصر عمر کے ساتھ ساتھ ترقی کرتے رہے، حقیقتاً آپ کے خطبے فصیح و بلیغ ہونے کے ساتھ ساتھ تعلیم و تربیت اور نصیحت سے لبریز رہتے تھے۔ آپ نے حضرت علی کے انتقال کے بعد بہت سے خطبے دیے۔ ان سب کو قلم بند کرنا دشوار ہے صرف ایک خطبہ حوالۂ قرطاس کیا جا رہا ہے جس سے ان کی زبان پر قدرت اور ان کے اسلوب کی ندرت کا احساس ہوتا ہے۔

اللہ پاک کی حمد و ثنا کے بعد ہم شامیوں کے مقابلے اور ان سے جنگ کرنے کسی شک و تذبذب یا ندامت اور پشیمانی کی باعث نہیں آئے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم پہلے شامیوں سے صفائی قلب اور تحمل کے ساتھ جنگ کیا کرتے تھے لیکن اب وہ حالات باقی نہیں رہے۔ صفائی قلب کی جگہ عداوت نے اور صبر و تحمل کی جگہ عجلت اور گھبراہٹ نے لے لی ہے۔ صفین (وہ جنگ جو حضرت علی اور حضرت معاویہ کے مابین صفین نامی مقام پر ہوئی تھی) میں جب تم بلائے گئے تھے تو تمھارا مذہب تمھاری دنیا کے اوپر تھا اور اب حالات اس کے برخلاف ہیں۔ ہم تمھارے لیے اب بھی ویسے ہی ہیں جیسا کہ ماسبق میں تھے لیکن تم ہمارے لیے اب ویسے نہیں رہ گئے جیسا کہ پہلے تھے۔ اب تمھارے سامنے دو قسم کے مہلوکین ہیں۔ اوّل صفین کے مہلوکین جن پر تم آنسو بہا رہے ہو اور دوم نہروان کے مہلوکین جن کا تم قصاص لینا چاہتے ہو، لیکن رونے والا بدلہ پا گیا اور بقیہ حضرات ناکام ہو گئے۔ معاویہ ہمیں ایسی بات کی جانب بلا رہے ہیں جو شرافت و غیرت اور عدل و انصاف

Marfat.com

کے منافی ہے۔اب فیصلہ تم کو لینا ہے۔اگر تم موت کے خواہشمند ہو تو ہم موت کو معاویہ کی جانب پلٹا دیں گے اور تلواروں کے ذریعہ خدا سے اس کا فیصلہ چاہیں گے لیکن اگر تم زندگی چاہتے ہو تو ہمیں یہ بھی منظور ہے۔اور ہم تمھارے لیے زندگی حاصل کریں گے۔"

سطور ماسبق میں جو کچھ رقم کیا گیا ہے وہ حضرت امام حسن کے ایک خطبہ کا ترجمہ ہے اور ترجمہ میں وہ طاقت اور وہ قوت نہیں ہوتی جو طاقت وقوت اصل میں ہوتی ہے۔لیکن ترجمہ میں اصل کی کچھ نہ کچھ طاقت تو دیکھی ہی جا سکتی ہے۔اس خطبہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت امام حسن نے اپنی فوج کی کمزوری کا احساس کر لیا تھا اور آپ نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ اب آپ کے فوجیوں میں وہ حوصلہ، وہ دم خم اور وہ جوش نہیں رہ گیا جو ان میں جمل و صفین اور نہروان کی جنگوں میں ہوا کرتا تھا۔لہٰذا آپ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو کشت وخون سے محفوظ رکھنے ہی میں بھلائی سمجھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دونوں پیشن گوئیوں کو عملی جامہ پہنایا جو ماقبل میں قلم بند کی جا چکی ہیں اور اب دوبارہ اپنی اصلی شکل میں پیش کی جا رہی ہیں۔

۱۔ "ان ابنی هذا سيدٌ يصلح الله به فئيتن عظمين من المسلمين"
یعنی میرا یہ بیٹا سید ہے اور خدا اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں صلح کرا دے گا۔

۲۔ "الخلافة بعدی ثلثون سنة" یعنی میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔

راقم نے اپنی کتاب "العقائد" کے ص۔۳۰ پر اس جملہ کی مفصل تشریح لکھی ہے اور عدد شماری پر یہ مدت ٹھیک حضرت حسن کی خلافت سے دستبرداری پر ختم ہوتی ہے۔لہٰذا حضرت معاویہؓ اور ان کے بعد کے والی خلیفہ نہیں کہے جا سکتے۔

حضرت امام حسن کی شاعری

حضرت امام حسن شاعرانہ محاسن سے بخوبی آگاہ تھے اور ان میں شعر و شاعری کی

Marfat.com

شناخت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ آپ کے والد محترم اور جد امجد دونوں ہی مشہور شاعر تھے۔ آپ اسی شاعری کو پسند فرماتے تھے اور اسی کو ترجیح دیتے تھے جس میں مبالغہ کی جگہ حقیقت ہو اور جس میں معاشرہ کے سدھار کی بات کی گئی ہو۔ علامہ ابن رشیق نے کتاب العمدہ کے ص۔۱۴ پر آپ کی ایک نظم کا ایک شعر نقل کیا ہے جس کا مضمون خضاب ہے۔

حضرت امام حسن اور آپ کی بیویوں کی کثرت ایک بدترین الزام

حضرت امام حسن کی بیویوں کے بارے میں بتلائی گئی عددی کثرت پر روشنی ڈالنے سے قبل اسلام مذہب کے اس اہم اصول کی وضاحت ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص مباشرت، مہر اور نفقہ و سکنیٰ کی ذمہ داری نبھانے کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو اس کے لیے شادی نہ واجب ہے نہ فرض اور نہ سنت۔ (امام ابو حنیفہ۔ اوم حنفی ودھی کی شاشوتا ص۔۲۵۲) اور کسی بھی صورت میں ایک مسلمان ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں نہیں رکھ سکتا اور یہ کہ کوئی مسلمان چار بیویوں میں سے ایک کو طلاق دینے کے بعد پانچویں شادی اسی وقت کر سکتا ہے جب کہ چوتھی بیوی کی (جس کو طلاق دی گئی ہو) عدت کی مدت ختم ہو جائے۔ (یہ بات قرآن کے مطابق طلاق مسنونہ کی بابت ہے)

مؤرخین نے حضرت امام حسن کے بارے میں نکاح و طلاق کے سلسلہ میں جو کثرت دکھائی ہے وہ عقل، فطرت اور سمجھ بوجھ کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ اقوال امام حسن کی عظیم شخصیت کو مجروح کرنے اور ان کی شبیہہ بگاڑنے کے مقصد سے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت مشہور کیے گئے ہیں۔ ابن الحدید نے نہج البلاغت میں آپ کے ازواج کی تعداد ستر اور یاقوت القلوب کے مصنف نے ڈھائی سو اور تین سو تک بتلائی ہے۔ (تاریخ کی مظلوم شخصیتیں ص۔۹۴) شادیوں کی کثرت اور طلاق کی زیادتی کی روایت کے وضعی، من گڑھت اور غلط ہونے کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں۔

۱۔ حضرت امام حسن نے صرف ۴۷ یا ۴۸ سال کی عمر پائی۔ آپ کی ولادت ۳ھ میں اور آپ کی شہادت ربیع الاوّل ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں ہوئی۔

Marfat.com

۲۔ حضرت امام حسن کی اولاد کی تعداد صرف آٹھ ہے اور بعض مؤرخین کے نزدیک صرف چھ ہے جس میں دو بیٹیاں بھی شامل ہیں۔ آپ کے محترم والد کی جن پر اس قسم کا کوئی الزام نہیں ہے، اولادوں کی تعداد کل ۳۱ ہے جن میں ۱۴ بیٹے اور ۱۷ بیٹیاں ہیں۔

حضرت عثمانؓ کی اولاد کی تعداد آٹھ بیویوں سے سات بیٹے اور ۴ بیٹیاں کل ۱۱ ہیں۔

حضرت عمرؓ کی مختلف اوقات میں چھ بیویوں سے سات بیٹے اور ۴ بیٹیاں کل ۱۱ اولادیں ہیں۔

حضرت ابوبکر کی تین بیویوں سے تین بیٹے اور تین بیٹیاں کل اولادیں چھ ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف۔ چودہ بیویاں (۱) کلثوم بنت عتبہ ابن ربیعہ (۲) تماضر بنت الاصبغ (۳) کلثوم بنت عقبہ ابی معیط (۴) سہلہ بنت عاصم (۵) بحریہ بنت ہانی (۶) سہلہ بنت سہیل (۷) ام حکیم بنت قارظ (۸) بنت ابی الخشخاش (۹) اسماء بنت سلامہ (۱۰) ام حدیث (۱۱) مجد بنت یزید (۱۲) غزالہ بنت کسریٰ (۱۳) زینب بنت الصباح (۱۴) بادیہ بنت غیلان۔ (استیعاب ج ۲۔ ص۔ ۴۰۲) اکیس لڑکے اور سات لڑکیاں کل ۲۸ اولادیں جن کے نام کتب تاریخ میں محفوظ ہیں۔

حضرت سعد ابن وقاص کی نو بیویاں تھیں، جن سے ۱۷ لڑکے اور سترہ لڑکیاں کل ۳۴ اولادیں تھیں۔ حضرت سعید ابن زید کی نو بیویوں کے نام کتابوں میں مرقوم ہیں، جن سے ۱۳ لڑکے اور سولہ لڑکیاں کل ۲۹ اولادیں تھیں۔

ہر خلیفہ اور اصحاب عشرہ مبشرہ کی بیویوں اور اولادوں کی تعداد تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے اور حضرت امام حسن کی صرف مندرجہ ذیل آٹھ بیویوں کے ناموں کے سراغ ملتے ہیں۔

(۱) ام فردہ (۲) خولہ بنت منظور ابن زبان ابن سیار ابن عمرو ابن جابر ابن عقیل ابن ہلال ابن سمی ابن مازن ابن فزاری (تابعین صفحہ۔ ۳۷۰) (۳) ام بشیر بنت ابو مسعود عقبہ بدری انصاری (۴) ثقفیہ (۵) رملہ (۶) سلمیٰ بنت امرؤالقیس (۷) عائشہ خثعمیہ (۸) جعدہ بنت اشعث۔

Marfat.com

حضرت امام حسن سے سلمیٰ بنت امرؤالقیس کی شادی کا واقعہ ایک عجیب وغریب قسم کا واقعہ ہے جو ذیل میں مجملاً درج کیا جاتا ہے۔ ایک دن مسجد نبوی میں حضرت عمر اساطین وقت کے ساتھ، جن میں حضرت علی ابن ابی طالب اپنے دونوں صاحبزادوں کے ساتھ شامل تھے، بیٹھے ہوئے تھے اور شام میں فتوحات اسلامی کا ذکر چل رہا تھا کہ اسی دوران ایک اجنبی شخص نے، جن کے چہرے سے سرداری اور بزرگی کے آثار نمایاں تھے، حضرت عمرؓ کے سامنے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ میں ایک عیسائی ہوں اور میرا نام امرؤالقیس ابن عدی کلبی ہے اور میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر ان پر اسلام پیش کیا جس سے ان کی بصیرت کی آنکھیں مزید کھل گئیں اور وہ مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ حضرت عمرؓ نے ایک نیزہ منگوایا اور اس پر علم باندھ کر ان کو شام کے قبائل کا امیر بنا دیا۔ حضرت عوف ابن خارجہ المرّی کا قول ہے کہ میں نے امرؤالقیس سے پیشتر ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس نے ایک رکعت نماز بھی نہ پڑھی ہو اور اس کو مسلمانوں کی ایک جماعت کی امارت مل گئی ہو۔ امرؤالقیس کی روانگی کے بعد حضرت علی اپنے دونوں صاحبزادوں کے ساتھ ان کی تلاش میں نکلے اور جلد ہی ان کو پا لیا۔ حضرت علی نے ان کے سامنے اپنا اور اپنے صاحبزادوں کا تعارف پیش کیا۔ انھوں نے حضرت علیؓ اور ان کے صاحبزادوں کو خوش آمدید کہا۔ حضرت علیؓ نے ان سے کہا کہ ہم تم سے رشتہ داری کے خواہاں ہیں۔ کچھ لمحات کے توقف کے بعد امرؤالقیس نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی آپ کو خوش آمدید۔ ان کی نظرِ تخیل کے سامنے ان کی تینوں لڑکیاں حاضر ہوگئیں اور انھوں نے کہا اے علی میں نے اپنی صاحبزادی، محیاۃ کا نکاح تم سے اور اے حسن میں نے تمھارا نکاح اپنی لڑکی سلمیٰ سے اور اے حسین میں نے تم سے اپنی بیٹی رباب کا نکاح کر دیا اور اس طرح وہ دنیا کے معزز ترین خاندان کو اپنا داماد بنا کر لوٹے۔

اس طرح یہ تینوں بہنیں دنیا کے معزز ترین خانوادے سے وابستہ ہوگئیں اور اہل بیت نبی کی تربیت نے ان کو مشہور تابعیات میں داخل کر دیا۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے کہ جب شہادت حسین کے بعد اختتام عدت پر معززینِ ملک نے حضرت حسین کی

Marfat.com

بیوی رباب کو، جو حسن و عقل میں کافی نمایاں تھیں، پیغام دیے تو انھوں (رباب) نے ایک حلفیہ دستاویز لکھی جس کا عنوان تھا ''برائے وفاء حسین'' اور انھوں نے اس کے بعد نکاح ثانی سے انکار کرتے ہوئے کہا ''خدا کی قسم میں رسول اللہ کے بعد کسی کو خسر نہ بناؤں گی'' (الکامل جلد۔۴،ص۔۸۸)

اور اس طرح انھوں نے حضرت حسین کے علاوہ کسی اور کی بیوی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کی بہو بننے سے صاف انکار کر دیا۔

مرقومہ بالا واقعہ سے بھی اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ حضرت امام حسن کی شادیاں معمول کے مطابق ہوئی تھیں۔ اسلامی تاریخ میں محققانہ و ناقدانہ شان کے مالک حضرت علامہ مولانا عبدالعلی فاروقی صاحب نے اپنی معرکہ آرا کتاب ''تاریخ کی مظلوم شخصیتیں'' کے صفحہ ۹۳ پر ''السنن الکبریٰ جلد ۷ صفحہ ۲۵۷ کے حوالہ سے آپ کی واقعی بیویوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ آٹھ بتلائی ہے اور لکھا ہے کہ ''ان میں سے بعض کو آپ نے طلاق بھی دی جیسے عائشہ خثعمیہ کو اور یہ تعداد یقیناً ایسی نہیں ہے کہ اس کی بنیاد پر ان کو ''بہت سی عورتوں سے نکاح کرنے والا، عورتوں کو بہت طلاق دینے والا'' کہا جاسکے۔ (تاریخ کی مظلوم شخصیتیں صفحہ۔۹۳)

سوید ابن غفلہ کی روایت ہے کہ جب حضرت امام حسن نے حضرت عائشہ خثعمیہ کو تین طلاقیں دے دیں تو مطلقہ حضرت عائشہ نے (بغرض پردہ) اپنے کو کپڑوں میں اچھی طرح لپیٹ لیا اور بعد انقضاء عدت اپنے گھر یعنی مائکہ چلی گئیں۔ (تفصیلی مطالعہ کے لیے ملاحظہ کتاب ''امام ابوحنیفہ۔ احوال وکوائف۔ص۔۸۹تا۹۸)

راقم کو اس بات پر تعجب ہے کہ ان آٹھ بیویوں کے علاوہ (جب کہ آپ کی بیویوں کی تعداد ۷۰، ۹۰، ۲۵۰، ۳۰۰ تک بتلائی جاتی ہے) کے نام کتب تاریخ اور تذکرہ جات میں کیوں مندرج نہیں ہیں؟ وجہ صاف طور پر عیاں ہے کہ یہ تعداد ۸ سے زیادہ نہ تھی۔

معروضات ماسبق سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس وقت کے معاشرہ میں بہت سی مقدس ہستیوں کی بیویوں کی تعداد آٹھ سے زیادہ تھی اور اسی طرح بہت سی مقتدر

Marfat.com

ہستیوں نے دو سے زیادہ بیویوں کو طلاقیں دی ہیں۔ ان احوال و کوائف میں حضرت حسن کو جن کی بیویوں کی تعداد کل آٹھ اور جن کی مطلّقات کی تعداد صرف دو ہے، ''بہت زیادہ نکاح کرنے والا'' اور ''بہت زیادہ طلاق دینے والا کہنا''، قطعاً غلط اور ناروا ہے۔

یہاں پر اس بات کو دوبارہ نظر نواز کر لیں کہ شریعت اسلامیہ میں ایک وقت میں ایک ساتھ چار سے زیادہ بیویاں نہیں رکھی جا سکتیں اور چوتھی بیوی کو طلاق دینے کے بعد پانچویں بیوی سے اس وقت تک نکاح نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ چوتھی بیوی کی عدت، جو تین ماہواری یا تین ماہ یا نوے دن ہے، نہ گزار جائے۔ اسلام مذہب میں کسی خاص وجہ کے بنا طلاق دینا نا مناسب ہے۔ طلاق سے پہلے صلح سمجھوتہ کی بات حتی الامکان میاں بیوی کے مابین اور پھر دونوں خاندانوں کے ایک ایک ثالث کے ذریعہ ہونی چاہیے اور جب ان کا ایک ساتھ گزارہ ناممکن ہو جائے تبھی طلاق ہونی چاہیے۔ اسلام میں طلاق بہت قابل نفریں اور مذموم فعل ہے، ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع موصول ہوئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ غصہ ہوئے اور آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ کیا میرے سامنے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کھلواڑ کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا ''یا رسول اللہ کیا میں اس کو قتل کر دوں؟ (نسائی بحوالہ مشکوٰۃ ص۔۲۸۴)

ماقبل کے معروضات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نکاح کی کثرت اور طلاق کی زیادتی امام حسن کی ایسی مقدس ہستی پر صرف الزام ہے اور ان پر الزام طرازی کی ایک گندی و نامعقول سازش ہے اور بادی النظر میں بھی جھوٹ اور غلط ہے۔ یہ غلط اور جھوٹا اتہام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کے فضائل کی بابت متعدد مرویات کے پیش نظر بھی گلے سے نہ اترنے والی بات ہے۔

راقم نے اپنی کتاب ''الانصار'' مطبوعہ ۱۹۹۲ء میں ''انصار دشمنی کا نقطۂ آغاز'' عنوان کے تحت ص۔۸۲ پر رقم کیا ہے کہ کس طرح حقیقت اور صداقت کو عوام کے سامنے لانے میں رکاوٹیں پیدا کی جاتی تھیں، جس کا خلاصہ ملاحظہ کریں:

Marfat.com

زبیر ابن بکار (متوفی ۲۵۶ھ) نے اپنی کتاب الموفیات فی الاخبار میں لکھا ہے کہ جب سلیمان ابن عبدالملک ابن مروان ابن حکم ۸۲ھ میں حج بیت اللہ کے سلسلے میں مدینہ حاضر ہوا تو اس کو حضرت ابان ابن عثمان و عمر ابن عثمان اور ابوبکر و عبداللہ ابن ابو احمد نے مدینہ منورہ کے متبرک تاریخی مقامات کی زیارت کرائی۔ سلیمان نے صحابہ کے مشاہد کی زیارت کے علاوہ ان مقدس مقامات کی بھی زیارت کی جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں ادا کی تھیں۔

وہ (سلیمان ابن عبدالملک) احد، مسجد فصیح، مشرب ام ابراہیم کی زیارت کرتا ہوا قبا پہنچا۔ اس نے قبا پہنچ کر ابان ابن عثمان سے عرض کیا کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور آپ کے غزوات کے سلسلے میں کوئی کتاب تخلیق کر دیں۔ حضرت ابان نے کہا کہ وہ ایسی کتاب پہلے ہی تخلیق کر چکے ہیں۔ سلیمان ابن عبدالملک نے ابان ابن عثمان کی اس کتاب کو چمڑے میں قلم بند کرنے کے احکامات جاری کیے اور اس کام کے لیے دس نقل نویسوں کی خدمات مرحمت کیں۔

جب یہ کتاب تیار ہوگئی تو وہ اس کتاب میں عقبۂ اولیٰ (۶ اشخاص) عقبۂ ثانیہ (۱۲ اشخاص) اور عقبۂ ثالثہ عالیہ (۷۵ اشخاص جن میں دو خواتین بھی تھیں) میں انصار کی خدمات کو پڑھ کر کہنے لگا کہ میں ان لوگوں کو عزت کا اہل نہیں سمجھتا۔ یہ لوگ واقعتاً ایسے نہ تھے۔ انھوں نے میرے خاندان والوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ حضرت ابان نے یہ سن کر فرمایا۔ ''اے امیر! انصار نے شہید مظلوم حضرت عثمانؓ کے ساتھ جو کچھ کیا اور ان کی مدد نہیں کی اس کی وجہ سے ہم سچی بات کہنے سے گریز نہیں کر سکتے۔ انصار ان خوبیوں اور ان خصوصیات کے اہل ہیں جن کا تذکرہ میں نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ واضح ہو کہ غزوۂ بدر میں انصاریوں کی تعداد ۳۱۴ میں ۲۳۱ تھی۔ (ابن ہشام جلد۔ ا، ص ۸۱۵) ان کی تعداد احد کے ۷۰ شہدا میں ۶۶ ہے۔ (ابن ہشام جلد۔ ۲ ص۔ ۱۱۹، ۱۱۸)

سلیمان نے دمشق پہنچ کر وہ کتاب اپنے والد کو دکھائی اور ابان ابن عثمان سے اپنی گفتگو کا تذکرہ کیا۔ عبدالملک نے کہا'' ہم ایسی کتاب کیوں رکھیں جس میں ہماری کوئی

Marfat.com

تعریف نہیں ہے۔ ہم ایسی باتیں شام والوں کو نہیں بتلانا چاہتے"۔ سلیمان نے کہا کہ "میں نے اسی باعث اس کتاب کو پھاڑ ڈالنے کے احکامات دے دیے تھے۔"

متذکرہ بالا بیان سے یہ بات واضح ہے کہ ان دنوں اپنے نفع کی بات سوچنے اور دوسروں کی سچی باتیں چھپانے کا چلن کتنا زیادہ تھا۔ ان حالات میں امام حسن کے بارے میں غلط اور جھوٹی باتوں کو عام کرنا کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے۔ راقم نے اپنی کتاب "امام ابوحنیفہ: احوال وکوائف کے پانچویں باب کے ص۔ ۱۹۸ تا ۲۰۳ اور اپنی ہندی کتاب۔ امام ابوحنیفہ اوم حنفی ودھی کی شاشوتا کے ص۔ ۲۰۹ تا ۲۱۳ میں حدیثیں گڑھے جانے کے نقطۂ آغاز، اس کے وجوہ اور اس کے نتائج پر مفصل بحث کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث گڑھنے یعنی آپؐ سے وہ بات منسوب کرنے پر جو آپؐ نے نہ فرمائی ہو سخت وعید سنائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہے "جس نے عمداً میری جانب وہ قول منسوب کیا جس کو میں نے نہیں کہا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔" (ترمذی، ابن ماجہ بحوالہ المشکوٰۃ ص۔ ۳۵)

یہ حدیث، حدیث متواتر ہے یعنی اس کے روایت کرنے والے راویٔ اوّل سے لے کر راویٔ آخر تک اتنے کثرت سے ہیں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق عقلاً مستبعد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سخت وعید کے باوجود بُرے لوگوں نے حدیثیں وضع کیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جھوٹی حدیث گڑھے جانے کا صرف ایک واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے آپؐ کی ہجرت سے پہلے مدینہ آ کر مدینہ والوں سے یہ کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حلّہ دے کر مدینہ کی دیکھ بھال کرنے کا حکم دیا ہے۔ حقیقتاً اس کو مدینہ کی کسی لڑکی سے عشق تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ غم انگیز اطلاع ملی تو آپؐ نے قابل اعتماد شخص کو بھیج کر یہ کہلوایا کہ اس کو مار کر نذر آتش کر دیا جائے اور اگر وہ زندہ نہ ملے تو اس کی نعش کو آگ کے سپرد کر دیا جائے۔ لہٰذا اس کو مردہ پا کر نذر آتش کر دیا گیا۔

حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے زمانوں میں وضع حدیث کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حدیثیں گڑھنے والوں کی تعداد اچھی خاصی تھی۔ ایک بدنام حدیثیں وضع کرنیوالے شخص نے جس کا نام عبدالکریم وضّاع تھا خود قبول کیا کہ

Marfat.com

اس نے ۴۰۰ حدیثیں گڑھی ہیں۔ زنادہ نے چودہ ہزار حدیثیں گڑھی تھیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام حسن کے بارے میں کسی فیصلے پر پہنچنے سے پہلے آپ کے بارے میں اپنے ذہن میں مندرجہ ذیل باتوں کا استحضار کرلیا جائے۔

۱۔ جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو آپؐ نے علی، فاطمہ، حسن و حسین کو بلایا اور کہا ''اے اللہ یہی میرے اہل بیت ہیں۔ (مسلم شریف)

۲۔ آپ نے حسن حسین فاطمہ اور علی کو اپنی کالی اونی عبا کے اندر کر کے وہ آیت پڑھی جس کا مطلب ہے بلا شبہ اللہ پاک چاہتا ہے کہ اے گھر والو! تم سے رِجس ہٹا دے اور تم کو مکمل طور پر طاہر اور صاف شفاف بنادے (مسلم شریف) واضح ہو کہ یہ آیت، آیت تطہیر ہے جو ام المومنین حضرت ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی تھی (ترمذی ص۔۵۳۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک تم اللہ کی کتاب قرآن پاک کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے اور میرے گھر والون کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہو گے کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور میری عترت یہ دو چیزیں میں تمھارے درمیان چھوڑے جارہا ہوں۔ (مسلم)

۳۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حج میں ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو جب آپ اپنی اونٹنی قصوا پر سے خطبہ دے رہے تھے۔ فرمایا۔ اے لوگو! میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان کو پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ پاک کی کتاب اور میری عترت یعنی میرے گھر والے۔

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر سے کہا جب کہ امام حسن آپ کے بغل میں تھے کہ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے گا۔

۵۔ امام حسن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مثیل تھے۔ (بخاری)

۶۔ اسامہ ابن زید سے مروی ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علہ وسلم کو امام حسن

Marfat.com

حسین کو پکڑے ہوئے دیکھا۔ آپؐ فرماتے جاتے تھے کہ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں آپ بھی ان دونوں سے محبت کیجیے۔ (بخاری)

۷۔ ترمذی میں منقول ہے کہ آپ نے علی، فاطمہ حسن وحسین کے بارے میں فرمایا کہ میں ان سے لڑوں گا جوان سے لڑے گا اور جوان سے صلح کرے میں بھی ان سے صلح کروں گا۔

۸۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن وحسین اس دنیا میں میری خوشبو ہیں (ترمذی)

۹۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کے گھر والوں میں کون شخص آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے، آپؐ نے فرمایا حسن اور حسین اور آپؐ حضرت فاطمہ سے کہتے تھے کہ میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ۔ آپ ان دونوں کو چومتے اور لپٹاتے تھے۔ (ترمذی)

۱۰۔ ابوسعید کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن وحسین نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔ (ترمذی)

۱۱۔ حسن وہ ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس کی روایت کے مطابق ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے تھے۔ جب انھوں نے اس منظر کو دیکھ کر کہا کہ سواری کتنی اچھی ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ سوار بھی تو کتنا اچھا ہے۔ (ترمذی)

ان سب کے برخلاف آپ نے فرمایا۔ ''میری امت قریش کے نوجوانوں کے ہاتھوں ہلاک ہوگی۔ (بخاری بحوالہ المشکوٰۃ ص۔۴۶۲) المشکوٰۃ کی شرح المرقاۃ المفاتیح میں مظہر کا یہ قول مندرج ہے کہ اغلباً نوجوانوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد وہ بادشاہ ہیں جو خلفائے راشدین کے بعد آئے مثلاً یزید اور عبدالملک ابن مروان وغیرہ۔ (المشکوٰۃ ص۔ ۴۶۲۔ حاشیہ ۸، والمرقاۃ ملا علی قاری جلد۔۵، ص۔۱۴۰)

یہ بھی سچ ہے کہ حضرت علی کو منبر پر سے گالیاں دی جاتی تھیں۔ یہ سلسلہ ایک طویل عرصہ تک چلتا رہا جس کو حضرت عمر ابن عبدالعزیز (۶۳ھ تا ۱۰۱ھ) نے اپنے عہد

Marfat.com

خلافت (۹۹ھ تا ۱۰۱ھ) میں بند کرایا اور اس کی جگہ پر قرآن پاک کی اس آیت کریمہ کے پڑھنے کے احکامات جاری کیے جس کے معنی ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ عدل، احسان، رشتہ داروں کے ساتھ اچھے سلوک اور ان کو کچھ صدقہ و خیرات دینے کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں اور بے شرمی سے منع کرتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ آج بھی مساجد میں جمعہ کی نماز سے قبل امام کے ذریعہ خطبے میں پڑھی جاتی ہے۔

حضرت حسن کو آپ کے منہ پر لوگ اے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والے تم پر سلام ہو، اے مسلمانوں کو شرمندہ کرنے والے تم پر سلام ہو، اے مسلمانوں کے چہرہ کو سیاہ کرنے والے تم پر سلام ہو، اے مسلمانوں کے لیے باعثِ عار تم پر سلام ہو! کہتے تھے اور آپ تحمل کے ساتھ ان سب کو برداشت کرتے تھے۔

معروضات ماسبق سے واضح ہے کہ امام حسن جیسی شخصیت کے بارے میں یہ کہنا کہ آپ بہت زیادہ شادیاں کرتے تھے اور بہت زیادہ طلاق دیتے تھے جب کہ وہ حلال چیزوں میں سب سے زیادہ قابل نفریں اور مبغوض ہے اور اس کی اجازت صرف ناگفتہ بہ حالات ہی میں ہے جب کہ مرد و عورت کو ایک ساتھ نباہ کرنا ناممکن ہو جائے۔ اسی طرح بغیر کسی محکم ثبوت کے آپ کے بارے میں یہ قول کہ آپ نے کثرت سے شادیاں کیں اور کثرت سے طلاقیں دیں اور ان کی تعداد ڈھائی سو سے تین سو تک بتلانا اور تذکرہ جات و اسماء الرجال (جس میں چار پانچ لاکھ اشخاص کا تعارف قلم بند ہے۔ اسماء الرجال میں راویانِ حدیث کے نام اور ان کا مجمل تعارف دیا جاتا ہے) میں آٹھ سے زیادہ بیویوں کے نام تک کا ذکر نہ ہونا۔ خاص کر اس سیاق و سباق میں جب کہ آپ ۴۷ یا ۴۸ سال کی عمر تک بقید حیات رہے، آپ کی محترم و مقدس شخصیت پر افترا اور اتہام ہے اور آپ کی مقدس شبیہ کو غبار آلود کرنے کی کوشش ہے یہ بھی ایک عجوبہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مصداق خارجی کو اپنوں اور بیگانوں دونوں نے برا بھلا کہا اور دونوں نے سب و شتم کیا۔ یہ سلوک اس کے ساتھ کیا گیا جس کے فضائل میں بہت سارے اقوال نبیؐ ہیں اور جس نے مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی خاطر ایک وسیع سلطنت سے دستبرداری لکھ دی۔

Marfat.com

حضرت امام حسن کی بیویوں کی کثیر تعداد کے غلط ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اسلامی قوانین کے مطابق اگر کسی شخص کی بیویاں ایک سے زیادہ ہوں۔ (واضح ہو کہ ایک مسلم عدل و انصاف اور بیویوں کے درمیان مساوات کے یقین کی شرط کے ساتھ چار بیویاں رکھ سکتا ہے۔ قرآن کریم میں بالوضاحت مرقوم ہے کہ اگر کوئی شخص بیویوں کے درمیان انصاف نہ کر پانے کا اندیشہ بھی رکھتا ہو تو وہ ایک ہی بیوی رکھے) تو اس کے لیے ضروری ہے کہ ہر بیوی کو الگ رہائش اور نفقہ دے یعنی ہر بیوی کے لیے نفقہ و سکنیٰ کا انتظام لازمی ہے۔ کتب تواریخ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کرام یعنی امہات المومنین کے علاحدہ علاحدہ رہنے کے مقامات تھے۔ ذوالفقار ارشد گیلانی نے اپنی کتاب تاریخ الانبیاء ص۔۴۶۳ میں امہات المومنین کے علاحدہ علاحدہ رہائش کے مقامات کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ جس کا عنوان ہے ''مدینہ میں شاہی محلات تعمیر ہوتے ہیں (۶۲۳ء) انھوں نے اس عنوان کے تحت رقم کیا ہے کہ ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت سودا بنت زمعہ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے مکانات بنائے۔ اس کے بعد جب کوئی خاتون آپ کی بیوی بننے کا افتخار حاصل کرتی تو اس کے لیے ایک چھوٹا کمرہ بنوالیا جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے کمرے مسجد نبوی کے جنوب، مشرق اور اتر میں واقع تھے۔ حضرت عمران ابن ابی یونس کے مطابق چار کمرے صرف مٹی اور کھجور کی شاخوں کے تھے ان کے دروازوں پر کمبل یا ٹاٹ کے پردے لٹکتے رہتے تھے۔ پردے ساڑھے چار فٹ لمبے اور ڈیڑھ فٹ چوڑے ہوتے تھے۔ تمام کمروں کے دروازے مسجد کی جانب کھلتے تھے۔ حضرت عائشہ کے کمرے میں دو دروازے تھے۔ ایک مغرب کی جانب اور دوسرا شمال کی جانب کھلتا تھا۔ حضرت عائشہ کے دروازے کے پلّے عرعر یا ساج کی لکڑی کے تھے۔ دوسری بیویوں کے کمروں میں کواڑ نہ تھے۔ ان کمروں میں سے ہر ایک پندرہ فٹ لمبا نو فٹ چوڑا اور اتنا اونچا تھا کہ اس کی چھت آسانی سے ہاتھوں سے چھوئی جا سکتی تھی۔ بخاری شریف میں مرقوم ہے کہ ان کمروں میں رات کے وقت روشنی کے لیے چراغ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ ''مرآۃ الحرمین''، میں مرقوم ہے کہ حضرت عائشہ کے گھر کے علاوہ کوئی دوسرا گھر مسجد سے ملحق نہ تھا۔

Marfat.com

سیرت النبی میں امہات المومنین کے حجروں کی جو ترتیب قلم بند ہے وہ اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ کا حجرہ مسجد کے جنوب میں تھا جہاں اس وقت روضہ انور ہے۔ اس کے جنوب میں قبلہ اولیٰ والی دیوار کے ساتھ ملے ہوئے پہلے حضرت سودا و حضرت صفیہ کے حجرات تھے۔ اس کے بعد حضرت ام سلمہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت زینب بنت خزیمہ، حضرت میمونہ اور زینب بنت جحش (پہلے جیم اور اس کے بعد حائے حطی الاتقان جلد۔۲، ص۔۲۵۰ وجلالین ص ۲۹۵ حاشیہ نمبر ۵) حضرت ام حبیبہ (جن کا نام رملہ ہے) کی ماں کا نام صفیہ بنت ابوالعاص ہے جب کہ حضرت معاویہؓ کی ماں کا نام ہند بنت عتبہ ہے (المشکوٰۃ ص۔۵۹۲ وص۔۶۱۷) تذکار صحابیات مصنفہ طالب الہاشمی کے ص۔۷۷ میں یہ غلط مندرج ہے کہ حضرت ام حبیبہ حضرت معاویہ کی حقیقی بہن تھیں۔ واقعتاً وہ حضرت معاویہ کی باپ شریک بہن تھیں۔

واضح ہو کہ حضرت حسن کے بارے میں، جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّتوں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، اعمال وتقریر) کے متبع تھے یہ تو آسانی سے کہہ دیا گیا کہ آپ نے نوّے، ڈھائی سو یا تین سو شادیاں کی تھیں لیکن کسی بھی کتاب میں آٹھ بیویوں کے آگے کوئی نام مندرج نہیں ہے اور نہ ان کی بیویوں کے مکانات کا کوئی اندراج ہے۔ کوفہ یا مدینہ میں وہ قطعات ارض بھی نہیں بتلائے گئے جہاں آپ کی بیویوں کی رہائش کا انتظام تھا۔ جب کہ اس پانچویں خلیفہ کے علاوہ چاروں خلفاء کی بیویوں اور اولادوں کا تذکرہ ازواج واولاد کے عنوان کے تحت مندرج ہے۔ قریش کے علاوہ قبیلوں کی بیویوں کی تفصیل رقم ہے۔ مثلاً حضرت ابوبکرؓ کی ایک بیوی انصار کے قبیلہ خزرج کی حبیبہ بنت خارجہ تھیں اور ان کے بطن سے ام کلثوم متولد ہوئی تھیں اور یہ حضرت ابوبکرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دن، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر ان ہی بیوی کے گھر فسخ تشریف لے گئے تھے۔ (بخاری باب الدخول علی المیّت بعد الموت) اسی طرح حضرت عمرؓ کی بیویوں واولادوں کی تفصیل موجود ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کی ایک بیوی قبیلۂ انصار کی شاخ اوس کی تھیں جن کا نام جمیلہ بنت ثابت ابن افلح تھا جن کے بطن

Marfat.com

سے عاصم ولادت پذیر ہوئے تھے جو حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے نانا تھے اور یہ کہ آپ نے جمیلہ کو کسی وجہ سے طلاق دے دی تھی۔ جمیلہ کے بھائی کا نام عاصم تھا اور یہ کہ آپ (حضرت عمرؓ) نے اپنی بیویوں قریبہ اور ملیکہ کو بھی مشرکہ ہونے کی وجہ سے طلاق دے دی تھی۔ اسی طرح حضرت عثمان اور حضرت علی کی بیویوں اور ان کی اولاد کا تذکرہ کتابوں میں بالتفصیل درج ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت امام حسن سے عداوت اور مخالفت و معاندت رکھنے والوں کی تعداد چاروں خلفاء کرام کے معاندین کی بہ نسبت بہت زیادہ ہے۔ ان کی آٹھ سے زیادہ بیویوں کے نام تک کتب تواریخ و تذکرہ جات میں مرقوم نہیں ہیں۔ اس سے بھی راقم کی اس رائے کی توثیق ہوتی ہے کہ آپ کی بیویوں کی تعداد ستر، نوے، ڈھائی سو یا تین سو بتلانا اور اسی طرح ان میں سے زیادہ تر کو طلاق دینے والی بات کہنا، ایک ذہنی اختراع ہے جو قطعی طور پر جھوٹ ہے اور آپ پر ایک افترا اور بہتان ہے جس کی بہت زیادہ تشہیر کی گئی ہے۔ یہ ان ہی حضرات کی تشہیر کا ثمرہ ہے جو آپ سے اور آپ کے والد محترم سے عداوت رکھتے تھے اور آپ اور آپ کے والد محترم کو علانیہ حتیٰ کہ منبر کے اوپر سے بھی برا بھلا کہتے اور سب و شتم کرتے تھے یا یہ لوگ اس خیمے کے تھے جو حضرت معاویہ کے حق میں مسلمانوں کے خون کی حفاظت میں دستبرداری سے پہلے تک آپ کے متبعین تھے لیکن حدیث نبوی کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور اللہ پاک اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرادے گا کے منشا کے مطابق آپ کی صلح کے بعد آپ کی کھلم کھلا مخالفت کرنے لگے تھے اور آپ کو یا مسود المومنین، یا عار المسلمین کے ایسے الفاظ سے مخاطب کرنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کی بیوی (جو اپنے شوہر کی سکھ دکھ کی ساتھی ہوتی ہے) جعدہ نے تمام حدود انسانی کو توڑ کر آپ کو زہر دے کر شہید کر ڈالا لیکن اس تحمل کے پیکر نے اس کا نام تک نہیں کھولا۔ ایسے متحمل اور قوت برداشت کے مالک تھے آپ!

کثرت ازدواج کی یہ سبھی روایتیں آپ کے مقدس و شفاف شبیہہ کو غبار آلود کرنے کے اغراض سے گڑھی گئی ہیں اور یہ اس شخص کے خلاف معاندانہ رویہ کے نتائج ہیں جو شکل و صورت اور خصائل و عادات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مثیل تھے۔ اس طرح یہ سبھی

Marfat.com

روایتیں عقل سلیم کے بھی خلاف ہیں۔ (بالخصوص ان کی اولاد کی تعداد کو نظر میں رکھتے ہوئے) (المشکوٰۃ ص۔۱۷۵) خاص خادم رسولؐ، حضرت انس ابن مالکؓ کی اولاد نرینہ واولاد مادینہ کی تعداد ۱۲۵ ہے، جس میں صرف دو بیٹیاں مشمول ہیں (المشکوٰۃ ص۔۵۷۵ حاشیہ نمبر۔۱۰ بحوالہ مرقاۃ ص۔۶۲۱)

روزنامہ سہارا کانپور مورخہ ۱۰ جولائی ۲۰۱۲ء کے صفحہ بارہ میں مرقوم کالم نمبر ایک کے بموجب متحدہ عرب امارات کے دادا مراد کے ۹۳ صلبی بچے ہیں۔ جب کہ انھوں نے اب تک صرف پندرہ عورتوں سے شادیاں کی ہیں۔

یہ سب کچھ اس شخصیت کے خلاف ہے جو متبع سنت اور پابندِ شریعت تھا، خود فقیہ اور مجتہد تھا، جس کو نبی آخر الزماں نے جنت کے نوجوانوں کا سردار بتلایا ہے، جو اپنے نانا کی ۱۳ حدیثوں کا راوی ہے اور جس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حسن کو میرا تحمل، میری قوت برداشت اور میری صلہ رحمی عطا کی گئی ہے۔ یاد رہے کہ حضرت حسن اس نبی آخر الزماں کے نواسے ہیں جن کی بابت اللہ تعالیٰ نے سورہ النجم کی افتتاحی آیات میں فرمایا ہے۔ قسم ہے ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی سدا تمھارے ساتھ رہنے والے نبی نہ صحیح راہ سے بھکے اور نہ غلط راہ پر چلے اور نہ خود آپ اپنی جانب سے کچھ بولتے ہیں۔ ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔

امام حسن کی بابت بیویوں کی یہ فرضی کثرت کا قول اس لیے بھی سچ نہیں ہے کیونکہ امام حسن کے سبھی سوانح نگار اس حقیقت پر متفق ہیں کہ آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث کا آپ کو زہر دینا آپ کی شہادت کی خطرناک سازش ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ زہر اتنا مہلک تھا کہ آپ کے دل وجگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گرنے لگے تھے۔ لیکن کسی بھی سوانح نگار نے اس بات کا اشارہ بھی نہیں کیا کہ حضرت حسن، اس اخلاق سوز حرکت کی مجرمہ اور دھوکہ باز عورت پر ناراض ہوئے ہوں۔ واضح ہو کہ یہ فعل شنیع طلاق کا عمدہ جواز ہے لیکن آپ نے اس عورت تک کو طلاق نہیں دیا اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ امام حسن کسی خاص، اہم اور معقول وجہ کے بغیر طلاق نہیں دے سکتے تھے۔ آپ نے اپنی بیوی عائشہ خثعمیہ کو طلاق

Marfat.com

دی تھی اور اس کی بڑی معقول نفسیاتی وجہ تھی۔ کوئی بھی باحمیت، بیدار ضمیر شخص، جس کے والد پر مہلک اور جان لیوا حملہ ہوا ہو اور جو اس حملہ کے باعث زندگی اور موت کے بیچ ہو اور قریب الموت ہو، اس کی بابت موت کے بعد موت سے پہلے خلافت نشین ہونے کی مبارکباد دینے پر جذباتی ہو جائے گا، وہی حضرت امام حسن کے ساتھ ہوا اور آپ نے عائشہ خثعمیہ کو تین طلاقیں دے دیں لیکن جب اس طلاق شدہ خاتون نے اپنے سابق شوہر کے لیے مثالی محبت کا اظہار کرتے ہوئے ان کو محبوب کہا تو آپ نے غصہ میں اٹھائے گئے اپنے اس قدم کے لیے اپنے جذبات قلبیہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ ''اگر اسلام مذہب میں تین طلاقوں کے بعد رجعت (طلاق دے کر پلٹ جانا اور طلاق شدہ خاتون کو دوبارہ بیوی کی شکل میں قبول کر لینا) کی کوئی گنجائش ہوتی تو میں ان کو اپنی بیوی کی شکل میں دوبارہ قبول کر لیتا۔

متذکرہ بالا سطور میں جو کچھ قلم بند کیا گیا ہے، وہ اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ امام حسن صرف بہت مجبوری میں خاص معقول وجہ سے شریعت اسلامیہ کی حدود میں رہتے ہوئے طلاق دیتے تھے۔ لہٰذا ان کی بابت طلاق کے اقوال، دلائل کی روشنی میں نہ قرین انصاف ہیں اور نہ قرین عقل بلکہ وہ فرضی، من گڑھنت اور سراسر جھوٹ باتیں ہیں اور امام حسن سے بلاوجہ معاندت وعداوت کے ثمرات ہیں۔ حقیقت وصداقت یہ ہے کہ آپ نے اپنے دور کے مطابق ہی شادیاں کی تھیں۔

کسی واقعہ کی صداقت پرکھنے کے شرعی پیمانے (روایت اور درایت)

حضرت امام حسن کی بیویوں کی کثرت اور اس کی تردید کی بابت بات کرتے وقت جو کچھ بھی عرض کیا گیا ہے وہ کسی بھی خبر سے متعلق چھان پھٹک کے سلسلے میں قرآن میں جو آیتیں نازل ہوئی ہیں، انھیں کو مشعل راہ بنا کر رقم کیا گیا ہے۔ محولہ بالا یہ آیتیں درج ذیل ہیں۔

یـا ایها الذین اٰمنوا ان جاء کم فاسق بنباءٍ فتبینوا ان تصیبوا قـومـاً بـجهـالة فتصبحـوا علی ما فعلتم نـادمین ○ اے ایمان والو! اگر آئے

Marfat.com

تمھارے پاس کوئی گناہ گار خبر لے کر تو تحقیق کر لو۔ کہیں جا نہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے پھر کل کو اپنے کیے ہوئے پر پچھتانے لگو۔ (القرآن پارہ ۲۶ سورت الحجرات آیت نمبر۔۶) اس میں کسی بھی ایسی روایت کی تصدیق کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس کا راوی مشکوک ہو یا فاسق ہو کیونکہ اس کی خبر کو بغیر تحقیق کے مان لینے میں بہت سے خطرات ہیں۔ اس کی بات صحیح مان کر اگر تم نے کسی قوم کے خلاف کوئی قدم اٹھالیا تو ہوسکتا ہے کہ تم کو اپنے کیے ہوئے پر ندامت اٹھانی پڑے۔

اگر کوئی شریر یا فاسق کسی شخص یا قوم کے بارے میں کوئی اطلاع دے یا ان پر کوئی الزام سازی کرے تو اس کی اطلاع یا گواہی کو مکمل تحقیق کے بغیر نہ مانو۔ اس طرح خبر سے متعلق ایک طریقہ یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ قول و فعل کی روایتی تحقیق کر لی جائے اور اس پر عمل درآمدگی سے پیشتر جانچ کر لی جائے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ تحقیق کے بغیر ایسے شخص کی بات پر اعتماد نہ کیا جائے جو قابل اعتماد نہ ہو اور جو پہلے سے پرکھا ہوا نہ ہو۔

کسی بھی خبر کی جانچ کے دو طریقہ ہیں۔ روایتی تحقیق اور درایتی تحقیق۔ درایتی تحقیق سے متعلق آیات کریمہ ملاحظہ ہوں۔

لَوْ لَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْراً لا وَّقَالُوا هٰذَا اِفْكٌ مُّبِيْنٌ (۱۲) لَوْ لَا جَآءُوا عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ج فَاِذْ لَمْ يَاْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَاُولٰئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (۱۳) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَا اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۱۴) اِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقولون بِاَفْوَاهِكُمْ مَّالَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَتَحْسَبُوْنَهُ هَيِّنًا صلے وَهُوَ عِنْدَاللّٰهِ عَظِيْمٌ (۱۵) وَلَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَايَكُوْنُ لَنَا اَنْ نَتَكَلَّمَ بِهٰذَا صلے سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (۱۶)

کیوں نہ جب تم نے اس کو سنا تھا خیال کیا ہوتا ایمان مردوں اور ایمان والی عورتوں نے اپنے لوگوں پر بھلا خیال اور کہا ہوتا یہ صریح بہتان ہے۔ کیوں نہ لائے وہ اس

Marfat.com

بات پر چار گواہ پھر جب نہ لائے گواہ تو وہ لوگ اللہ کے یہاں جھوٹے ہیں اور اگر اللہ کا فضل تم پر نہ ہوتا اور دنیا و آخرت میں اس کی رحمت، تو تم پر پڑتی اس چرچا کرنے میں کوئی بڑی آفت۔ جب تم لینے لگے اس کو اپنی زبانوں پر اور بولنے لگے اپنے منہ سے جس چیز کی تم کو خبر نہیں۔ اور تم سمجھتے ہو اس کو ہلکی بات اور یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی بات ہے اور کیوں نہ جب تم نے اس کو سنا تھا کہا ہوتا ہم کو نہیں لائق کہ یہ بات منہ پر لائیں۔ اللہ تو پاک ہے اور یہ بڑا بہتان ہے۔ (القرآن سورہ النور پارہ ۱۸ آیات ۱۲ تا ۱۶)

خلاصہ یہ کہ جب تم لوگوں نے یہ بات (حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاک کردار کے متعلق بہتان اور جھوٹی باتیں) سنیں تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے آپس والوں کے ساتھ بھلا گمان کیوں نہ کیا اور زبان سے کیوں نہ کہا کہ یہ تو کھلا ہوا جھوٹ ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی بات کی صداقت کا پتہ لگانے کا ایک طریقہ درایت یعنی عقل اور سوجھ بوجھ کا استعمال بھی ہے۔ جس واقعہ کے وقوع کی بات کہی جا رہی ہے اگر وہ عقل سلیم اور فطرت انسانی کے خلاف ہے، تو وہ نا قابل قبول ہے۔

حضرت خالد ابن زید یعنی سیّدنا ابو ایوب انصاری کی بیوی نے ان سے کہا کہ کچھ سنا ہے کہ لوگ حضرت عائشہ کی بابت کیا کہتے ہیں؟ حضرت ابو ایوب انصاری نے فرمایا ہاں اور یہ سراسر جھوٹ ہے ایوب کی ماں! اگر تم ان حالات میں ہوتیں تو کیا تم ایسا کر سکتی تھیں؟ وہ بولیں نہیں میں واللہ یہ حرکت کبھی نہ کرتی تو سیدنا حضرت ابو ایوب نے فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیق کی صاحبزادی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تمھارے شوہر سے بہت اعلیٰ ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۔۲۷۴)

اہم واقعات قلم بند کرنے کے بابت قرآنی احکامات

قرآن کریم کی سب سے طویل آیت پارہ ۳ سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ ہے۔ اس آیت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ قابل تحفظ باتوں کو مضبوط، طاقتور، مستحکم اور مستقل بنانے

Marfat.com

کے مقصد سے ان کو حوالۂ قرطاس کرلو۔ وجہ یہ ہے کہ جب یادداشت دھوکہ دیتی ہے تو رام کی پگڑی رحیم کو پہنا دیتی ہے۔ قرآن مقدس میں لین دین سے متعلق معاملات کو قلم بند کرنے اور اس دستاویز پر دو عادل گواہوں کے دستخط ثبت کرنے کی بات کہی گئی ہے اور اس کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ اگر ایک گواہ بھول جائے تو دوسرا گواہ اس کو یاد دلا دے۔ یہ بات صدفی صد درست اور صحیح ہے کہ قلم کے ذریعہ کاغذ پر محفوظ کی گئی بات یادداشت کے ذریعہ ذہن میں محفوظ کی گئی بات کی بہ نسبت زیادہ قوی اور زیادہ قابل اعتماد ہوتی ہے۔ قلم بند کرنے کے اس اصول سے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے والے معاملات مستثنیٰ ہیں۔

حضرت حسن کی آٹھ بیویوں کے علاوہ کسی دیگر بیوی کے نام اور تعارف کے فقدان کی بنا پر بھی راقم نے امام حسن سے متعلق نکاحوں کی زیادتی اور طلاقوں کی کثرت کو خلاف فطرت ہونے کے باعث نا قابل اعتماد، غلط اور افترا ٹھہرایا ہے۔

نکاحوں کی اس کثرت اور طلاقوں کی اس زیادتی کے غلط ہونے کی ایک بدیہی وجہ یہ بھی ہے کہ ازواج کی اس کثرت کی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے تعلقات استوار کرنے کی غرض سے یہ شادیاں طلاق کے باوجود کرتے تھے۔ آخر یہ وجہ حضرت امام حسین سے شادی کر کے بھی تو حاصل ہو جاتی تو آخر ان کے بارے میں شادیوں کی کثرت اور طلاق کی زیادتی کی بات کیوں نہیں کہی جاتی؟ مزید برآں ما سبق میں ایک حدیث بروایت حضرت ابو درداء نقل کی جا چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں شوہر کو وہی عورت ملے گی جو اس کے انتقال کے وقت اس کے حبالۂ عقد میں تھی اور جس نے اس کے بعد کسی دوسرے شخص سے شادی نہیں کی۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام حسن کو کثرت سے شادی کرنے والا اور مطلّق یعنی زیادہ طلاق دینے والا کہنا، نوجوانان جنت کے سردار پر بہتان عظیم ہے، قطعاً جھوٹ ہے اور ان کی شان اقدس کے خلاف ہے۔

معروضات ماسبق کا ماحصل یہ ہے کہ کثرت ازدواج، اس وقت کی زمانی، مکانی، عہدی، ماحولی اور معاشرتی حاجت تھی اور یہ حاجت وقت کا ایک اہم تقاضہ اور زمانہ کا اقتضا

Marfat.com

بھی تھی۔ اس عہد کی تاریخ کا مبتدی بھی اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ اس زمانہ میں جنگیں اتنی کثرت سے ہوتی تھیں کہ بطور نتیجہ عورتیں کثرت سے بیوہ اور بچے بچیاں یتیم ہو جاتی تھیں، اس لیے اُس عہد کے معاشرے کے لیے یہ بات ناگزیر تھی کہ جنگ کے مہلوکین اور شہدا و جنگ کی بیواؤں کی جسمانی وجنسی ضروریات کا معقول انتظام کیا جائے تاکہ معاشرہ کو مختلف النوع فسادات سے پاک وصاف رکھا جاسکے۔ بدیں وجوہ کثرت ازدواج کی ضرورت پیش آئی اور اس کے لیے یہ معقول انتظامات کیے گئے کہ ہر ایک کو بشرط عدل و مساوات بیک وقت چار عورتوں کو اپنے حبالۂ عقد میں رکھنے اور باندیوں کو بنا تقیّد اعداد "وما ملکت ایمانکم" کی حیثیت سے رکھنے کی اجازت مرحمت کردی گئی ورنہ سیکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں بہ حیثیت اُساریٰ آنے والی ان عورتوں کی جسمانی و جنسیاتی ضروریات کا احترام وانصرام کیسے ہو پاتا؟

جیسا کہ ماقبل میں عرض کیا جاچکا ہے کہ آٹھ نو عورتوں کو متعدد قیود وشرائط کے ساتھ اپنے حبالۂ عقد میں رکھنا اس وقت اور اس عہد کے مقتضیات کے عین مطابق تھا اور اس عہد کے معمولات میں داخل تھا۔ اس سیاق وسباق میں حضرت امام حسن کا متعدد اوقات میں آٹھ بیویوں کو اپنے نکاح میں رکھنا نہ کوئی معیوب بات تھی اور نہ کوئی قابل گرفت مسئلہ تھا یہ تو سبائیوں کی ایک ناپاک سازش کا ایک حصہ ہے کہ انھوں نے حضرت حسن پر اس حد تک الزمات تراشی کی کہ ان کے ازواج کی تعداد ۹۰، ۲۵۰ اور ۳۰۰ تک رقم کردی، جو عقل و روایت دونوں اعتبار سے ناقابل قبول اور نادرست وغلط ہے۔

□□□

Marfat.com

کتابیات

الف

۱۔	القرآن المجید	
۲۔	اصابہ فی تمیز الصحابہ	شہاب الدین ابی الفضل احمد ابن علی ابن حجر عسقلانی
۳۔	البدایہ والنہایہ	علامہ ابن کثیر
۴۔	اکمال فی اسماء الرجال	شیخ ولی الدین ابی عبداللہ محمد ابن عبداللہ الخطیب
۵۔	الجوہرہ فی نسب النبی واصحابہ العشرہ	محمد ابن بکر بن عبداللہ بن موسیٰ الانصاری التلمسانی
۶۔	الاعلام	خیر الدین الرزکلی
۷۔	امام ابوحنیفہ: احوال وکوائف	ڈاکٹر محمد اسماعیل آزادفتحپوری
۸۔	ابوداؤد	سلیمان بن الاشعث ابوداؤد السجستانی
۹۔	الفاروق	علامہ شبلی نعمانی
۱۰۔	المرقاۃ المفاتیح	شیخ نورالدین علی ابن سلطان محمد المعروف بہ ملاّ علی قاری
۱۱۔	المشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین بن ابی عبداللہ الخطیب
۱۲۔	العقائد	ڈاکٹر محمد اسماعیل آزادفتحپوری

Marfat.com

۱۳۔ الکامل فی التاریخ ابن اثیر
۱۴۔ الاتقان فی علوم القرآن جلال الدین سیوطی
۱۵۔ الانساب بلاذری
۱۶۔ المعارف ابن قتیبہ
۱۷۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ابن عبدالبر
۱۸۔ اسدالغابہ ابن اثیر
۱۹۔ الانصار ڈاکٹرمحمداسماعیل آزادفتحپوری
۲۰۔ ازالۃ الخفاءعن خلافۃ الخلفاء شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۲۱۔ السنن الکبریٰ بیہقی۔ابوبکراحمد بن الحسین البیہقی
۲۲۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام محمد یامین قریشی
۲۳۔ ابن ماجہ ابوعبداللہ محمدابن یزید ماجہ
۲۴۔ اخبارالموفقات زبیرابن بکار
۲۵۔ الانتقاد علی التاریخ التمدن الاسلامی جرجی زیدان
۲۶۔ اعلام النبلاء عمررضا
۲۷۔ آیات بینات محسن الملک
۲۸۔ ابوحنیفہ ابوزہرہ مصری
۲۹۔ المرتضٰی مولاناابوالحسن علی ندوی
۳۰۔ البیان التبیین علامہ جاحظ
۳۱۔ العقد الفرید ابن عبدربہ
۳۲۔ الکامل فی التاریخ مبرد
۳۳۔ الھند فی عہدالاسلامی مولاناحکیم سید عبدالحی
۳۴۔ المسالک شرح الشرائع ابوالقاسم القمی

Marfat.com

(ب)

۳۴۔ بخاری محمد ابن اسماعیل البخاری

(ت)

۳۵ تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی

۳۶۔ تروبح الذہب مسعودی

۳۷۔ تہذیب التہذیب علامہ حافظ ابن حجر

۳۸۔ تقریب التہذیب علامہ حافظ ابن حجر

۳۹۔ ترمذی ابوعیسیٰ محمد ابن عیسیٰ ترمذی

۴۰۔ تہذیب الاسماء واللغات علامہ نووی ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف

۴۱۔ تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی

۴۲۔ تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر علامہ ذہبی

۴۳۔ تاریخ الانبیاء والاعلام ذوالفقار گیلانی

۴۴۔ تاریخ الامم والملوک علامہ طبری

۴۵۔ تابعین معین الدین احمد ندوی

۴۶۔ تاریخ کی مظلوم شخصیتیں مولانا عبدالعلی فاروقی

(ج)

۴۶۔ جناب ابوطالب مولانا خالد انصاری

۴۷۔ جلالین جلال الدین المحلی وجلال الدین سیوطی

۴۸۔ جامع ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی

(ح)

۴۹۔ حیات انبیاء کرام بزبان قرآن نگہت نذیر

۵۰۔ حیاۃ الصحابہ مولانا محمد یوسف

۵۱۔ حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ابونعیم

Marfat.com

۵۲۔ حیات الحیوان — الدمیری

۵۳۔ حضرت بلال کے سو قصّے — محمد اویس سرور

۵۴۔ حرمین شریفین — عباس کرارہ مصری

(خ)

۵۵۔ خلافت و ملوکیت — صلاح الدین یوسف

(د)

۵۶۔ دور تابعین کی نامور خواتین — مولانا ثناء اللہ محمود

۵۷۔ دیار المحبوب — شیخ عبدالحق محدث دہلوی

(س)

۵۸۔ سیر الصحابیات — مولانا سعید انصاری

۵۹۔ سیرۃ النبی کامل — ابن ہشام

۶۰۔ سیرت عمر ابن الخطاب — ابن جوزی

(ش)

۶۱۔ شرح المواہب لدنیۃ — زرقانی

۶۲۔ شرح نہجہ البلاغت — ابن ابی حدید

۶۳۔ شرح اصول الکافی — الکلینی

۶۴۔ شذرات الذہب — ابن عماد الحنبلی

(ص)

۶۵۔ صفوۃ — ابن جوزی

(ط)

۶۶۔ طبقات الکبریٰ — ابن سعد

(ع)

۶۷۔ عیون الاخبار — ابن تیمیہ

Marfat.com

(ف)

۶۸۔ فتاویٰ ابن تیمیہ　　ابن تیمیہ

۶۹۔ فتوح البلدان　　بلاذری

(ک)

۷۰۔ کتاب المحبّر　　ابو جعفر ابن حبیب ابن امیہ ابن عمر متوفی ۸۶۰ھ

(م)

۷۱۔ مروج الذہب　　علامہ علی النقی برہانپوری

۷۲۔ المرتضیٰ الکامل　　مبرّد

۷۳۔ موطا امام محمد　　امام محمد

۷۴۔ محمدؐ　　مارٹن لنگس

۷۵۔ مسلم شریف　　ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری نیشاپوری

۷۶۔ مذیلۃ الدرایہ　　مولانا عبدالحی الانصاری

۷۷۔ معجم البلدان　　یاقوت الحموی

۷۸۔ مقاتل الطالبین　　ابوالفرج الاصبہانی

۷۹۔ میزان الاعتدال　　امام ذہبی

۸۰۔ مجالس المؤمنین　　قاضی نوراللہ شوسری

۸۱۔ مستدرک حاکم　　حاکم

۸۲۔ مسند احمد　　امام احمد بن حنبل

(ن)

۸۳۔ نساء من عصر النبوۃ　　احمد خلیل جمعہ

۸۴۔ نساء مبشرات الجنۃ　　احمد خلیل جمعہ

Marfat.com

۸۵۔	نساء من عصر التابعین	احمد خلیل جمعہ
۸۶۔	نسائی	ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب النسائی
۸۷۔	نعتیہ مشاعرہ کا ارتقاء	ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتحپوری
۸۸۔	نوادر المخطوطات	تحقیق عبد السلام ہارون
	(و)	
۸۹۔	وفیات الاعیان	ابن خلکان
	(ہ)	
۹۰۔	ہفوات النادرہ	ابو الحسن محمد بن بلال الصابی
	(ی)	
۹۱۔	یاقوت القلوب	ابو طالب محمد ابن علی

Marfat.com

امام حسنؓ

(ایک قابلِ تقلید عبقری شخصیت)

مصنف

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری ایڈووکیٹ

سابق ریڈر وصدر شعبۂ اردو مہاتما گاندھی پی۔جی کالج، فتح پور (یو-پی)

سابق نگراں تحقیق چھترپتی شاہو جی مہاراج یونیورسٹی، کانپور

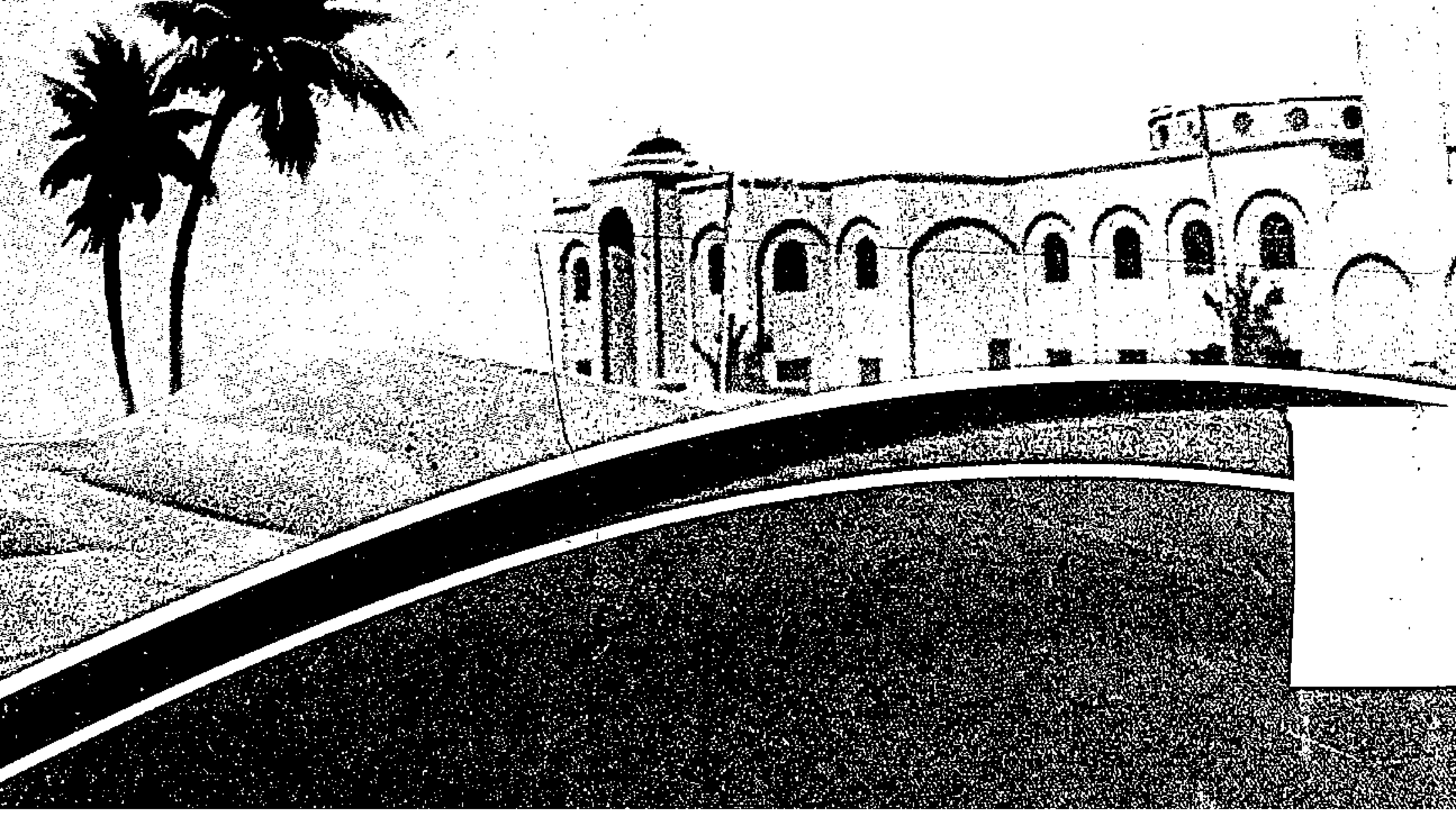

Marfat.com